تصویر سراج الدین طالب مولف سوانح میرعالم

نقشہ ر

۷۸ ۸۰ ۸۲ ۸۴

۲۶

۲۴

حدود ریاست میسور قایم شدہ سنہ ۱۲۱۳ھ
حدود اضلاع مفوضہ سنہ ۱۲۱۴ھ
حدود سرکاران شمالی مقبوضہ کمپنی سنہ ۱۱۷۹ھ
حدود علاقہ کرناٹک منتزع شدہ در سنہ ۱۱۸۱ھ

دریائے ر

۸۲ ۴۲
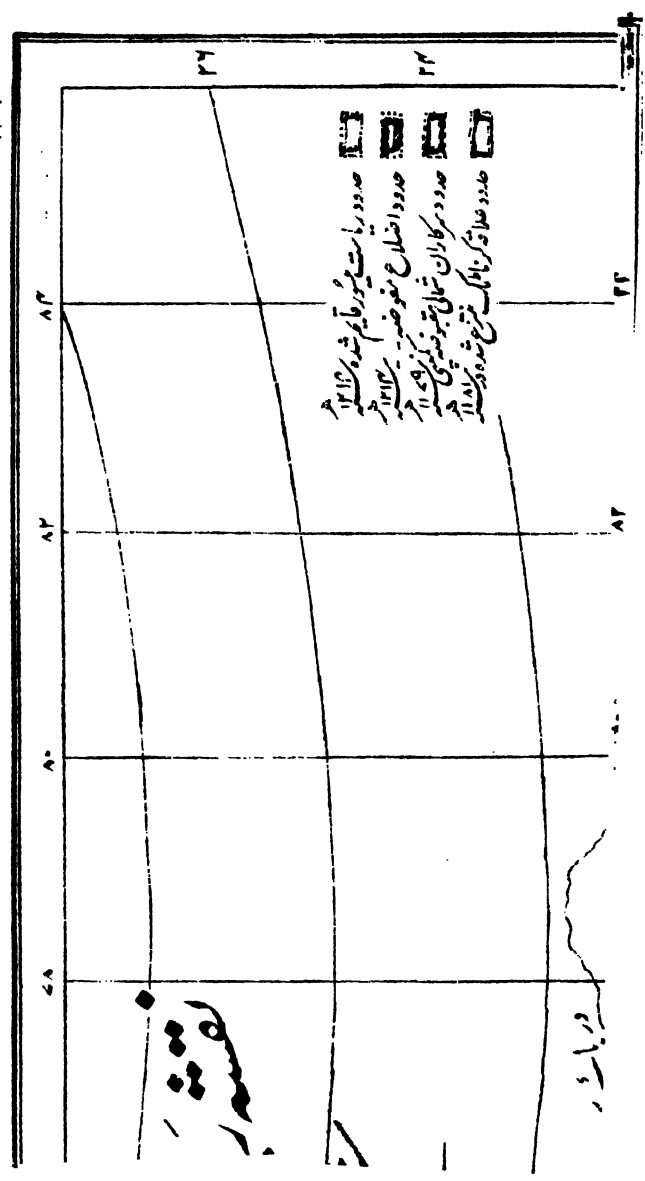
میں اس قدیمی وابستگی کی بنا، پر جو مجھے عالیجناب نواب سالار جنگ بہادر سابق مدار المہام سلطنت آصفیہ کے دامان دولت سے ابا عن جد رہی ہے اس کتاب کو (جو آپ کے ایک معزز رکن خاندان کے سوانح حیات پر مشتمل ہے) نواب صاحب موصوف کے نام نامی پر معنون کرنے اور نذر گزراننے کا شرف حاصل کرتا ہوں۔

محمد سراج الدین طالب

تعریفِ کتاب

مجھ کو اوائل عمری سے تاریخ کے مطالعہ کا شوق رہا ہے کالج کی تعلیم کے زمانے میں اسی بنا پر میرے اختیاری مضامین تاریخ قدیم و جدید بھی رہے اس تاریخی تعلیم میں میری نظر وسیع ہوئی تو مجھے اپنے ہی ملک اور بالخصوص عہد آصفیہ کے متعلق تاریخی تفحص کا شوق ہوا اسی دلچسپی کا نتیجہ ہے کہ میں نے یہ کتاب "**میر عالم**" تالیف کی جو سلطنتِ آصفیہ کی تاریخ کے سلسلے کا ایک درمیانی زینہ ہے اور ایک اہم ترین عہد کے مشہور وزیر اعظم کے سوانح زندگی پر مشتمل ہے۔ اس میں حیاتِ میر عالم سے قطع نظر نظام علیخاں کے آخری دور اور سکندر جاہ کے اوائل عہد سلطنت کے تاریخی حالات پر تفصیلی بحث کی گئی ہے اور حتی الامکان یہ کوشش کی گئی ہے کہ یہ تالیف اپنے موضوع میں مکمل ہو خدا کرے کہ عوام و خواص میں مقبول ہو فقط

مؤلف

۲۰ - رمضان المبارک ۱۳۴۸ھ
قریب پرانی حویلی - حیدر آباد دکن

محمد سراج الدین طالب

خصوصیات کتاب

۱۔ اس تالیف میں اکثر ایسے رقعات و اسناد سے استناد کیا گیا ہے جن کا حوالہ یا ذکر تاریخ کی کسی کتاب میں نہیں ملتا اور جن پر اب سے پیشتر ہمارے سوائے کسی اور نے استدلال نہیں کیا

۲۔ متن میں جہاں کوئی ہجری سن بتایا گیا ہے وہاں عیسوی سن سے اور جہاں سن عیسوی بتایا گیا ہے وہاں ہجری سن سے اس کی مطابقت بتائی گئی ہے اور حتی الامکان تاریخوں کی مطابقت کی بھی کوشش کی گئی ہے۔

۳۔ شاہان آصفیہ کے لئے وہی القاب بعد الموت استعمال کئے گئے ہیں جن کو مورخین سابق نے بھی اختیار کئے ہیں چنانچہ

آصف جاہ اول کیلئے مغفرت مآب	آصف جاہ ثالث کیلئے مغفرت منزل
آصف جاہ ثانی کیلئے غفراں مآب	آصف جاہ رابع کیلئے غفراں منزل

۴۔ تا وقتیکہ کسی مجبوری کی وجہ سے اپنے ماخذ کے حوالے کی سخت ضرورت نہ ہو اس سے احتراز کیا گیا ہے۔

۵ ۔ جن اشخاص و امراء کا ذکر متن میں آیا ہے اُن میں سے اکثر کی تعریف فٹ نوٹ میں کی گئی ہے اور جن کے احوال معلوم نہ ہو سکے مجبوراً نظر انداز کر دئے گئے ۔

۶ ۔ میر عالم سے متعلق جتنی چیزوں کے فوٹو میسر آسکے اُن کو کتاب میں داخل کیا گیا ہے ان کے علاوہ نواب سالار جنگ بہادر کا بھی ایک فوٹو اس بناء پر شریک کیا گیا ہے کہ نواب صاحب موصوف کو میر عالم مغفور سے نسبی تعلق ہے جو شجرہ کے ملاحظہ سے واضح ہو گا اور شجرہ بطور ضمیمہ آخر کتاب میں رکھا گیا ہے ۔

۷ ۔ ضمیمہ الف میں وہ خط بلفظہٖ نقل کیا گیا ہے جو ارسطو جاہ نے میر عالم کو فتح میسور کے بعد لکھا تھا اس خط سے تقسیم ملک و مال کی نسبت بہت سارے تاریخی معلومات فراہم ہوتے ہیں ۔

۸ ۔ فہرست مضامین و تصاویر اور فہرست ماخذات (علیہیات) کے علاوہ ایک فہرست اشاریہ (انڈکس) بہ ترتیب حروف تہجی دی گئی ہے تاکہ اعلام و اسماء کے متعلق معلومات فراہم کرنے میں آسانی ہو اور اس فہرست میں ان اسماء یا اعلام کو بھی شامل کیا گیا ہے جن کا ذکر فٹ نوٹ میں آیا ہے ۔

مؤلف

علیہیات

فارسی

۱۔ اندازۂ واقعات دکن — قلمی — لمؤلفہ

۲۔ اوصاف نیر — قلمی — سید محمد

۳۔ باغ و بہار — قلمی — حسن علیخاں

۴۔ تاریخ گوہر شاہوار — قلمی — لمؤلفہ

۵۔ تاریخ ماہ نامہ — قلمی — غلام حسین خاں جوہر

۶۔ تاریخ یادگار مکھن لال — مطبوعہ — مکھن لال

۷۔ تحفۃ العالم — مطبوعہ — عبد اللطیف شوستری

۸۔ تذکرہ بے نظیر — مطبوعہ — لمؤلفہ

۹۔ تذکرہ روز روشن — مطبوعہ — لمؤلفہ

۱۰۔ تزک آصفیہ — مطبوعہ — شاہ تجلی علی

۱۱۔ حدیقۃ العالم — قلمی — سید محمد ابوتراب

۱۲۔ حدیقۃ العالم — مطبوعہ — میر ابوالقاسم

۱۳۔ خزانۂ رسول خانی — قلمی — فیض اللہ فضل علیخاں

۱۴۔ خطوط حشمت جنگ — قلمی — للمؤلف

۱۵ - رقعات میر عالم	قلمی	للمؤلف
۱۶ - سبعہ صفات میر عالم	قلمی	میر ببر علی یکساں
۱۷ - سوانح دکن	قلمی	منعم خان اورنگ آبادی
۱۸ - گلزار آصفیہ	مطبوعہ	غلام حسین خاں
۱۹ - مآثر الکرام سرو آزاد	مطبوعہ	غلام علی آزاد بلگرامی
۲۰ - مختار الاخبار	مطبوعہ	اسد اللہ
۲۱ - نشآت میر رضی	قلمی	لمؤلفہ
۲۲ - نگارستان آصفی	مطبوعہ	سید التفات حسین خاں

اُردو

۱ - تاریخ خورشید جاہی	مطبوعہ	غلام امام خان
۲ - تاریخ رشید الدین خانی	مطبوعہ	غلام امام خان
۳ - ترجمہ عہد نامہ جات سرکار انگریزی کمپنی جلد پنجم	مطبوعہ	منشی نول کشور
۴ - تزک محبوبیہ	مطبوعہ	غلام صمدانی خاں گوہر
۵ - دہ مجلس منظوم	قلمی	محکم
۶ - مرقعۂ عبرت	مطبوعہ	سید مہدی حسن

انگریزی

۱ - ایچی سنس ٹریٹیز جلد (۸) طبع سوم	سی یو ایچی سن
۲ - اے ہسٹری آف دی مرہٹاس	جے گرانٹ ڈف
۳ - حیدر آباد آفیرس جلد دوم	مہدی علی خاں
۴ - دی انالیٹکل ہسٹری آف انڈیا	رابرٹ سول

۴۔ دی مارکویس کورنوالس	ڈبلیو سیٹن کار
۵۔ دی نظام	ایچ جی برگس
۶۔ ڈسپاچس مائے نیوٹس اینڈ کرسپانڈنس آف مارکویس ویلزلی۔	یم مارٹن
۷۔ فہرست مخطوطات انڈیا آفس لائبریری	ہرمن ایتھے
۸۔ فہرست مخطوطات برٹش میوزیم	چارلس ریو۔
۹۔ میمو اراینڈ کرسپانڈنس آف ویلزلی	آر۔آر پیرس
۱۰۔ ہسٹاریکل اینڈ ڈسکرپٹیو اسکیچ آف ہز ہائی نس دی نظامس ڈومی نی انس	یس ایچ بلگرامی اینڈ سی ولمٹ
۱۱۔ ہسٹری آف برٹش انڈیا۔	جیمس مل۔
۱۲۔ ہسٹری آف برٹش انڈیا۔	ہیو مرّے
۱۳۔ ہسٹری آف دی مدراس آرمی	ڈبلیو جے ولسن۔

فہرست مضامین "میر عالم"

فہرست تصاویر میر عالم

تصویر عالیجناب نواب میر یوسف علی خان بہادر سالارجنگ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

میر عالم

کا

سلسلۂ نسب

بلدۂ شوستر کے شیخ الاسلام سنہ ۱۱۵۸ھ م سنہ ۱۷۴۵ع تک سید نور الدین تھے اس سے قبل بھی یہاں کی شیخ الاسلامی میر عالم کے اجداد میں تھی ان کا سلسلۂ نسب سولہ واسطوں سے امام ابوالحسن موسیٰ کاظم تک پہنچتا ہے سنہ ۱۱۴۱ھ م ۱۷۲۸ئ میں سید نور الدین کے آٹھویں فرزند سید رضی پیدا ہوے جب یہ سن شعور کو پہنچے تو ان کے والد نے خود ان کی تعلیم شروع کی اس کے بعد سید رضی نے اپنے بڑے بھائی سید عبد اللہ سے تعلیم پائی اور بلدۂ شوستر کے اور علماء سے بھی علوم عقلی و نقلی حاصل کئے تحصیل علم کے بعد اصفہان قم اور کاشان اور تمام عراق عجم کا سفر کیا۔ عراق عرب کی بھی سیر کی مقامات مقدسہ کی زیارت سے شرف اندوز ہوے اس سفر سے علاوہ حصول تجارب کے حصول برکات کی بھی غرض تھی اس کے بعد عزم ہند کیا سنہ ۱۱۴۹ھ م سنہ ۱۷۳۵ع میں اپنے بھائی سید حسن کے ہمراہ بندرگاہ بصرہ سے بندرگاہِ سورت پہنچے اور چند روز وہاں قیام کر کے شاہجہاں آباد پہنچے یہاں سے ان کے

بھائی وطن واپس ہوے اور یہیں ابوالمنصور خان خراسانی کے پاس مقیم رہے کچھ عرصہ بعد
ان کے پاس سے نکلکر نواب شجاع الدولہ ناظم بنگالہ کے یہاں پہنچے اور ایک زمانے تک
ان کی مصاحبت و ملازمت میں رہے جب ان کا انتقال ہوگیا تو ان کے داماد مرشد قلی خان
صوبہ دار اوڑیسہ کی رفاقت میں رہے اور جب مرشد قلی خان حیدرآباد دکن پہنچے تو یہ بھی
ان کے ہمراہ یہاں آئے اور ان سے جدا ہو کر مغفرت مآب آصفجاہ اول کی ملازمت میں آئے
ساٹھ روپیہ تنخواہ مقرر ہوی۔ مغفرت مآب نے ان کے علم و فضل کی قدر کرکے ان سے فرمایا
کہ تم کو سرکاری دارالانشاء کی خدمت سے سرفراز کیا جائیگا مگر انھوں نے قبول نہ کیا۔
اس کے بعد حضرت نے ارشاد فرمایا کہ ہر ہفتہ ایک دن ہماری ملاقات کے لئے حاضر ہوا کرو۔
میر صاحب نے عرض کی "اس شرط سے حاضر ہوا کروں گا کہ میں جس شخص کے لئے سفارش
کروں قبول فرمائی جاے" اس پر مغفرت مآب نے ان کو ہر ملاقات میں ایک شخص کیلئے
سفارش کرنے کی اجازت دی اور منگل کا دن ملاقات کے لئے مقرر فرمایا۔ اسی وجہ سے
اس دن میر صاحب کے مکان پر بہت سارے حاجتمند جمع ہوتے تھے مگر وہ اسی سے
وعدۂ سفارش کرتے جو سب سے پہلے حاضر ہوتا غفراں مآب نواب **نظام علیخان** نے
میر صاحب کو تین ہزار سالانہ کی جاگیر پرگنہ پٹن چیرو میں سرفراز فرمائی صاحب گلزار آصفیہ نے
دس ہزار سالانہ محاصل کی جاگیر کی سرفرازی بتائی ہے لیکن ہم اوس کے اس بیان کو ترجیح
نہیں دیتے اس واسطے کہ گلزار آصفیہ ۱۲۶۰ھ م ۱۸۴۴ء کی تصنیف ہے اور نگارستان آصفی
۱۲۳۱ھ م ۱۸۱۵ء کی تصنیف ہے اور ظاہر ہے کہ موخرالذکر سید رضی اور میر عالم کے عہد سے

قریب تر ہے اس لئے مصنف نگارستان آصفی کے مبینہ وہ واقعات جو خصوصاً اوس کے عہد کے یا اوس کے قریبی زمانہ کے ہیں صحیح نہ باور کرنے کے کوئی وجہ نہیں۔ اور قطع نظر اس کے اس مسئلہ میں اس نے اپنی یہ تحقیق بھی بتائی ہے کہ سید رضی کی جاگیر کس پرگنہ میں تھی اور اوس کے اس قول کی تائید یادگار لچھمن لال شاہجہاں پوری سے بھی ہوتی ہے جس نے حسب ایماء چارلس مٹکاف (رزیڈنٹ حیدر آباد) اپنی تاریخ مرتب کی ہے اگرچیکہ یہ تائید قوی نہیں تصور کی جاسکتی اس لئے کہ صاحب نگارستان آصفی کا ماخذ یہی تاریخ ہے اور دونوں کے اکثر و بیشتر مضامین بالکل متوارد واقع ہوئے ہیں تاہم جب سید رضی کی سند معطیہ کو دیکھتے ہیں تو حقیقت حال حسب بیان صاحب نگارستان آصفی ہم پر ظاہر ہو جاتی ہے اس جاگیر کی سند نواب میر یوسف علی خان سالار جنگ بہادر کے قبض و تصرف میں ہے جس کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جاگیر دو ہزار چھ سو چھیاسٹھ محاصل کا موضع تھا جس کا نام بھیلواڑی تھا اس کے متعلق مزید تفصیل ہم نے جاگیرات میر عالم کے عنوان کے تحت لکھی ہے۔

میر صاحب ہمیشہ اپنے مکان[1] (واقع ایرانی گلی) میں رہتے تھے۔ اکثر امیر امرا میر صاحب سے ملنے آتے مگر ان کی طبیعت کے استغناء کا یہ حال تھا کہ وہ کسی کے پاس نہیں جاتے اگرچیکہ اپنے مسلک کے مجتہد تھے مگر محفل ملاقات میں مذہبی تذکرے یا مباحث کو آنے نہ دیتے۔ اپنی عزلت گزینی کے زمانے میں امور خانہ داری و معاش کا انتظام بھی اپنے سر نہ رکھا۔ سید رضی نے سادات تفرش کے ایک بزرگ میر ابو الفضل خاں کی لڑکی مسماۃ بادشاہ بیگم سے

---

[1] سید رضی جس مکان میں رہتے تھے اس کو میر عالم نے اپنے بھتیجے عاشق حسین خان کو دیدیا۔ جو تا حال ان کی اولاد و احفاد کے قبضہ میں ہے۔

عقد کرلیا اور ان سے دو لڑکے ہوے اور ایک لڑکی (۱) میر ابوالقاسم یہی ہمارے رکن سلطنت ہیں جو بعد میں میر عالم کے خطاب سے مخاطب ہوے اور انہیں کے حالات زندگی ہیں جو اوراق مابعد میں قارئین کے آگے پیش کئے جائیں گے (۲) سید زین العابدین یہ ابتدائے شباب ہی میں حیدرآباد چھوڑکر ٹیپو سلطان کی ریاست میں گئے اور اُن کے ملازم ہوکر معتمد علیہ بنے عمر وہیں کاٹی آخر ٹیپو سلطان کی شہادت کے پانچ مہینے بعد ۱۲۱۳ھ میں مرض سرسام سے سرینگ پٹن میں انتقال کیا اور دو لڑکے یادگار چھوڑے (۱) سید باقر میر زماں خاں بہادر (۲) سید حسین[۱]۔ ان کے والد کا جب انتقال ہوا ہے تو یہ یعنی سید حسین نہایت کم سن تھے میر عالم نے اپنے بھتیجے کو اپنے بھائی کے زمانے کے ساتھ اپنے پاس بلوالیا اور اپنے ہی پاس تعلیم و تربیت کی اور ابھی وہ کم عمر ہی تھے کہ اپنی دیوانی کے زمانے میں سید مومن خاں بہادر کی لڑکی کے ساتھ نہایت تکلف کے ساتھ شادی بھی کردیا میر عالم کے انتقال کے بعد یہ سن رشد تک منیر الملک[۲] کے زیر نگرانی رہے۔

---

[۱] صاحب تحفۃ العالم اور صاحب نگارستان آصفی نے ان کا نام سید حسین لکھا ہے اور صاحب گلزار آصفیہ نے میر عاشق حسین خاں بہادر بتایا ہے ممکن ہے کہ پہلا نام ہو اور دوسرا خطاب۔

[۲] منیر الملک علی زماں خاں شمس الدین محمد حیدر تہور جنگ کے (جو غفراں مآب کے عہد میں پہلے داروغگی فیلخانہ پر اور پھر صوبہ داری اورنگ آباد سے سرفراز ہوے تھے) پوتے اور محمد صفدر خاں غیور جنگ کے بیٹے تھے اور ان کی (منیر الملک کی) والدہ بہجت بیگم، درگاہ قلی خاں سالار جنگ مومن الدولہ مؤتمن الملک شاہ خان دوران کی صاحبزادی تھیں اور وہ نواب سالار جنگ میر یوسف علیخان بہادر کے جدامجد مختار الملک سر سالار جنگ کے جد تھے اور میر عالم کے داماد۔

عوام میں یہ امر مشہور ہو گیا ہے کہ میر صادق (جو اپنے ذاتی عناد کی بناء پر سیرنگ پٹن کی آخری مہم میں سہل انگاری کر کے ٹیپو سلطان کی شہادت اور ملک کے انگریزوں کے ہاتھ پر فتح ہونے کا باعث ہوے) میر عالم کے بھائی تھے۔ اس میں شک نہیں کہ ان کے بھائی زین العابدین ریاست میسور کے ملازم تھے لیکن کوئی ذمہ دارانہ خدمت ان کے سپرد نہیں تھی اور نہ یہ امر متحقق ہے کہ میر صادق مذکور انھیں کا عرف یا خطاب ہے، اگر ایسا ہوتا تو صاحب نشان حیدری نے جہاں ان زین العابدین شوستری اور انکی تصنیف تذکرۃ البلاد والحکام کا ذکر کیا ہے ان کے اس نام یا خطاب سے بھی ضرور روشناس کراتے۔
بہرحال اس سوء ظن کا اثر میر عالم کی نیک نامی پر اچھا نہ پڑا اور چونکہ میسور کی چوتھی جنگ میں میر عالم سپاہ سرکار عالی کے سپہ سالار رہے ہیں۔ اس لئے عوام کو اس امر کے یقین کرنے کا موقع ملا کہ میر صادق کے ساتھ ساز باز کر کے انھوں نے کامیابی حاصل کی حالانکہ اس مہم میں میر عالم نے نہ میر صادق سے کوئی ریشہ دوانی کی نہ کسی اور سے کوئی ساز باز۔

(۲) مریم بیگم ان کی شادی بہرام الملک[1] سے ہوی تھی جن کا نام سید حاجی تھا یہ سید عاقل خاں لب چاک کے بیٹے اور سادات بارہہ سے تھے جو حضرت مغفرت مآب کے عہد میں ہرکاروں کی داروغگی کی خدمت انجام دیتے تھے اور حضرت غفراں مآب کے عہد میں برہان الدولہ برہان الملک کے خطاب سے سرفراز اور صوبہ داری ایلچپور سے ممتاز ہوے۔ مریم بیگم کے بطن سے بہرام الملک کو تین لڑکے ہوے اور دو لڑکیاں۔

---

[1] میر عالم کے عہد میں ایک سو سوار اور دو سو جوانان بار کی جاگیر سے سرفرازی پائی اور ۲ رجادی الثانی ۱۲۳۱ھ میں انتقال کیا۔

سیّد صاحب کو ایک حرم کے بطن سے ایک لڑکی اور تھی جس کا نام سکینہ بیگم تھا اس کی شادی میسور کی تیسری مہم کے زمانہ میں میر ابوالقاسم نے مستقیم الدولہ[1] سے کردی تھی۔

سید صاحب کا انتقال شب دوشنبہ ۲۴ رجمادی الاول ۱۱۹۴ھ م ۲۹ رمئی ۱۷۸۰ء کو ہوا اور دائرہ میر مومن صاحب میں دفن ہوئے اعظم الامرا[2] ارسطو جاہ ان کے سوم کی فاتحہ میں تعزیت کے لئے مکان پر آئے اور ان کے بڑے صاحبزادے میر ابوالقاسم کو دل دلاسہ دینے کے بعد یہ مژدہ سنایا کہ موروثی جاگیر ان کے نام بحال کردی گئی اس عنایت کی خوشی میں میر ابوالقاسم نے ایک میناکار ولایتی پیش قبض اور ایک ولایت کا لکھا ہوا مجلد مصحف اعظم الامرا کی نذر کیا۔

سید رضی علوم عقلی و نقلی میں لایق و فایق اور معلومات مذہبی کے لحاظ سے اپنے مسلک کے مجتہد تھے۔ اکثر علمی کتابوں پر انھوں نے حاشیئے چڑھائے افسوس کہ یہ حاشیے بے نشان ہیں انشاء و شاعری میں کامل و ماہر تھے اقدس تخلص کرتے تھے ایک فارسی دیوان مرتب چھوڑا اور ان کے نشآت بھی مشہور ہوئے مگر نہ دیوان چھپا اور نہ نشآت۔ یہاں ہم ان کے چند اشعار اور ایک دو رقعے نقل کرتے ہیں جن سے فن شعر میں سید صاحب کی جدت طبع کا

---

[1] حاجی محمد زماں شوستری تاجر حیدرآباد میں وارد ہوئے اور یک عورت سے یہاں نکاح کیا اس سے ایک لڑکا مرزا عبدالغنی تولد ہوا میر عالم نے بپاس ہموطنی و لیاقت اپنی بہن سکینہ بیگم کو اون کے عقد میں دیا اس سے ان کو مرزا محمد علی نام ایک لڑکا اور دو لڑکیاں ہوئیں میر عالم کی قرابت کی وجہ سے وہ امور کلیات میں دخیل ہوئے اور مستقیم الدولہ خطاب پایا۔

[2] اعظم الامرا ارسطو جاہ غلام سید خاں قلعہ دار اودگیر فرخ نژاد خاں کیانی الاصل کے بیٹے تھے عہد دیوانی رکن الدولہ میں دائرۂ ملازمت میں آئے اور صوبہ داری اورنگ آباد سے سرفرازی پائی اور پھر صوبہ داری سے موقوف کئے جاکر قلعہ اودگیر میں بھیجے گئے جہاں وہ رکن الدولہ کے انتقال تک مقیم رہے اُن کے بعد بلدہ آئے اور دیوانی سے سرفرازی پائی اپنی پوتی جہاں پرور بیگم کو مغفرت منزل سکندر جاہ کے حبالۂ عقد میں دیا۔ ۱۲۱۹ھ میں انتقال کیا۔

اور نثر میں ان کے معیار انشاء پردازی کا اندازہ ہوسکیگا۔

من اشعارہ[1]

ربود شوخی حسنش دل فگار از ما — فغاں کہ منزل خود را گرفت یار از ما
بشرع عشق دو طاعت شدند از دو کس مقبول — خلاف وعدہ ز خوبان و انتظار از ما

نباشد خودنمائی مردم افتادہ از پا را — کہ رنگینی نباشد سایۂ گلہائے رعنا را

نرم شو کز سخت گیراں کار صورت گیر نیست — خامۂ فولاد ہرگز لایق تصویر نیست

سخت ریاں فارغ انداز کاوش اہل جہاں — در زمین سخت رسم کندن بنیاد نیست

چرب نرمی در مزاج مردمان خام نیست — روغن بادام ہرگز با گل بادام نیست
نیست سوئے عالم حیرت دورنگی را گزر — در سواد کشور تصویر صبح و شام نیست

جلب نفعی پاک طینت را ز کس منظور نیست — جذب روغن در سرشت چینی فغفور نیست
ظالم از چیزے کہ اندوزد ندارد بہرہ — شمع مومی در فضائے خانۂ زنبور نیست

---

[1] مختلف تذکروں اور رقعوں سے جتنے اشعار بدست ہوئے وہ سب نقل کر دیئے گئے تاکہ دست برد زمانہ سے کچھ تو محفوظ رہیں

در شهر حسن عاشق بی شور باب نیست | عیبی چو عیب بی نمکی در کباب نیست

خوں خورم روز و شب و چهره کاهی با قیست | بی نوا گشته‌ام و صولت شاهی با قیست

بگزر از جسم که در قلزم خوں خوار وجود | هست تا کشتی تن خوف تباهی با قیست

شعله را گشت هوا باعث افزونی رقص | تا هوس هست بدل شوق مناهی با قیست

چشم امید ز مخلوق ندارم اقدس | تا که امید بر الطاف الهی با قیست

عشرت آبادی ز فیض فقر ما را مسکن است | نان خشکے چوں بدست آیدم شکر شکن است

گوشه گیری آب حیوانست بخت سبز را | ایمن از مردن بود فیروزه تا در معدن است

ماند سالم از خطر هر کس کنار از خلق جست | خوشه از برق است ایمن تا که دور از خرمن است

رفته رفته ظلم گردوں بیشتر از عدل شد | این کماں از بسکه یکجا ماند آخر خانه کرد

ظالم از عربده بار ستم خویش کشد | عقرب از کج روشی بر سر خود نیش کشد

پرتو خورشید را آئینه سازد گرم تر | مهر کم را سینه صافی ها فراواں می کند

دولتِ بے رنجگاں سرمایہ ننگیں دلیست　　خاک چوں یاقوت گردد ننگ خارا می شود

ریاضت در جہادِ نفس ما بشد حربہ مرداں　　خوش آں پہلو کہ ترکش بند نقش بوریا گردد

مدار امید نفع پاک طینت را ز ناپاکاں　　کہ رفع تشنگی چوں آب از صہبا می آید

عمر بہ تسبیح می رود رحم و جفائے یار کو　　وصل سبک عناں چہ شد ہجر گراں وقار کو

رقعات

(۱) موسومہ شاہ نواز خاں در مبارک باد سرفرازی نوبت بود۔

نواب صاحب والامناقب مشفق مہرباں قبلہ و قدوۂ نیاز منداں سلامت۔

ابلاغ دعوات مخالصت سمات را کہ گل سر سبد ہدایائے نیاز مندانِ صافی طویت است مقدمۂ عرض مدعا نمودہ چہرہ کشائے شاہد مطلب می گردد کہ دریں آوانِ سعادت اقتران کہ طنطنۂ کوس آوازہ عنایت نوبت از پیشگاہ عاطفت سدہ سنیہ جاہ و جلال بہ آں قدر شناس مخلصان عقیدت مآل سامعہ افروز خاص و عام گردیدہ و نوائے تفریح فزائے ایں نوید سراسر امید در فضائے جہات ستہ خاطر وضیع و شریف نفیر شہرت کشیدہ گوشہ نشینان عراق درست اخلاص را کہ بہ مقتضائے قانون

راست اعتقادی شده عائے ترقی مقامات خدام لازم الاحترام راپیوستہ سازدارند و بہ نغمات زیر و بم سر و علانیہ دل و زبان سوال ترفع درجات ملازمان سموالمکان را وظیفۂ صبح و شام می شمارند واجب است کہ مانند کرناہمہ تن دہان گردیدہ نقارہ ہائے ادائے تہنیت را بلند صدا نمایند۔ اللہ تقدس و تبارک ایں عطیۂ عظمیٰ را بر آں جناب و جمیع احباب مبارک کناد و ایں موہبت کبریٰ را مقدمۂ ترقیات بسیار و ترفعات بے شمار سازاد۔

(۲) موسومہ شاہ غلام علی (آزاد تخلص)۔

ہموارۂ اریکۂ ہدایت و ارشاد بہ تمکن ذات قدوسی سمات جناب سیادت و فضیلت انتساب شرافت و مناعت آیات سلالۂ دودمان شامخ الارکان مصطفوی نقاوہ خاندان رفعت کیوان مرتضوی فرشتہ معنی بشر صورت ناسوتی ظاہر لاہوتی سیرت علایق گسل تجرد شعار وارستگی خصلت لامکاں سیار محرم خلوت خانۂ مکاشفت و شہود واقف اسرار خفیہ عدم و وجود مدرک حقایق کثرت در عین وحدت ذات عالم دقایق تجلیات مختلفۂ اسماء و صفات عارف معانی خفی و جلی مولانا سید غلام علی سلمہ اللہ مزین باد۔

بعد از اہدائے دعاے کہ سجادہ نشینان خطایر قدس ہنگام استماعش زبان را بہ کلمۂ آمین آشنا سازند مرفوع خاطرِ حقایق مظاہر می دارد کہ صفیر خامۂ بلاغت بیان کہ بہ یمن نیت کام وو ہاں در اقلیم سخنوری صاحبِ خطِ منشور و در قلم و ہفت خطہ خط مالک

قبض و بسط جمیع امور است در مقام تقریر و تحریر شوق لقائے گرامی کہ نمونہ از نعیم موعود جنّت عدن ست بعجز و قصور معترف چہ پیمایش بحر ذخار بقدح مخفض خیال و مساحت ساحت اقطار غبرا بوجب فرضِ محال لاجرم صفحۂ مضمون را مطرح نقوش الفاظ توضیح مدعا می سازد۔ ہر چند قلم زبان و زبان قلم این ہیچداں از بدو حالت شعور و تمیز کہ ابتدائے تجرع کاسات کدورت است آشنائے گزارش و نگارش گلۂ از آشنایان نگردیدہ و کاتب فکرت این بے استعداد رقوم شکایت دوستاں را ہرگز بر لوح اظہار رقم تسم ننمود ؎

زبان شکوۂ ما نیست شمع ہر محفل چو سنگ آتش ما در جگر نہاں باشد

اما چوں در بعض اوقات اظہار سردمہری یاراں موجب گرمی ہنگامۂ محبت است کلمۂ چند ازیں مقولہ بزبان کلک نظم سلک جاری می گردد ؎

گوش کن تا اندکے از غم دلے خالی کنم می تواں یک جرعہ خوردن از جام لامال من

چہ واقع است کہ عزلت گزینانِ زاویۂ مہجوری بالمرّہ از خاطر دوستاں فراموش شدہ اند و نام گوشہ گیران بیت الاحزانِ مفارقت بقولِ مطلق از التفات ہمدماں محو گردیدہ است ع دوستی کے آخر آمد دوستداراں را چہ شد

دریں مدت مدید ہرگز سواد کلمات مکتوبی ازآں ملاذ کہ در چشم بصیرت محبت پرستاں جواہر سرمۂ معنوی ہمانست باعث روشنی دیدۂ ہجراں کشیدہ شدہ و بیاض صفحۂ کتابتے ازآں معاذ کہ در کیش شیدایانِ اقلیم الفت مرہم کافوری

روحانی عبارت ازآں ست التیام بخش جراحت ناسور دل اخلاص نزل گردیده ؎

یک نگاه گرم او گاہے بکام دل نشد — برق ما یکدم چراغ کلبۂ حاصل نشد

ہر چند بقدم تامل سراسر عرصۂ آشنائی راطے می نماید تقصیرے کہ موجب استحقاق ایں ہمہ بے التفاتی باشد بر نمی خورد ؎

چرا آہوئے چشم وحشی جاناں رمید از من — کہ من ہرگز نبودم درمیاں آیا چہ دید از من

باوصف ایں مراتب ؎

نمی رنجم اگر از خاطر یاراں فراموشم — کہ خود از بے شعوری کردہ ام گم راہ دلہا را

مجملے از مفصل احوال شکستگی اشتمال ایں است کہ بنحوی کہ شاید از افواہ والسنۂ مترددین ایں سمت مرفوع سمع شریف شدہ باشد در فرخندہ بنیاد بانقطاع از خلق روزگار و قطع معاشرت مردم چہ بیگانہ و چہ خویش و تبار در چار دیوار نہاں خانۂ عزلت و در زاویۂ کاشانہ گوشہ نشینی متمکن است چہ ایں معنی مکرر بہ تجربہ رسیدہ است کہ از صحبت ابنائے ایں عصر جز مضرت دنیوی و اخروی حاصلے نیست و از اختلاط انسان صورتان اہرمن سیرت ایں زماں غیر از مکارہ روحانی و جسمانی چیزے عاید ایں کس نمی شود قطعہ

نانِ جویں و خرقۂ پشمین و آب شور — سی پارۂ کلام و حدیث پیمبری

یا نسخۂ سہ چار ز علمے کہ نافع است — در دیں نہ لغو بوعلی و ژاژ بحتری

با یک دو آشنا کہ نیرزد بہ نیم جو ۔۔۔ در پیش چشم ہمت شان ملک سنجری
زین مردماں کہ دیو از ایشاں حذر کند ۔۔۔ در گوشۂ نہاں شدہ بنشستہ چون پری
این آں سعادت است کہ بروے حسد برد ۔۔۔ آب حیات و رونق ملک سکندری

اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا ذَالِکَ بِفَضْلِکَ وَکَرَمِکَ مترصد است کہ بخلاف ایام گزشتہ مخلصان صافی طویت را پیوستہ بہ اطلاع بخشی حقایق احوال خجستہ مآل ممنون و مسرور فرمایند زیادہ کشت عافیت سبز باد۔
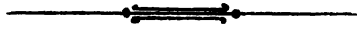
ولادت اور زمانۂ تعلیم

سید رضی کے بڑے صاحبزادے سید ابوالقاسم کی ولادت ۱۷ ماہ رمضان ۱۱۶۶ھ روز پنجشنبہ مطابق ۱۸ جولائی ۱۷۵۳ء کو بلدۂ حیدرآباد میں ہوی۔ عمر کے پانچویں سال کے آغاز پر حسب دستور ان کی تسمیہ خوانی ہوی اور اس کے بعد ان کے چچیرے بھائی سید جواد بن عبداللہ شوستری نے ان کی تعلیم کی ابتدا کی فارسی زبان ان کی مادری زبان تھی اس میں انھوں نے اپنی قوت آخذہ اور جدّت طبع کی بدولت بہت جلد معمولی نوشت و خواند سے گزر کر اعلیٰ قابلیت حاصل کی بعد ازآں سیّد رضی نے خود اپنے لڑکے کو عربی تعلیم دی بہت کم عرصہ میں عربی میں بھی انھوں نے بہت اچھی لیاقت پیدا کی۔ چنانچہ عربی کتابیں پڑھ لینے اور بات چیت کرنے پر قادر ہونے کے علاوہ قلم برداشتہ عربی لکھنے میں بھی مہارت حاصل کی ان کے رقعات میں بعض عربی بھی ہیں جن کے دیکھنے سے اُن کی اعلیٰ عربی قابلیت کا ثبوت ملتا ہے۔ مولوی ابوتراب[1] فاضل سے فقہ کا مطالعہ کیا تعلیم سے فراغت حاصل کرنیکے بعد فارسی انشاء اور شاعری کے جانب رجوع ہوے عین اس زمانہ میں جب کہ انھوں نے

---

[1] غفراں مآب کے عہد کے مشاہیر علماء سے گزرے ہیں زیارت حرمین الشریفین سے حیدرآباد تشریف لانےکے بعد انھوں نے سلسلۂ تدریس قایم کیا اور اکثروں نے ان کے آگے زانوئے ادب طے کئے اکثر علوم کی مشہور کتابوں کے آپ نے حاشیے لکھے ہیں۔

تعلیم سے فراغت پائی اور عرصۂ شباب میں قدم رکھے اِن کے والد نے اپنی عزلت گزینی کی وجہ سے اپنی جاگیر اور امور خانہ داری کا جملہ انتظام انہیں کے سپرد کردیا ان انتظامات سے اگرچہ انہیں فرصت بہت کم ملتی تھی تاہم اس کے بعد جو کچھ بھی وقت ملتا بیکاری میں صرف نہیں کرتے بلکہ علمی مشاغل میں گزارتے ان کو علاوہ اور علوم وفنون کے خصوصًا ریاضی میں خاص مہارت تھی اور اس زمانے میں جبکہ میر ابوالقاسم کی عمر تقریبًا بائیس سال تھی۔ صمصام الملک[1] کی مجلس میں ریاضی کے مسائل پیش اور حل ہوتے تھے اسی تقریب سے یہ بھی وقت نکالکر شریک مجلس ہوتے اور اکثر لوگوں پر ان مسائل ریاضی کے حل کرنے میں سبقت لیجاتے تھے۔ اسی وجہ سے صمصام الملک اُن کو چاہنے لگے اور ان کی مجلس میں اُن کی آمدو شد زیادہ ہوگئی۔

بعض اشخاص فطرتًا عاشق مزاج ہوتے ہیں اور بعض بہ تقاضائے سن عاشق مزاج بن جاتے ہیں میر عالم بچپن کے عاشق مزاج تھے اسی وجہ سے ان کی طبیعت کو شاعری سے

---

[1] صمصام الملک میر عبدالحی خاں، صاحب مآثر الامرا صمصام الدولہ شاہ نواز خان کے بڑے فرزند تھے ۱۱۴۲ھ میں اورنگ آباد میں پیدا ہوئے ۱۱۶۲ھ میں خطاب خانی ومنصب سے اور ۱۱۸۲ھ میں صمصام الدولہ صمصام جنگ کے خطاب سے سرفراز ہوئے اور ۱۱۸۷ھ میں منصب ہفت ہزاری ہفت ہزار سوار وعلم ونقارہ وماہی مراتب وپالکی جھالردار اور خطاب صمصام الملک سے مفتخر ومباہی ہوئے ۱۱۹۶ھ میں قلعۂ کولاس کے قریب وفات پائی۔ آدمی عالم فاضل اور علم دوست تھے ان کے والد کا ایک باغ یاقوت پورہ کے دروازے کے باہر اسٹیشن کے جنوب مغربی سمت میں اور تالاب میر جملہ کے بند کے شمالی رخ پر انہیں کے نام سے موسوم ہے جس میں ان کی قبر بھی موجود ہے باغ کی صورت اگرچہ اب باقی نہیں ہے، تاہم باؤلی اور مکان کے کھنڈر سے پتہ چلتا ہے کہ اپنے زمانہ میں اچھا باغ ہوگا۔

خاص لگاؤ تھا۔ جب یہ سن رشد کو پہنچے تو ان کی عاشق مزاجی دو آتشہ ہو گئی عنفوان شباب کی امنگ بھری طبیعت نے عاشقانہ شاعری کی طرف مائل کیا اور شعر و کلام میں رغبت و دلچسپی زیادہ ہوی پُر درد اور پُر اثر اشعار کہنے لگے اس کا کوئی پتہ نہیں چلتا کہ میر ابوالقاسم نے اصلاح سخن بھی کسی سے لی یا نہیں لیکن جتنا کلام ان کا دیکھنے میں آیا ہے اس سے استادانہ انداز پائے جاتے ہیں اس فن میں ان کے کئی شاگرد بھی تھے جس کا ذکر آئندہ مناسب موقع پر کیا جائیگا۔

ابتدائی ملازمت یہ ایک عجیب اتفاق ہے کہ ان کی ملازمت کی سلسلہ جنبانی اسی شاعری سے ہوئی یعنی یہ کہ یوں تو جاگیر دار ہونے کی حیثیت سے دربار مدار المہامی میں ان کی آمد و رفت تھی ہی لیکن ان کی قابلیت کا اظہار دیوان وقت اعظم الامرا ارسطو جاہ پر نہیں ہوا تھا ایک دفعہ ان کی تعریف و توصیف میں چند[1] شعر موزوں کئے اور اون کے ملاحظہ میں گزرانے وہ اعلیٰ درجہ کے مردم شناس اور اہل کمال کے قدردان و خواہشمند تھے اشعار سے میر ابوالقاسم کی قابلیت کا اندازہ لگالیا اور بڑے ہی شوق سے اُن کو اپنے دربار میں روزانہ باریابی کی اجازت دی کچھ عرصہ بعد اپنی ذاتی قابلیت کی سفارش پر یہ اعظم الامراء کے خاص منشی بنے۔ خط خطوط رسل و رسائل کے مسودے وغیرہ کرتے اور اُن کے ملاحظہ میں پیش کرتے اس تجربہ کے بعد دیرینہ کار اعظم الامراء نے اس ہونہار نوجوان کی لیاقت اور معاملہ فہمی کا ٹھیک اندازہ کرلیا اور وہ اون کو کام کا آدمی

---

[1] افسوس ہے کہ باوجود سعی بلیغ ان اشعار کا کوئی پتہ نہیں چلا ورنہ ضرور ہدیۂ قارئین کئے جاتے۔

تصویر میر عالم دیوان ریاست نظام (۱۲۱۹ھ تا ۱۲۲۳ھ)

چندر کانت پریس

سمجھنے لگے اور انھیں یقین ہوگیا کہ میر ابوالقاسم ایک ایسا ہونہار نوجوان ہے جو اعلیٰ امور ریاست اور پیچیدہ کاروبار سیاست کے سمجھنے اور سلجھانے کی خاص قابلیت رکھنے کے علاوہ ذمہ دارانہ خدمات کی انجام دہی کے لائق بھی ہے اس لئے وہ ایسے موقع کی تلاش میں تھے جس میں ان کا عملی امتحان بھی ہو اور حوصلہ افزائی بھی۔

اس زمانے میں بربنا شکایات رعایا دریافت و تصفیہ معاملات کے لئے ایک صدر تعلقدار کے ہنگامی تقرر کی ضرورت داعی ہوئی اور اُس پر ارسطو جاہ کو موقع ملا بندگانعالی سے میر ابوالقاسم کے تقرر کی منظوری حاصل کی اور وہ اس اہم خدمت پر پہلے پہل مامور ہوئے میر عالم نے برسر موقع پہنچکر ایسا انتظام کیا کہ رعایا کی بھی تشفی اور خوشنودی ہوی اور بندگانعالی کی بھی۔

خدمت وکالت | اس حسن کارگزاری کا اثر ارسطو جاہ کے دل پر خوب ہوا اور خود غفرانمآب نے اس کو محسوس فرمایا اور جب مدراس پریسیڈنسی نے مسٹر ہالنڈ کو رزیڈنٹ بناکر اس غرض سے حیدرآباد بھیجا کہ سرکار نظام اور انگریزی کمپنی کے مابین اتحاد قایم کریں تو اسی بنا پر اعظم الامرا نے اعلیحضرت سے معروضہ کرکے ان کو اپنے اور انگریزی سفیر کے درمیان وکیل متقرر کیا۔ سفیر انگریزی کا استقبال اور اس کی سربراہی وغیرہ بھی انہیں کے سپرد تھی۔ مسٹر ہالنڈ کی آو بھگت جس طرح کی گئی اس کا اندازہ مسٹر جیمس مِل کے اس مختصر جملہ سے ہوتا ہے۔

"بڑے اعزاز کے ساتھ اس (مسٹر ہالنڈ) کا استقبال کیا گیا اور اس کو انگریزوں سے اتحاد قایم کرنے کا حتمی اطمینان دلایا گیا۔"

علاوہ مسئلہ اتحاد کے جس امر کو طے کرنے کے لئے رزیڈنٹ موصوف آئے تھے وہ میر ابوالقاسم کے ذریعہ ملاحظہ ملازمان عالی میں گزرا۔

قیام اتحاد انگریزی اگر اوس امر کو جس کے تصفیہ کے رزیڈنٹ مذکور خواہاں تھے یہاں تفصیلاً بیان کیا جائے تو قارئین بھی قیام اتحاد کے متعلق مفید معلومات حاصل کریں گے صلابت[1] جنگ کی طرف سے ۱۱۶۷ھ م ۱۷۵۳ء میں سرکاران شمالی میں سے سکاکول اور راجمندری بعوض خدمت فوجی فرانسیسیوں کے قبض و تصرف میں تھے جب انگریزوں اور فرانسیسیوں میں جنگ چھڑی تو انگریزوں نے تمام سرکاران شمالی پر قبضہ کر لیا جن میں سکاکول اور راجمندری کے علاوہ ایلور مصطفی نگر (کنڈاپلی) اور مرتضی نگر (گنٹور) بھی شامل تھے اس کی اطلاع صلابت جنگ کو ہوی تو انھوں نے انگریزوں کو اپنے علاقے سے نکال باہر کرنے کا ارادہ کیا ان کے اس تہیّہ سے آگاہ ہو کر انگریزی کمپنی نے کرنیل فورڈ کے ذریعے یہ درخواست کی کہ اُن اضلاع کی سند جس طرح اور جن شرائط کے تحت فرانسیسیوں کو دی گئی تھی اسی طرح ان کو دیدیجائے یہ درخواست پذیرا ہوی، لیکن اس سند کی رو سے وہ صرف سکاکول اور راجمنڈری پر قبضہ کرنے کے مجاز تھے اور اس کے تحت اُن پر ان شرائط کی پابندی لازم آتی تھی جن پر ان کے قبل فرانسیسی کاربند تھے اور انگریز پورے علاقہ شمالی پر بلا کسی شرط کے قابض رہنا چاہتے تھے تاکہ دکن کے اندرونی خطے کو سمندری تعلقات سے منقطع کر کے فرانسیسی یا دوسری کسی یوروپین بحری طاقت کے اس راستے اندرون ملک

---

[1] امیر الممالک آصف الدولہ صلابت جنگ میر نظام علیخاں کے بڑے بھائی تھے جنہوں نے مظفر جنگ اور ناصر جنگ شہید کے بعد اور خود نظام علیخاں سے قبل ریاست حیدرآباد پر قریباً سات سال حکمرانی کی ہے۔

داخل ہونے کا سدباب کردیں اور اس کے علاوہ یہ کہ ایک ایسا مقام اپنے قبضہ میں رکھیں جو کلکتہ اور مدراس کے مقامی مرکزوں سے بین بین ہو تاکہ دونوں مقام کی گورنمنٹوں میں استمداد و ذریعہ آمدورفت میں سہولت کا باعث ہو ان امور کے مدنظر انھوں نے شہنشاہ مغلیہ سے یہ معروضہ کیا کہ فرانسیسی دکن کے ایک علاقہ پر بلا استرضاء شہنشاہ قابض ہو گئے تھے جس کو ان کے صوبہ دار دکن نے جائز قرار دیا تھا انگریزوں نے ان کو اس علاقہ سے باہر کر دیا ہے اس کارگزاری اور وفاداری کے صلے میں یہ علاقہ سرکاران شمالی انگریزی کمپنی کو بطور انعام عطا فرمایا جائے۔ یہ معروضہ منظور ہوا اور ۱۷۶۵ء میں اس کی سند عطا ہوی شاہی سند تو انھوں نے حاصل کرلی لیکن قبضہ ایک عرصہ تک زیر تصفیہ رہا اس واسطے کہ جب صلابت جنگ کے جانشین نظام علیخاں کو اس سند کی اطلاع ملی تو وہ یا تو ترک توسل کی بناء پر یا اس بناء پر کہ ان کے مقبوضہ علاقہ میں سے ایک قطعہ ان کے قبضۂ اختیار سے خارج ہو جائیگا تعمیل میں مزاحم ہوتے رہے اس زمانے میں جبکہ اودھر مرہٹوں کی اور ادھر حیدر علی کی قوت برسر ترقی تھی اس علاقہ پر جبراً قبضہ کرکے نظام سے مخالفت پیدا کرنا مناسب نہیں سمجھتے تھے اس لئے کمپنی نے جنرل کلاڈ کو بہ حیثیت سفیر نظام علی خاں کے پاس روانہ کیا کہ حکمت عملی سے اس علاقہ کو اپنے قبضۂ قدرت میں لالیں۔ اس سفیر کے ذریعہ ایک عہدنامہ ۱۷۶۶ء میں طے پایا جس کے شرائط پر نظام نے یہ تصور کیا کہ بغیر کسی مزید صرفے یا کسی انتظام یا بہم رسانی کے انھیں معقول فوج اپنے لئے مل گئی اور جس سال فوج کی ضرورت نہ ہوگی اس سال کی بابتہ ایک معتد بہ رقم ان سرکاروں پر بطور پیشکش انگریزی کمپنی سے مل جایا کریگی اور انگریزی

کمپنی کو اس سے وقتیہ فائدہ یہ حاصل ہوا کہ سرکاران شمالی کے عارضی قبضہ کے زمانے کے بقایاء محاصل کا جو دعویٰ نظام کو تھا وہ بالکلیہ معاف کر دیا گیا اور سرکاران شمالی پر بلا مداخلت غیرے ان کا مستقلانہ قبضہ ہوگیا ۔ اور حقیقی فائدہ یہ ہوا کہ انھیں اس امر کی طرف سے ایک گونہ اطمینان ہوگیا کہ بمقابلۂ حیدر علی والی ریاست میسور نظام اپنے حلیفوں میں شریک ہوگئے اس کے بعد ہی میسور کی مہم (۱۷۶۷ء) پر غفراں مآب انگریزوں کو مدد دینے نکلے لیکن حیدر علیخاں کی ریشہ دوانی سے وہ انگریزوں کا ساتھ چھوڑ کر ان کے ساتھ متفق ہوگئے ایک دو لڑائیوں کے بعد غفراں مآب انگریزی کمپنی سے صلح کرنے پر مجبور ہوے اس واسطے کہ ترنامل کی جنگ میں شکست پانے کے علاوہ انگریزی فوج کے ورنگل تک در آنے سے یہ اندیشہ تھا کہ حیدرآباد پر ان کا قبضہ ہو جائیگا ۔ بہرحال نظام نے اپنے وزیر رکن الدولہ[1] کو مدراس بھیجا جنھوں نے وہاں پہنچکر انگریزی گورنمنٹ سے ایک عہدنامہ طے کیا اور باہمی مصالحت ہوگئی اس کے ایک عرصے بعد انگریزوں کو یہ اطلاع ملی کہ بسالت جنگ (برادر نظام علی خاں) نے اپنی جاگیر گنٹور[2] (مرتضیٰ نگر) میں فرانسیسی فوج جمع کی ہے جو اپنے لئے آلات حرب موٹا پلی بندر کے ذریعے فراہم کر رہی ہے

---

[1] میر موسیٰ خاں نام ۔ مولٰنا بخاری تھے ۔ ان کے اب وجد ہدایت محی الدینخاں مظفر جنگ و غازی الدین خاں فیروز جنگ کی سرکار میں مختلف خدمات انجام دیتے رہے غفراں مآب نے ان کو ابتدائی عہد میں چار ہزاری منصب اور علم و نقارہ اور احتشام جنگ خطاب سے سرفراز فرمایا اور ۱۱۷۸ھ میں جب غفراں مآب تاخت پونہ سے واپس ہوے تو ان کو خدمت دیوانی اور منصب ہفت ہزاری شش ہزار سوار ماہی مراتب اور خطاب رکن الدولہ سے سرفراز کیا بارہ سال خدمات دیوانی انجام دیں آخر ۱۱۸۹ھ میں ایک گاردی کے ہاتھ شہید ہوے ان کی اولاد نہیں رہی البتہ ان کے بھائی اشرف الملک کی اولاد کا سلسلہ تاحال قایم ہے نواب مشیر جنگ بہادر نواب عنایت جنگ بہادر انہیں کی یادگار ہیں [2] بروئے عہدنامہ ۱۷۶۶ء یہ طے پایا تھا کہ گنٹور کا علاقہ چونکہ بسالت جنگ کی جاگیر میں تھا اس لئے ان کے حین حیات انگریزی کمپنی اس پر قبضہ نہ کرے اسی وجہ سے یہ انھیں کے قبضہ میں تھا ۔

اس پر انگریزوں نے ان سے مصالحت شروع کی اسی زمانے میں حیدر علی نے ان کے علاقہ پر حملہ کی دھمکی دی تھی۔ اس خطرے میں بسالت جنگ نے انگریزوں سے ۱۷۷۹ء میں ایک معاہدہ کیا جس کی رو سے انھوں نے اپنی فرانسیسی فوج برخواست کر دی اور اس کے عوض انگریزی فوج رکھ لی اور علاقہ گنٹور ان کو اجارہ پر دیدیا۔ بسالت جنگ کے ساتھ معاہدہ ہونے کی اطلاع ملنے پر نظام نہایت ناخوش ہوے اس خیال سے کہ اس فوجی امداد سے ان کے بھائی (بسالت جنگ) کے طاقتور ہو جانے کا امکان تھا اس کے علاوہ وہ اس وجہ سے بھی ناراض ہوے کہ گورنر جنرل نے مسٹر ایلیٹ سفیر ناگپور کو ایک خط[1] لکھا تھا جو نظام کے ملک سے بعض علاقے حاصل کرنے میں ناگپور کے راجہ سے مصالحت کرنے اور اس کو مدد دینے سے متعلق تھا۔ نظام کی اسی ناراضی کے زمانے میں مسٹر ہالنڈ کو سفیر کی حیثیت سے حیدرآباد بھیجا گیا تھا تاکہ کمپنی کی رقمی مشکلات کا عذر پیش کر کے بقایا میں کچھ کمی کرائیں اور اگر نظام مہربان نظر آئیں تو چند ایسے شرائط کے تحت جو معافی بقایا کا جواب ہو سکیں کل بقایا کو معاف کرائیں اگر اس سے انکار کیا جائے تو اُن (ہالنڈ) کو ہدایت کی گئی تھی کہ بقایا اور جاریہ پیشکش کی ادائی کی نسبت یہ اطمینان دلائیں کہ رقم جمع ہوتے ہی ادا کر دیجائیگی مسٹر ہالنڈ نے حیدرآباد پہنچکر یہ معلوم کیا کہ نظام نے فرانسیسی اُس فوج کو جو بسالت جنگ کے پاس سے برطرف ہوی تھی اپنے پاس ملازم رکھ لیا ہے اس پر سے یہ بات پیدا کی کہ فرانسیسی فوج کی ملازمت اور ان کے طرز عمل کی نسبت پورا اطمینان دلانے کے بعد پیشکش کی ادائی کیجائیگی اس طرح

---

[1] مارش من۔ ہسٹری آف انڈیا حصۂ اوّل۔ ضمیمہ صفحہ ۵۳۳۔

یہ مسئلہ زیر تصفیہ ہی رہ گیا اور مسٹر ہالنڈ ریاست حیدر آباد اور اس کے مختلف امراء و وزراء کے متعلق مفید مطلب معلومات فراہم کر کے واپس ہو گئے۔

اس وکالت میں میر ابوالقاسم کو اپنی قابلیت کے اظہار کا صرف اتنا موقع ملا کہ ادھر اعلیحضرت اور مدار المہام کے احکام کو غور سے سن لیں سمجھ لیں اور ادھر سفیر انگریزی کے کانوں تک پہنچا دیں اور ادھر کے معروضے یہاں عرض کر دیں اس کام کے لئے معاملہ فہمی اور ادائے مطلب کی قابلیت خاص ہونی چاہیئے جس سے میر ابوالقاسم متصف تھے یہ کام انھوں نے باحسن الوجوہ اور بلا شکایت انجام دیا اور اسی خوبی نے ان کی آئندہ سفارت کے لئے سفارش کا کام دیا۔

خدمات سفارت

سفارت کلکتہ

۱۲۰۲ھ م ۱۷۸۷ء میں غفراں مآب نے میر ابوالقاسم کو پانچ ہزار روپیہ ماہوار مقرر کی اور دو لاکھ روپئے سفر خرچ دیکر کلکتہ کی سفارت پر گورنر جنرل ارل[1] کورنوالس کے پاس روانہ فرمایا۔

یہ پانچ منصبدار (۱) عاقل الدولہ[2] (۲) عباس علیخاں[3] نظام یار جنگ (۳) میر عبدالعزیز خان

---

[1] ارل کورنوالس انگریزی ایسٹ انڈیا کمپنی کے ہندوستانی مقبوضات کے گورنر جنرل ۱۷۸۶ء سے ۱۷۹۳ء تک (۱۲۰۰ھ تا ۱۲۰۸ھ) رہے

[2] عاقل الدولہ میر عالم کے پھپیرے بھائی تھے ولایت شوستر سے یہاں آنے کے بعد انھوں نے یہیں شادی کر لی اس عقد سے ان کو ایک لڑکی شرف النسا بیگم نام ہوی جس کو انھوں نے میر مہدی یار خاں فرزند مرزا قاسم کے عقد میں دیا جس سے ایک لڑکی خیر النسا بیگم پیدا ہوی اور وہ رزیڈنٹ کرک پیاٹرک حشمت جنگ سے منسوب ہو گئی تھی ارسطو جاہ کی دیوانی کے زمانے میں عاقل الدولہ کو ایک جاگیر عطا ہوی تھی جوان کے بعد شرف النسا بیگم پر بحال ہوی۔ (بقیہ حاشیہ صفحۂ آئندہ)

(۴) غلام نبی خاں (۵) میر ابو تراب خاں انکے ہمراہ تھے اور اَلقہ شَلقہ میں علاوہ بازار لشکر کے سات زنجیر ہاتھی جن میں سے دو عماری والے اور دو حوضہ والے تین چار جامہ دار والے اور سترہ بار بردار اونٹ اور ساٹھ سوار تھے میر ابوالقاسم نے جگنا تھ پوری کی راہ اختیار کی اس سفارت کی غرض یہ تھی کہ انگریزی کمپنی کی پیشکش کے بقایا اور سرکار گنٹور کو حسب معاہدہ سابقہ تفویض کمپنی کرنے کے مسائل کا تصفیہ کیا جائے اس کی تفصیل یہ ہے کہ ۱۱۹۳ھ م ۱۷۷۹ء میں انگریزی کمپنی نے جو معاہدہ بسالت جنگ سے کیا تھا وہ غفران مآب کی اطلاع کے بغیر ہوا تھا اسی وجہ سے انھوں نے خیال کیا کہ ۱۱۸۱ھ م ۱۷۶۸ء کا عہدنامہ فسخ و منسوخ ہو گیا جب ۱۱۹۶ھ م ۱۷۸۲ء میں بسالت جنگ نے وفات پائی اور انگریزوں نے بروئے عہدنامہ ۱۱۸۱ھ م ۱۷۶۸ء سرکار گنٹور پر قبضہ کرنا چاہا تو اہلکاران نظام نے ۱۷۶۸ء کے عہدنامہ کے انفساخ کے تصور پر ان کی مزاحمت کی۔ کپتان کناوی[1] کو کمپنی نے ۱۲۰۲ھ م ۱۷۸۸ء میں بطور سفیر بھیجا کہ وہ سرکار گنٹور کو نظام سے واپس لے اور جو خراج کہ نظام کو واجب الوصول تھا اس کی تنقیح وحساب کرے کہ وہ حیز التوا میں پڑ گیا تھا۔ ضلع گنٹور کی

(بقیہ حاشیہ صفحۂ گذشتہ) ۳؎ میر عباس علی خاں نظام یار جنگ میر کاظم علی کے صاحبزادے ہیں جو میر عالم کی خالہ کے بطن سے تھے اور اس موقع پر جب کہ مغفرت منزل (سکندر جاہ) کی سالگرہ خاص کا جشن میر عالم کے باغ میں منایا گیا تھا یہ حسام الملک کے خطاب اور پنجہزاری سہ ہزار سوار و علم و نقارہ و نوبت سے سرفراز ہوئے۔

---

[1] کپتان کناوی ایک شخص ہے جو ۱۷۸۸ء م ۱۲۰۲ھ میں حیدرآباد بھیجا گیا اور یہ وہ سرجان کناوی نہیں ہے جو ۱۷۹۴ء م ۱۲۰۹ھ میں حیدرآباد میں رزیڈنٹ تھے اور جن کا خطاب دلاور جنگ تھا۔

واپسی کا حکم اور عمل تو فوراً ہو گیا مگر بقایا خراج کا تصفیہ نہیں ہوا اور بتراضی طرفین اس کا
فیصلہ گورنر جنرل کی رائے پر رکھا گیا اور اسی غرض کے لئے ابوالقاسم کلکتہ روانہ کئے گئے
اس سفر کی روئداد اور وہاں پہنچنے کے بعد کے واقعات میر عالم نے ارسطو جاہ کے نام
کے خطوط میں تفصیل سے بطور روزنامچہ لکھے ہیں۔ ہم کو جو خطوط ملے ہیں وہ ۲۵ ربیع الثانی ۱۲۰۳ھ
سے بعد کے ہیں اس کے قبل کے حالات سفر دستیاب نہیں ہوئے تاریخ مذکورہ کے خط میں لکھتے ہیں:-

واقعات و مراحل سفر

گنجام سے ایک مقام پر جو سرحد کٹک میں واقع ہے منزل ہوئی اور اس کے
دو منزل بعد دریائے شور کی شاخوں اور دلدل (جس کا عرف عام انھوں نے چور بالو بیان
کیا ہے) کی وجہ سے آدمیوں اور جانوروں کو بڑی تکلیف ہوئی اور گذر چلکا، جو بحر محیط
کی ایک بڑی شاخ ہے اور ایسی وسیع کہ اس کو دیکھ کر قدرت حق کا مشاہدہ ہوتا ہے پار ہوئے
راجہ رام پنڈت تعلقدار کٹک کو ایجانگر سے اپنے آنے کی اطلاع دیگئی تھی اور راجہ رارایاں
سے اس کے نام خط بھی لکھایا گیا تھا اور سربراہی کے لئے گورنر جنرل کی طرف سے بھی خطوط
پہنچے تھے باوجود اس کے کہ وہ اوڑیسہ کے اور راجاؤں کے ساتھ مشغول بہ پیکار تھا۔
تعلقدار گذر چلکا اور دوسرے تعلقداروں کو تاکید کی کہ دریاؤں کے عبور میں اور فراہمی
غلہ و ضروریات میں مدد دیں۔ اسی وجہ سے باوجود اس کے کہ علاقۂ کٹک میں سال حال
قحط عظیم ہو گیا ہے اور دریائیں بڑی بڑی حائل ہیں ہم کو سفر میں بڑا آرام ملا۔ دریائے چلکا
کے عبور کے بعد یہ عجیب اتفاق پیش آیا کہ جتنے اونٹ ہمراہ تھے سب یک قلم ساکت و
صامت ہو گئے پہلے تو تشویش ہوئی آخر معلوم ہوا کہ دریائے مذکور کے کنارے ایک قسم کا

چارہ ہوتا ہے جس کے کھانے سے اونٹ مست ہو جاتے ہیں اونٹوں کو علاج معالجے کی غرض سے وہیں چھوڑکر کرایہ کے چھکڑوں میں جگنا تھ پوری کو روانہ ہوے جو چلکا سے دو منزل پر ہے سرحد کٹک میں داخل ہونے کے وقت سے جگنا تھ پوری پہنچنے تک دن کو احتیاط و خبرداری اور شب کو طلایہ اور ہوشیاری کے ساتھ منازل طے ہوتے رہے اس واسطے کہ ان دنوں اس علاقہ کے راجاؤں کے فتنہ و فساد کی وجہ سے یہاں بدامنی پھیلی ہوی ہے جگنا تھ پوری میں چار روز قیام ہوا یہاں تمام اونٹوں کے منجملہ بارہ اونٹ چنگے ہو کر آئے اور ہم راجا رام پنڈت کے بھائی کی معرفت جو اپنے بھائی کے حسب الحکم ہماری ملاقات کے لئے آیا تھا چھکڑے کرایہ سے لیکر چار منزل میں کٹک پہنچے راستہ میں مسلسل دو رات ایک دن بے موسم بارش جاری رہی اس وجہ سے ایک مقام زائد کرنا پڑا۔

کٹک میں راجہ رام پنڈت کا لڑکا اور ان کا کارپرداز کوڑنگ راؤ آکر ملے اور راجہ رام پنڈت کا خط پہنچایا جس میں اس نے اپنے نہ آنے کی معافی چاہی تھی اور سرانجام ضیافت مع تین شتر باردار جو پنڈت مذکور نے بھیجے تھے لائے۔

پھر باران رحمت الٰہی نازل ہوا اور چاروں طرف یکساں برستا رہا پانچویں دن ابر کھلا اور اسی روز ہم نے کٹک سے کوچ کیا رخصت کے وقت پھر پنڈت مذکور کا لڑکا اور کارپرداز آئے اور دو دستاریں اور چار تھان ململ کے اور ایک دوشالہ اور ایک تھان کمخاب کا بندہ کو اور تین تھان ململ کے اور تین دستاریں منصبداران ہمراہی کو تواضع

کیں اور میں نے پنڈت کے لڑکے کو ایک خلعت بادلہ اور ایک تھان کمخاب کا اور ایک دوشالہ دیا۔

بلدۂ کٹک سے مہا ندی کو بنگلٹ اور کشتیوں میں عبور کیا گیا۔ یہ ندی بلحاظ وسعت اسم بامسمیٰ ہے اس کی وسعت اسی سے معلوم ہوسکتی ہے کہ گذشتہ سال طغیانی کے وقت یہ پانسو کروہ زمین پر محیط تھی اور عرض میں چلکا سے مل گئی ہے جو چھ منزل کے فاصلہ پر ہے ملک کٹک میں جو قحط ہوا کرتا ہے اس کی اصل وجہ یہی ہے کہ اس کی طغیانی سے تمام ملک کی زراعت یک قلم غرقاب ہوجاتی ہے اس کو عبور کرنے کے بعد بندر پالیسر کی طرف روانہ ہوے بے موسم بارش کی وجہ سے جو قریبًا ہر روز ہوتی رہی مختصر مختصر کشتیوں پر بے حساب ندیاں عبور کی گئیں چنانچہ ایک دفعہ پانچ کوس کی ایک منزل میں چار ندیاں ایک دن ایک رات میں پار ہوے۔

جگنا تھ پوری سے لیکر بندر پالیسر تک جو قحط ہوا ہے اس کا بیان ممکن ہی نہیں بے شمار انسان و حیوان تلف ہوگئے اور ہندو مسلمانوں کے کتنے ہی بچے فروخت ہوگئے بہرحال ہم افضال آلٰہی کے ساتھ بندر پالیسر پہنچے نزول باران رحمت جاری ہے۔ دوجا کے راستہ میں وہاں کے تعلقدار استقبال کو آئے اور سامان سربراہی لائے۔

میرے اُس خط کا جواب جو میں نے گنجام سے گورنر جنرل بہادر کو لکھا تھا بندر پالیسر سے ایک منزل ادھر ملا۔ پالیسر سے چار منزل کے فاصلہ پر جاج پور میں میدنی پور کے فوجدار کی طرف سے جو معتبر تعلقداروں سے ہیں مولوی سرفراز علی کی عرضی اس امر کی نسبت

آئی کہ وہ استقبال کے لئے جلیسر پہنچ گئے ہیں۔ بندر پالیسر کی انگریزی کوٹھی کے مختار کار مسٹر
وجورہٹ کا خط اس مضمون کا پہنچا کہ بندہ کسل مزاج کے سبب سے تبدیل آب وہوا کے طور پر
چند روز سے جلیسر میں سکونت پذیر ہے استقبال کے لئے حاضر ہونے میں مجبوری ہے
پھر نام میرا نائب پالیسر میں موجود ہے وہ خدمت عالی میں پہنچتا ہے اور تکمیل ضروریات و تقدیم
خدمات میں حاضر و سرگرم رہیگا چنانچہ پالیسر پہنچنے کے روز تین کوس آگے آکر اس نے استقبال کیا
ایک اشرفی اور پانچ روپے نذر پیش کئے۔ بندہ نے حیدر آباد سے نکلنے کے وقت سے کلکتہ پہنچنے تک
کمپنی وغیرہ کے لوگوں سے نذریں کہیں نہیں لیں راستے میں بعض کپتانوں نے بھی ایک ایک اور دو دو
اشرفیاں نذر پیش کیں کسی سے نہیں لی گئی پہمبر کی نذر بھی قبول نہیں کی گئی صرف ہاتھ رکھا گیا۔
بندر پالیسر پہنچنے کے بعد راجا رام پنڈت کا نایب مرار پنڈت ملاقات کے لئے آیا اور
سامان ضیافت بھیجا اور پمبر نائب بھی میوے اور ترکاری کی ڈالی اور مرغ اور بکری بھیجے اور ہر
و فرمایش کی تعمیل کی، بارش ابھی جاری ہے بندر پالیسر میں بھی ایک مقام ہوا۔

بالیسر سے تین منزل پر بندر جلیسر پہنچے یہاں مولوی سرفراز علی اور فتح علی بیگ
تھانہ دار نے لوازم استقبال بجا لاکے پانچ پانچ روپئے نذر پکڑے جو بدستور لئے نہیں گئے
مگر جو کچھ اجناس ضیافت انھوں نے پیش کئے تھے اگرچیکہ وہ بہت زیادہ تھے تاہم اس
خیال سے کہ اس کے لینے سے انکار کرنا رکیک بات ہے قبول کرنے میں پس و پیش نہیں
کیا گیا۔ مسٹر وجورہٹ دو تین انگریزوں کے ساتھ شب میں ملاقات کو آئے اور میوہ اور
ترکاری کی ڈالی روانہ کی۔ دوسرے روز کوچ کرکے میدنی پور کی طرف راہی ہوئے دو منزل

کے بعد پھر باران رحمت علی الاتصال یک شبانہ روز جاری رہا۔

میدنی پور سے سات کوس فاصلہ پر وہاں کا تعلقدار مسٹر پارویس نے جو حسب ایمائے گورنر جنرل ایک منزل پیشوا آکر ٹھیرا ہوا تھا اور ایک منزل آگے آکر استقبال کیا اور ملاقات کرکے میدنی پور جانے کی اجازت چاہی اور شب میں روانہ ہوگیا۔ بندہ دوسرے دن میدنی پور پہنچا۔ تبدیل باربرداری کی وجہ سے ایک مقام ہوا یہاں نہ شلک[1] توپ کی رسم ادا ہوی۔ اور نہ میں نے انعام دیا۔

میدنی پور کے تعلقدار نے جلیسر سے میدنی پور تک مکرر سرانجام ضیافت روانہ کیا یہاں کے تعلقدار محمد بیگ نے اپنی عدالت کے داروغہ کو جس کا منیب مرشدآباد میں رہتا ہے ہمارے ساتھ کردیا دوسرے دن میدنی پور سے کوچ کرکے سات منزل میں ۱۱ رجمادی الثانی ۱۲۰۳ھ روز دوشنبہ کو دریائے گنگا کے کنارے پہنچے جس کو عبور کرکے شہر کلکتہ میں داخل ہوتے ہیں۔ راستہ میں بردوان کے راجہ اور تعلقدار نے خطوط اور وکلاء کو بھیجا اور بعض مقامات پر سامان ضیافت اور میوے کی ڈالی روانہ کی"۔

کلکتہ کے پاس دریائے گنگ پر پہنچنے کے قبل میر عالم کو اطلاع ملی کہ عبور دریا کے لئے کشتیاں بھیجی جارہی ہیں اگر کشتیاں پہنچنے سے قبل آپ کنارے پر پہنچ جائیں تو کشتیاں کنارے پر پہنچنے تک آپ توقف کریں۔

کلکتہ کی گورنمنٹ کے دارالانشاء کے تعلقدار اور صدر مترجم مسٹر چیری تھے ان کے دفتر میں سات منشی تھے ان میں سے ایک مسمی حمید خاں کو

---

[1] اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانے میں علاقہ سرکار عالی کے سفیر کے ورود پر توپیں اسی طرح سر کیجاتی تھیں جس طرح کہ رزیڈنٹ کے ورود پر ہماری ریاست میں ۱۲

میر عالم کے استقبال کے لئے روانہ کیا گیا جوان سے کوپل پور کے مقام پر آملے اور تربیت والوں کا ایک پہرہ حفاظت کے لیئے اور دو ہرکارے راہنمائی کی غرض سے ان کے ہمراہ کئے گئے تھے اور منشی نے اس امر کی اطلاع بھی کی کہ کشتیاں اور بجرے آرہے ہیں اور خود میر عالم کے دریا سے پار ہونے کے لئے گورنر جنرل نے اپنے خاصہ کی کشتی فیل چہرہ بھیجنے کا حکم دیا ہے منشی مذکور دریائے گنگا کے کنارے قیام گاہ تک ساتھ آکر ان کے وہاں اتر چکنے کے بعد رخصت ہوئے پنجشنبہ کو حسب قرارداد میر عالم دریائے گنگا کو عبور کر کے اس حویلی میں جو ان کے قیام کے لئے تجویز ہوئی تھی فروکش ہوئے۔

عبور سے پیشتر استقبال کا مسئلہ میر عالم کے نزدیک بہت کھٹکا کہ ان کا استقبال محض ایک منشی کے ذریعے عمل میں آیا۔ حالانکہ انگریزی کمپنی کے جتنے سفیر حیدرآباد آئے اُن کے اعزاز استقبال و مدارات میں بہت زیادہ کئے گئے اور انہیں خیال ہوا کہ اگر اس موقع پر خاموشی اختیار کی جائے تو آئندہ کے لئے عملدرآمد یہی ہو جائیگا اور اصل مسئلہ کے تصفیہ میں بھی اس کا اثر برا بیٹھیگا۔ اس لئے اس مسئلہ پر روشنی ڈالنے کے لئے ایک خط مسٹر چیری کو لکھا۔ جس میں انھوں نے بتایا کہ مسٹر جانسن کے استقبال کیلئے نواب شمس الملک[1] جیسے امیر باتوقیر شہر کے باہر تک آکر اپنے ہمراہ حضور کی ملازمت میں لے گئے اور دلاور جنگ

---

[1] شمس الامرا شمس الملک محمد فخر الدین خان، شیخ ابو الخیر خان شکوہ آبادی کے پوتے تھے اور ابو الفتح خاں تیغ جنگ کے صاحبزادے جن سے غفران مآب کی صاحبزادی بشیر النسا بیگم منسوب تھیں صاحب پائیگاہ تھے اور امیران پائیگاہ حال؛ — نواب معین الدولہ بہادر، نواب سلطان الملک بہادر، اور نواب لطف الدولہ بہادر کے (تیسری اور چوتھی پشتیں) جد امجد تھے۔

مسٹر کنوی کے استقبال کے لئے باوجود اس کے کہ میر عالم کا انتخاب ہو چکا تھا اس کو موقوف کر کے انھوں نے یہ مشورہ دیا کہ سرکار دولتمدار کے مدار المہام اعظم الامراء کے فرزند احمد سیف الملک استقبال کے لئے بیرون شہر تک تشریف لیجائیں اور اسی پر عمل ہوا اس کے بعد یہ خواہش ظاہر کی کہ مسٹر چیری مع کونسل دویم اپنی فرودگاہ تک آکران کو لیجائیں۔ اس خط کا جو کچھ جواب مسٹر چیری نے لکھا وہ تو معلوم نہ ہو سکا لیکن اس کے بعد منشی حمید خان میر عالم کے پاس آئے اور ان کے ذریعہ جو کچھ معلوم کیا گیا میر عالم کے الفاظ میں نقل کیا جاتا ہے:۔

"منشی حمید خان نے زبانی بھی مسٹر چیری کے مطالب کو تفصیل کے ساتھ دُہرایا مختصر یہ کہ صاحبان کونسل صرف دو ہیں جن کو کثرت کار کی وجہ سے مطلق فرصت نہیں خارجاً معلوم ہوا کہ چونکہ مسٹر کنوی اور میر محمد حسین (منشی رزیڈنٹ) نے تفضلات حضور (غفران مآب) اور عنایات حضرت (ارسطو جاہ) سے جو مجھ مورِ ضعیف (میر عالم) پر مبذول ہیں۔ اطلاع نہیں کی ہے۔ مسٹر چیری نے یہاں (کلکتہ) کے بعض معززین سے میرے احوال دریافت کئے اور جب ان کو میری کیفیت اور میرے والد مرحوم کے حال سے آگاہی ہوئی کہ وہ شجاع الدولہ کی صوبہ داری کے زمانے میں وہاں تشریف رکھتے تھے اور ان کے لوگوں نے جو میرے والد اور ان کے تعلقات سے واقف تھے امر واقعہ سے اطلاع دی تو منشی حمید خاں کو میرے استقبال کے لئے بھیجنا انھیں بجا نہیں معلوم ہوا"

"منشی صاحب موصوف سے زبانی کہا گیا کہ صورتِ حال دو امور سے خالی نہیں یا تو کمپنی میں رسم استقبال کا دستور ہے یا نہیں ہے اگر نہیں ہے تو اس کا بجالانا ہی ضرور

نہیں ہے اور اگر ہے تو آئین شایستہ کے ساتھ اور اسی رتبہ سے جس سے کہ سرکار وو لتمدار
میں کمپنی کے ایلچیوں کے ساتھ عمل ہوتا ہے بجالانا چاہئے لیکن اس کا کوئی جواب نہیں
آیا۔ آخر ۱۳ جمادی الثانی کو گورنر جنرل کے حکم پر مسٹر چیری استقبال کے لئے نہیں بلکہ ملاقات
کے لئے آئے اور رسم استقبال موقوف ہی رہی اور ملاقات میں کمال انسانیت کے ساتھ
معذرت چاہی اور یہ بیان کیا کہ کلکتہ پہنچنے پر گورنر جنرل خود لوازم احترام و اعزاز بجالائیں گے
مسٹر چیری نہایت ذہین اور فارسی اور ہندی زبانون میں ماہر ہیں اور چونکہ میرے اور
گورنر جنرل کے درمیان ترجمان یہی ہیں اس لئے میں نے ان کی بڑی تالیف قلب کی اور رخصت
کے وقت ان کو جیغہ و سر بند اور خلعت بادلہ کارچوبی اور دوشالہ اور کمخاب کا تھان دیا
لیکن انھوں نے صرف کمخاب کا تھان لیا باقی کے لئے معذرت چاہی۔

چودھویں تاریخ پنجشنبہ کے دن میں نے صبح ہی اپنا سامان روانہ کر دیا۔ پہر دن چڑھے
مسٹر چیری آئے اور مجھ سے مل کر واپس ہوے اور کنارے پر میرے سامان کے اُتارنے
کا اہتمام کرتے رہے گورنر جنرل نے اپنے خاصہ کی کشتی فیل چہرہ میرے لئے بھیجی تھی وہ
آبنوس کی بنی ہوی تھی اس کے اوپر ایک سائبان بطور بنگلہ عماری تھا۔ مسٹر چیری نے
مجھے اپنے ہمراہی منصبداروں کے ساتھ اس پر سوار کرایا اور خود بھی اس میں سوار ہو گئے
کشتی چلی۔ ملاح گاتے بجاتے ہماری کشتی کو کھینے لگے۔ جب میں دوسرے کنارے پہنچا تو
میں نے اپنی کشتی کے ملاحوں کو ایک سو روپیہ انعام دیا اس واسطے کہ کشتی خاصہ کی تھی
اور ابتک گورنر جنرل کے سوا کسی اور شخص کی سواری میں نہیں آئی تھی اور باقی اور

کشتیوں اور بجروں کے ملاحوں کو پچیس روپیہ دیئے۔"

میر عالم کا ورود کلکتہ میں اور ارل کورنوالس سے پہلی ملاقات

"کشتی سے اُتر کر میں پالکی میں سوار ہوا اور پالکی گورنر جنرل کے محل کی طرف بڑھی۔ مسٹر چیری تھوڑی دور ساتھ رہ کر آگے بڑھے اور جب میں گورنر جنرل کی ڈیوڑھی پر پہنچا تو وہ واپس آئے اور اُس بالاخانے کے دروازے پر جس میں گورنر جنرل کا اجلاس ہوتا ہے پالکی کو اُتارا گورنر جنرل نے اپنے رفیق کرنل راس کو پالکی تک استقبال کے لئے بھیجا مسٹر چیری نے اُن سے تعارف کرایا اس کے بعد ہم دروازے میں داخل ہو کر سیڑھیاں چڑھنے لگے ابھی سیڑھیاں ختم نہیں ہوئی تھیں کہ گورنر جنرل سے چار چشمی ہوئی جو معًا اپنی کرسی سے اُٹھکر اپنے درالان کو طے کر کے پیشوا آئے ان کے آنے تک میں بھی زینہ طے کر چکا تھا لب زینہ معانقہ ہوا اس کے بعد میرا ہاتھ گرمجوشی کے ساتھ اپنے ہاتھ میں لیکر اپنا کمال اشتیاق ظاہر کیا اور مزاج پُرسی کی اور اپنے ہمراہ لیجا کر مجھے ایک لانبی کرسی[۱] پر جو وسط میں رکھی ہوئی تھی اپنے برابر بٹھایا اور خیریت مزاج بندگانعالی دریافت کی اور حضور سے ملاقات کا اشتیاق ظاہر کر کے کہا کہ اگر مسافت بعید مانع نہوتی تو خود ملاقات کے لئے آتے اور اس کے بعد راستہ کے احوال اور اپنے علاقہ داروں کے انتظام سربراہی کے متعلق دریافت کرتے رہے جس کے متعلق بندہ نے بیان کیا کہ بہ افضال جناب آلہی اور بہ اقبال حضرت بندگانعالی آرام سے طے مسافت اور آپ کی ملاقات سے سفر کے رنج و تعب کی تلافی ہوی اور جیسی کچھ گرمجوشی اور شگفتگی انھوں نے ظاہر کی ایسی ہی میں نے بھی کی

---

[۱] اس سے شاید سوفہ یا کوچ مراد ہے ۱۲

اس کے بعد خود کھڑے ہو کر اپنے اعیان و انصار کو بلا کر ہر ایک کا تعارف کرایا اور اُن کو میرے ہمراہی منصبداروں کے تحت بٹھلایا۔ اِسی تعارف کے دوران میں انھوں نے کہا کہ میں نے آپ کے دوست مسٹر جانسن کو بھی بلوایا تھا لیکن شدّت بیماری کے باعث وہ آنہ سکے اس کے بعد میں نے دریافت کیا کہ عنایت نامۂ حضور اور تحفے جو میں نے اپنے ہمراہ لائے ہیں یہیں لئے جائیں گے یا خلوت میں جواب ملا کہ مکتوب حضور خلوت میں لیا جائیگا چنانچہ میرا ہاتھ پکڑے ہوئے خلوت میں جو اُسی بالاخانے پر جائے نشست سے متصل تھا آئے اور اپنی رسم کے موافق اُس مکان کے دروازے کو ایک کنجی سے جو اپنے جیب میں رکھا کرتے ہیں بند کرلیا۔ وہاں کرسیوں پر بیٹھنے کے بعد عنایت نامہ میں نے دست بدست دیا۔ اور حضور کی جانب سے دعاے شوق پہنچائی۔ انھوں نے مسٹر چیری کو عنایت نامہ دیا اور مجھ سے کہا کہ حضور سے جو مجھے اشتیاق واتحاد ہے وہ خارج ازبیان ہے اور نیز جو اشتیاق اور دوستی کہ مجھے نواب اعظم الامرا بہادر سے ہے وہ بہت زیادہ ہے میں نے کہا کہ حضور کا غلبہ اشتیاق اور خیر اندیشی ہی ہے کہ مجھے بخلاف رسم سرکار یہاں آپ کے پاس روانہ فرمایا گیا۔"

اس کے بعد میر عالم نے اس امر پر اپنی محجوبیّت کا اظہار کیا ہے کہ اظہار اشتیاق وگرمجوشی میں خود انھوں نے سبقت کیوں نہ کی اسی سلسلہ میں ارسطو جاہ کی جانب سے سلام پہنچا کے یہ ظاہر کیا کہ جس طرح سرکار کمپنی کی خیر خواہی کے سوائے کوئی اور ذاتی یا

سلے اس سے شاید سوفہ یا کوچ مراد ہے۔

نفسانی غرض گورنر جنرل کے مطمح نظر نہیں ہے اسی طرح ارسطو جاہ کا بھی حال ہے اور اسی مناسبت طبیعت کے اعتبار سے ان کو بھی گورنر جنرل سے غائبانہ اشتیاق و محبت پیدا ہوگئی ہے۔ گورنر جنرل نے اس کے بعد اُن تحفوں کو لینے سے معافی مانگی جو حضور نے اُن کے لئے روانہ فرمائے تھے لیکن میر عالم کے بڑے اصرار پر انھوں نے اس کو بر سر دربار تمام لوگوں کے روبرو لینے کا اقرار کیا۔ اس کے بعد دونوں خلوت سے باہر آئے اور میر عالم نے اجناس تحفہ منگوائے اور گورنر جنرل کے ملاحظہ میں لائے۔ جن میں سے شمشیر اور کٹار کو لیکر وہ بہت خوش ہوے۔ تحایف میں بقیہ اشیا حسب ذیل تھے۔

جیغہ مع سرپیچ دو رقم۔ کنٹھی مروارید مع دھگدگی الماس ایک رقم۔ خلعت بادلہ و کارچوبی پانچ پارچہ۔ کمخاب ایک تھان۔ دوشالہ ایک زوج۔ ہاتھی ایک زنجیر۔ گھوڑا ایک راس۔

انھوں نے ان کو لیتے ہوے اس امر کا اظہار کیا کہ "میں ان تحفوں کو محض بپاس خاطر بندگانعالی قبول کرتا ہوں"۔

اس کے بعد گورنر جنرل نے وعدہ کیا کہ وہ دوسرے روز پہر دن چڑھے میر عالم کی فرودگاہ پر آئیں گے اور اپنے ہاتھ سے عطر و پان ان کے اور ان کے ہمراہیوں کے آگے بڑھائے اور تالب فرش مشایعت کی اور معانقہ کرکے رخصت ہوے اور بعد ملاقات توپوں کی سلک سر ہوی۔ میر عالم واپس ہوکر اس مکان میں جو ان کے قیام کے لئے مقرر کیا گیا تھا فروکش ہوے۔

دوسرے روز حسب وعدہ گورنر جنرل وا دید کو آئے وہ چوکڑے میں سوار تھے۔ ان کی خواصی میں کرنل راس اور مسٹر جیری تھے اور دوسرے ہمراہی عہدہ دار اور گاڑیوں میں تھے پچاس سوبجر نیلہ گھوڑوں پر ہمرکاب تھے۔

اس ملاقات میں میر عالم سے قلعہ اور اس کے سلاح خانے اور شہر کی سیر کی فرمایش کی گئی جس کو انھوں نے قبول کیا اور انھوں نے اشتیاق ملاقات و محبت کی تمہید کے ساتھ بندگانعالی اور ارسطو جاہ کی تصویریں اس عنایت نامہ کے ساتھ جو ان تصویروں کے ہمراہ اسی باب میں لکھا گیا تھا گورنر جنرل کو دیں وہ ان کو دیکھ کر بہت مسرور ہوئے اس کے بعد عطر و پاندان دیا گیا واپسی عمل میں آئی۔

۷ ارجمادی الثانی ۱۲۰۳ھ سے اصل مسئلہ کے متعلق سوال و جواب آغاز ہوئے اور قریبًا چار مہینے تک میر عالم اور ارل کورنوالس کے مابین گفت و شنود ہوتی رہی جس کی تفصیلی اطلاعیں میر عالم وقتاً فوقتاً اپنے خطوط کے ذریعے ارسطو جاہ کو کرتے رہے۔ فی الآخر ماہ شوال ۱۲۰۳ھ مطابق جولائی ۱۷۸۹ء میں بقایائے پیشکش کی بالاقساط ادائی اور آئندہ اور امور کو جان کنوی کے ذریعے طے کرنے کی قرارداد کرکے وہ براہ بنارس و ناگپور حیدرآباد واپس ہوئے۔ واپسی کے وقت ارل کورنوالس نے میر عالم کو سرپیچ اور جیغہ ایک زوج اور ایک رقم کنٹھی اور سات پارچے خلعت اور ایک ایک قبضہ شمشیر اور سپر اور ایک منزل پالکی اور ایک زنجیر مادہ فیل عنایت کیا۔

واپسی اور خطاب | وہ ۲۶ رجمادی الاول ۱۲۱۳ھ کو بلدہ پہنچے اور اسی مہینے کی سلخ کو حضور میں باریاب ہوے ارل کورنوالس کا خط اور اس کے ساتھ بقایائے پیشکش کی بابتہ نو لاکھ سولہ ہزار چھ سو پینسٹھ روپے گیارہ آنے کی تین ہنڈویاں اور قیمتی جواہر اور تحفے تحایف ملاحظہ میں گزرانے اور مورد الطاف شاہی ہوے اِسی سلسلے میں میر عالم خطاب پایا اور پنجہزاری ذات دو ہزار علم و نقارہ و پالکی جھالر دار اور خلعت فاخرہ سے سرفراز ہوے اور ان کے فرزند میر رضی کو میر دوران خطاب ملا۔

اس سفارت میں جو کچھ سوال جواب ہوے ہیں ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ میر عالم کو اپنے ملک و مالک کے حقوق کا کیا کچھ خیال تھا ان کے تفصیلی دلائل و مباحث سے جو انھوں نے اس موقع پر گورنر جنرل کورنوالس کے پاس پیش کئے ہیں ان کے قوت استدلال و قابلیت مناظرہ پر کافی روشنی پڑتی ہے جو اصحاب اِن امور کو تفصیل سے معلوم کرنا چاہتے ہوں وہ رقعات میر عالم کے اس نسخے کو ملاحظہ کریں جس کو ہم نے خاص طور پر اصل مسودات سے مرتب و شائع کیا ہے۔

دوران قیام میں پانچ بار یہ ارل کورنوالس کے بنگلے پر گئے اور پانچ ہی بار ارل صاحب ان کی فرودگاہ پر آئے ان دس ملاقاتوں میں گورنر جنرل میر عالم سے اس قدر خوش ہوے کہ وہ اعلیحضرت کو یہ لکھنا چاہتے تھے کہ سفارت کا عہدہ میر ابوالقاسم اور اُن کی اولاد و احفاد کے لیے مخصوص کر دیا جائے مگر میر عالم نے ان کو اس سے باز رکھا اور کہا کہ بندگانِ عالی مختار ہیں جس کو چاہیں یہ خدمت دیں۔ ارل صاحب کی یہ تحریک بھی تالیف قلب کی قبیل سے

تھی تاکہ میر عالم کو اس طرح اپنا بنا لیں۔

مسائل سفارت پر ارل کورنوالس کا جواب

اس سفارت میں جو مسائل طے ہوئے اس کا اظہار کورنوالس نے اپنے ایک خط میں کیا ہے جو عہد نامہ کی حیثیت رکھتا ہے، اور میر عالم کے ذریعہ بندگانعالی کے پاس روانہ کیا گیا اس کے مضامین کی تعمیل انگریزی گورنمنٹ نے اپنے اوپر فرض گردانی جن امور کا تصفیہ اس میں ہوا ہے وہ ارل صاحب ہی کے الفاظ میں حسب ذیل ہے:۔

"۱۷۶۸ع م ۱۱۸۱ھ کے عہدنامہ کے مطابق نظام نے سرکار گنٹور کو تفویض کمپنی نہیں کیا اور کمپنی نے پیشکش ان کو نہیں دیا۔ نظام چونکہ ان دنوں امور اہم میں مصروف تھے اس لئے کمپنی نے اس معاملہ میں نہ کوئی تحریک کی اور نہ کوئی پیروی جب نظام فارغ ہوئے تو رزیڈنٹ کو بھیجا گیا۔ تاکہ سرکار گنٹور کی تفویض کے متعلق کپتان کناوی نظام کو توجہ دلائیں اور سرکاران شمالی کی پیشکش کی بابتہ نظام کو اطمینان اور یقین دلائیں کہ کمپنی واجبی بقایائے پیشکش نظام کو ادا کردیگی اور آئندہ بھی بروقت ادا کرتی رہیگی جب نظام نے سپردگی گنٹور کا حکم جاری کرکے دوستی و وفاداری کا ثبوت دیا ہے تو کمپنی بھی ان سے مراسم مرعی رکھیگی اور ان مضامین عہدنامہ پر جن کے معنی غیر معین اور جن کے مطالب صاف نہ تھے ہم نے میر ابوالقاسم کے ساتھ گفتگو کی اور میرا انکار درباب داخل کرنے ضمانت کے اور مکفول کرنا جزو سرکاران شمالی کا (ادائی بقایا پیشکش کے اطمینان کے لئے) جو میر ابوالقاسم نے بیان کیا تھا واجبی تھا کیونکہ اس امر کے واسطے ہماری رائے میں ایمانداری قوم انگریزی مکفول ہے"

نظام نے تجدید عہد نامہ کی خواہش کی تھی اس کے متعلق اَرل کورنوالس نے لکھا کہ:۔

"ہم نے اکثر موقع پر کپتان کناوی کی معرفت اور میر ابوالقاسم کی زبانی اور شروع تحریر ہذا میں بیان کیا ہے کہ میرا مصمم ارادہ یہ ہے کہ عہد نامہ ۱۷۶۸ء م ۱۱۸۱ھ کی تعمیل ہو اور ہمیشہ آپ کے ساتھ دوستی اور اتحاد قایم رہے اور آپ کو بھی میرے بیان سے اور نیز تصریح شرائط پیچیدہ سے جو میں نے کی ہے یقین ہوا ہو گا کہ میں تصفیہ ہر ایک امر کا بنیاد صدق وصفا پر کرتا ہوں مگر یہاں ہم کو بلحاظ بحث میر ابوالقاسم یہ بیان کرنا ضروری ہے کہ جب تک کوئی وجہ قوی عہد نامۂ جدید کے لئے ظاہر نہو اوس وقت تک ہمارے ملک کے آئین اور انگلستان کے شاہ و کمپنی کے احکام اور نیز ایمان اور حرمت قوم انگریزی مانع تجدید عہد نامہ ہیں اس لئے تبدیلی عہد نامہ مذکور کو ہم نے قبول نہیں کیا اگرچہ یہ منظور نہیں کیا گیا تاہم آپ ہمارے اوس اختیار کے لحاظ سے جو شاہ اور انگریزی پارلیمنٹ سے ہم کو حاصل ہے اس میری تحریر کو بطور عہد نامہ تصور کریں کیونکہ یہ چٹھی منظورۂ کونسل ہے اور اُس سے زیادہ تصریح کے لئے میں آپ کو میر ابوالقاسم کی زبان پر حوالہ کرتا ہوں جس کو میں نے اس تمام گفتگو میں آپ کا وفادار صادق اور آگاہ اور خیر خواہ ملازم معتبر اور معتمد تصور کیا ہے اور اس کو اختیار حاصل ہے کہ کوئی عہد نامہ جس سے فائدۂ سرکارین متصور ہو انعقاد کرے"۔

میر ابوالقاسم بہت نازک موقع پر سفیر کی حیثیت سے کلکتہ گئے تھے اس زمانے میں نظام کو تین طرف سے خطرہ تھا۔ شمالی اور مغربی طرف سے مرہٹوں کا اور جنوبی سمت سے ٹیپو سلطان کا۔ مرہٹوں کے ساتھ تو ایک عرصہ سے مخالفت چلی آ رہی تھی اور ٹیپو سلطان سے

بالکل حال میں مخالفت پیدا ہوگئی تھی۔ ان دونوں سے سربراہ ہونے کے لئے نظام کو ضرور تھا کہ کسی تیسری قوت کے ساتھ متفق ہو جاتے انھوں نے فرانسیسیوں پر نظر دوڑائی تو انھیں معلوم ہوا کہ وہ ٹیپو سلطان کے زیر اثر ہیں اور جو کچھ فرانسیسی فوج ان کے پاس ملازم تھی اس سے خود وہ مطمئن نہیں تھے اور اوس کے علاوہ گزشتہ انگریزی فرانسیسی جنگ کے بعد سے ہندوستان میں فرانسیسیوں کی قوت اس قدر کم زور ہوگئی تھی کہ ایسی زبردست ریاستوں کے مقابلے کے لئے ان سے امداد کی توقع رکھنا محض بیکار تھا اس لئے نظام اور اون کے وزیر اعظم کو اسی میں سہولت نظر آئی کہ انگریزوں کے ساتھ قدیمی رشتۂ اتحاد کو اور مضبوط کر لیا جائے اور اسی بناء پر بعوض اس کے کہ فسخ معاہدہ (۱۷۶۶ء) کی وجہ سے اور مقررہ پیشکش کو بروقت ادا نکرکے مدتوں بقایا رکھنے کی علت میں قبضۂ گنٹور کی نسبت انگریزی کمپنی کو ٹکا سا جواب دیدیا جاتا حسب منشاء تصفیہ اور اتحاد قایم کرنے کی غرض سے ایک سفارت کلکتہ بھیجی گئی۔ ظاہر ہے کہ ان اغراض کے تحت جو سفارت قایم ہوی ہو اس کو اپنے فرائض کی ادائی کے لئے کن امور کی طرف توجہ دلائی گئی ہوگی یہ زمانہ وہ زمانہ ہے جبکہ انگریزی کمپنی جس کا مطمح نظر ابتداءً محض جلب منفعت تھا ملک گیری کی جنگوں میں حصہ لیکر اتنے خسارے میں آگئی تھی کہ اس کو اتنا کثیر روپیہ پیشکش کے طور پر نظام کو ادا کرنا نہایت گراں تھا۔ ایسی صورت میں سفیر کا طرز عمل یہی ہوسکتا تھا کہ اہل کمپنی کو اپنے بقایا کی طرف سے اتنا تنگ پکڑے کہ وہ آسان شرائط پر ان کا اتحاد منظور کرلیں اور یہی میر عالم نے کیا۔

سرکاران شمالی کا تصفیہ آخر

یہی سرکاران شمالی جن کے متعلق اتنے مباحث و مناظرے ہوے اور مصارف عظیم برداشت کئے گئے۔ آخر ۱۸۰۶ء میں انگریزی ریاست میں قطعی طور پر شامل ہو گئے اِن اضلاع پر بہ حیثیت مالکانہ قابض ہونے کا جو تخیل اہالیان کمپنی کو ہوا تھا اس کا ذکر ہم نے قیام اتحاد کے عنوان کے تحت کر دیا ہے اس نوبت پر میر عالم کے ذریعے تفویض سرکار اور پیشکش کی نسبت جو تصفیہ ہوا وہ ان کے (اہالیان کمپنی کے) حسب دلخواہ نہیں متصور ہو سکتا تھا اس واسطے کہ انگریزی کمپنی کے قبضہ میں ان سرکاران کے عطا کی شاہی سند موجود تھی اور ان کے نزدیک اس سند کے ہوتے اس حصہ ملک کے قبضہ کی بابت کسی خراج یا پیشکش کا ادا کرنا بے ضرورت تھا اور قطع نظر اس کے اس خطہ پر نظام کے مالکانہ حقوق رہنے کی وجہ سے یہ توقع ہو سکتی تھی کہ کسی زمانے میں وہ اس کے دعویدار ہوں گے اور وہ یہ بھی تصوّر کرتے تھے کہ اس علاقہ سے نظام کے قبضہ کا انتزاع اُسی زمانے میں ہو چکا تھا جب کہ وہ فرانسیسیوں کے تصرف میں تھا اور اون کے پاس سے انگریزی کمپنی نے اپنے قبض و تصرف میں لا لیا تھا ایسی صورت میں نظام کے حقوق شاہی کو تسلیم کرتے ہوے پیشکش ادا کرنا اپنی فوقیت (Suzerainty) منوانے کے منافی نظر آتا تھا ان امور کی بناء پر وہ چاہتے تھے کہ اس برائے نام تعلق کو بھی نظام سے نکال لیں اور ارسطو جاہ ہی کے زمانہ میں اس کے متعلق گفت و شنید شروع کر دی لیکن اس کا تصفیۂ آخر اہالیان کمپنی نے میر عالم کے عہد دیوانی میں کیا۔ اور اس طریقہ سے رزیڈنٹ کرک پیاٹرک نے اپنا ذاتی عناد جو اُن کو ایک خاص وجہ سے (جس کا ذکر انھیں اوراق میں کیا گیا ہے) ان کے ساتھ

پیدا ہوگیا تھا نکال لیا۔ اس کی تحریک کے متعلق معلوم یہ ہوتا ہے کہ کمپنی کے ساتھ اتحاد و شرکت کے مفاد و استحسان اور غفران مآب کا طرزِ عمل بتاتے ہوئے کی گئی تھی لیکن میر عالم تے اس کو ٹالنے کی کوشش کی مگر یہ ممکن نہیں تھا کہ کمپنی اپنے مقاصدِ اہم کو نظر انداز کر دیتی۔ آخر یہ تحریک جن امور کے مدِ نظر اور جن اعتراضات کے ارتفاع کے بعد درجۂ پذیرائی کو پہنچی سر جارج بارلو بارنٹ گورنر جنرل ہند کے ۲۵ / اکٹوبر ۱۸۰۶ء کے خط موسومۂ سکندر جاہ کی عبارت ذیل سے ظاہر ہوتی ہے:-

"از روے ہر چہ کہ در آں شراکت طرفین اقدام نمودہ شد ملک و جائداد جدید با ممالک و جائداد قدیم دولت آصفیہ شامل کردند و قصد زیادہ طلبی و ضبط و تکسر اختیار آں والا قدر در میان ممالک سامی و اختلال حقوق موروثی آں عالیشان از طرف ایں سرکار ہیچ نوع بعمل نیامدہ است بلکہ ہر گاہ آں والا قدر بمد نظر ابراز ایں کہ فوائد استحکام بنیاد یگانگی و اتحاد فیما بین دولتین آنچہ در سرکار سامی عاید گردیدہ بر صفحۂ خاطر اشفاق مظاہر بچہ درجہ شرف انتقاش و ارتسام یافتہ است وجہ پیشکش سالانہ بابتہ سیکاکول وغیرہ بطوع و رغبت معاف و مرفوع القلم فرمودہ بودند اہالی ایں سرکار تقلیل حاصل سرکار آں والا قدر و حصر والیت و صدارت گرامی مطلق منظور نداشتہ لوازم استعذار عدم اقبال امر مجوزہ اعنی معاف و مرفوع القلم شدن وجہ قراری مز بور بعمل آوردہ بودند........"

عہد نامۂ پانگل اور میسور کی تیسری جنگ

اس زمانے میں ٹیپو سلطان نے اس خیال سے کہ دکن میں حیدر آباد اسلامی اور سب سے بڑی ریاست ہے اس سے اگر اتحاد قایم کر لیا جائے تو پھر

کوئی اور طاقت ایسی نہیں رہتی جو اُن کا مقابلہ کر سکے اپنے وکیل محمد غیاث کو حیدرآباد بھیجا تاکہ وہ حضورِ نظام سے مل کر ٹیپو سلطان کے ساتھ سمدھاوے کے رشتۂ اتحاد کے قیام کی تحریک کرے لیکن یہ پیغام اس امر کے اظہار کے ساتھ کہ نظام ایک ادنیٰ نایک[1] کے ساتھ قرابت قایم نہیں کر سکتے مسترد کر دیا گیا۔ اس کے بعد کچھ ایسے اسباب پیدا ہوتے گئے کہ نظام و ٹیپو کا اتحاد قایم نہ ہو سکا چنانچہ لارڈ کورنوالس کے ایک خط موسومہ میر عالم کے دیکھنے سے ٹیپو سلطان کے خلاف ایک جذبہ پیدا ہوتا ہے خواہ اس کی کوئی اصلیت ہو یا نہ ہو۔ ہم یہاں اس خط کے ایک حصّہ کو نقل کرنا مناسب سمجھتے ہیں جس سے امر مذکور صاف ظاہر ہوتا ہے۔

"شاہدِ صدق مقال آں مہرباں یکے این ست کہ ہرگاہ دلاور جنگ (کپتن جان کنوی) پیام تصمیمِ عزم پرخاش با ٹیپو و درخواست شراکت از نواب آصفجاہ بہادر دریں مہم نمودند نواب اعظم الامراء بہادر محض بپاس دوستی و دوستدار دریں مقدمہ چناں سعی فرمودند کہ ہمیں وقت بظہور آمد با دیگر مراتب رسیدن وکلائے ٹیپو نایک ہمراہ فرستادہ ہائے سرکار رو بکار آوردن پیغام اقرار نامہ مجدد و شاق آمدن کلمات ایشاں و رو نیافتن آں ہا در حضور چہرۂ وصول افروختہ مسرور و بہ مراتب مرقومہ مطلع ساخت.............. از مضمون خطوط مرسلہ آں مہربان و دلاور جنگ بہادر بہ اطلاع ایں جانب رسیدہ است بالفعل کہ احوال زمانہ بایں قسم ظاہر و ہویدا صدائے سلسلۂ دوستی و یگانگت فیمابین گوش گزار ہر یک از امرایان

---

[1] نایک ایک مختصر پیادہ فوج کا عہدہ ہے ٹیپو سلطان کے دادا اسی عہدے پر مامور تھے اور باپ اسی عہدے سے ترقی کر کے سلطنت میسور کے مالک بنے تھے۔

ایں دیار گردید و بفضل ایزد سبحانہ یوماً فیوماً غرو این اتفاقات و گلیا تنگ ایں مواساۃ ناگنبد دوار و تحت ارض می رسد و ٹیپو نا یک پلیت و بدطینت خود و مزاج بے ایمانی و نقض عہد ظاہر نمودہ در خاطر سرکار کمپنی انگریز بہادر و نواب آصفجاہ بہادر و پنڈت پردھان پیشوا صاحب بہاً در خصم و معاند و برہمزن امنیت و آرام خلایق و مستدعی تصرف مملکت رئیسان نواح متصور گردیدہ باشد درچنیں وقت نظر بر پاس مراتب حقوق سرکار کمپنی انگریز بہادر و برائے پیشرفت پیش نہاد خواطر ہر یک از شریکان داشتن وکلائے او در حضور نواب آصفجاہ بہادر خیلے نازیبا و نامناسب بنا برآں ایں جانب از راہ خیر خواہی سرکار نواب آصفجاہ بہادر و بلحاظ ارادہ مصمم خود در انصرام ہر تدبیر اینکہ مشتمل بر کامیابی مطالبات متعلقہ وقت باشد در رخصت وکلائے مذکور مستصلح می گردد و بوجہے از بودن و سوال و جواب نمودن آنہا آنجا خدانخواستہ حرف در سررشتہ دوستی و رفاقت فیمابین نواب صاحب و نواب آصفجاہ بہادر و ایں جانب درآید۔"

اس استرداد پیام سے متاثر ہو کر ٹیپو سلطان نے اپنی فوجوں کو علاقہ تُنبدگا تعالی کی طرف حرکت دی اور ممالک محروسہ کے جنوبی علاقوں پر قبضہ کر لیا اس واقعہ کے سننے کے بعد غفراں مآب ٹیپو سلطان کے مقابلے کے لئے انگریزوں سے تجدید معاہدہ کی طرف مائل ہوے اور ادھر انگریز یہ چاہتے تھے کہ ٹیپو سلطان کو شکست دینے کے لئے نظام سے اتفاق کر لیں پس غفراں مآب کے حکم پر ارسطو جاہ نے میر عالم کے ذریعہ کمپنی کو تحریک کی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ میر عالم اور سرجان کناوی کے ذریعہ ایک عہد نامہ ۱۷۹۰ء م ۱۲۰۴ھ میں مابین سرکار دولتمدار و عظمت مدار بمقام پانگل طے پایا جس کے شرائط یہ تھے:۔

جنگ کے لئے نظام انگریزی گورنمنٹ کو دس ہزار سوار دیں گے جن کا خرچ انگریزی گورنمنٹ اٹھائیگی اور ملک مفتوحہ فریقین پر علی السویہ تقسیم ہوگا انگریزوں نے اس عہدنامہ میں مرہٹوں کو بھی شامل کرلیا۔ جس سے غرض یہ تھی کہ ٹیپو سلطان مرہٹوں کے ساتھ اتحاد قایم کرکے اور قوی نہو جائیں۔ ان کے آس پاس کی قوتوں میں سے انگریز اور نظام اور مرہٹے ان کے مخالف تھے اور فرانسیسی ہندوستان میں اتنے قوی نہ تھے کہ ان کا کوئی لحاظ کیا جاتا بعد میں البتہ ٹیپو سلطان نے راست فرنچ حکومت سے سلسلہ جنبانی کی جو میسور کی چوتھی جنگ کی وجہ تحریک قرار پائی اب ٹیپو سلطان اپنی فرانسیسی فوج کے ساتھ تنہا رہ گئے لیکن قبل اس کے کہ ٹیپو سلطان کے مقابلے پر متحدین کی فوجیں نکلیں بعض اور شرائط کا طے ہونا بنگالی کے عہدہ داروں کے نزدیک ضروری تھا اس لئے منجانب نظام ارسطوجاہ نے میر عالم کے ذریعے حسب ذیل عہدنامہ انگریزی رزیڈنٹ کے پاس روانہ کیا:۔

"قول[1] و قرار دوستی و اتحاد برائے دفع دشمن یعنے ٹیپو فیمابین سرکار کمپنی انگریز و سرکار نواب مستطاب معلی القاب نواب آصفجاہ بہادر صوبہ دار ملک دکن و سرکار پیشوا سوائی مادھو راؤ نراین پنڈت پردھان بہادر معرفت احترام الدولہ کپتان جان کنوی بہادر دلاور جنگ بموجب اختیار و اقتدار کہ از طرف گورنر جنرل ارل کارنوالس بہادر کہ برائے انصرام و انتظام جمیع امور

---

[1] یہ طے نامہ عہدنامجات مرتبہ ایچیسن میں شریک اور طبع نہیں ہوا ہے چنانچہ بنگالہ سے فوج بھیجنے کی نسبت ایک عہدنامہ سنہ ۱۷۹۰ء میں ہوا ہے اس کی شرط پنجم میں جو حوالہ درج ہے (دیکھو ایچیسنس ٹریٹیز طبع سوم جلد ۸ صفحہ ۳۰۷) وہ اسی عہدنامہ کی دوسری شرط سے متعلق ہے یہ ممکن نہیں کہ عہدنامۂ مذکور مرتب عہدنامجات کو بدست نہ ہوا پھر نہیں معلوم کہ کن وجوہ کی بناء پر یہ عہدنامہ جات مذکور میں داخل و شامل نہ ہوسکا۔

در تمام بنادر هندوستان متعلقه کمپنی انگریز بهادر از جانب پادشاه جم جاه و پارلمنٹ گریٹ برٹن
مامور اند به بهادر موصوف مفوض گشته بموجب دفعات ذیل بعمل آمد هر سه سرکار بر آں ثابت
مستقل خواهند بود و شرایط مندرجهٔ آں بلا تفاوت از هر سه سرکار بعمل خواهد آمد۔

دفعه اول۔ هر سه عهد نامه هائے سابق که از صلابت جنگ مرحوم معرفت کرنیل فورڈ
در ۱۷۵۹ء عیسوی و از نواب معلی القاب نواب آصفجاه بهادر معرفت جنرل کلیو در ۱۷۶۶ء و معرفت
کارپردازان چینا پٹن در ۱۷۶۸ء تحریر یافته و مکاتبه گورنر جنرل ارل کارنوالس بهادر مرقومه
هفتم ماه جولائی ۱۷۸۹ء که بجائے عهد نامه چهارم است بحال و برقرار مگر آں دفعات که از روے
عهد نامهٔ حال بوجه دیگر انتظام یافته باشد دوستی دایمی نسلاً بعد نسل فیمابین هر یک از طرفین
و قایم مقام طرفین بموجب عهد نامه هائے سابق بحال و برقرار۔

دفعه دویم ٹیپو با هر سه سرکار با وجودیکه عهد داشت نقض عهد با هر سه سرکار نمود
ازیں سبب ایں هر سه سرداران متفق شده عزم نموده حتی المقدور تنبیه او بعمل آرند که آئنده برائے
بدعهدی کردن در وطاقت نتوانند ماند و چوں هر سه سرکار دریں مهم شریک اند ملکے که ازیں
مهم بتصرف درآید مع آمدنی آں از وقت تصرف با خزاین و دفاین معتد به میان کمپنی و نواب
معلی القاب و راؤ پنڈت پردهان که پنڈت معزز برائے شرکت دریں مهم و مامور کردن فوجے
معقول اقرار نموده اند سه حصه مساوی مناسب سرحد ملک هر یک تقسیم خواهد یافت مگر تعلقات
پالیگیران مرقومه دفعه دهم از عهد نامه فیمابین کمپنی و راؤ پنڈت پردهان که معرفت مسٹر مالٹ قرار
یافته و بحضور نواب معلی القاب فرستاده شده و باز ازیں جا رفته اگر بمصلحت شرکا داخل تقسیم نباشند

مستثنیٰ از ملک متصرّفہ مذکورہ است افواج نواب معلّی القاب و راؤ پنڈت پردھان در ملک ٹیپو داخل شدہ شروع بجنگ و تسخیر خواہند کرد اگر پیش از آں انگریز ملک از ٹیپو خلاص کنانند در آں حصہ ہر دو سردار نیست۔

دفعہ سیوم۔ بوکلاء ہر سہ شرکاء برائے حاضر بودن پیشِ افواج ہر سہ کہ بر سر ایں مہم باشند پروانگی شود و نظر بر ایں کہ شرکاء را موافقت و اتحاد دلی ہمدیگر ہمیشہ بحال و برقرار ماند قرار یافتہ کہ در صورتے کہ فیمابین دو شریک تکرارے بمیاں آید شریک سیوم کفیل باشد کہ فیمابین ہر دو شریک واسطہ شدہ حتی المقدور سعی و کوشش نماید کہ تکرار مذکور را از روئے واجبی بر سبیل دوستی رفع سازد۔

دفعہ چہارم ہیچ کس از شرکاء ہیچ سوال و جواب علیحدہ با ٹیپو نماید بلکہ ہر چہ پیغامے از طرف ٹیپو پیش کسے بیاید آں کس اطلاع بدیگراں بدہد و مصالحہ با ٹیپو بے استرضائے ہر شرکاء بعمل نیاید۔

دفعہ پنجم۔ اگر ٹیپو بعد مصالحہ بملک قدیم یا جدید از سرکار کمپنی یا سرکار نواب معلّی القاب یا سرکار راؤ پنڈت پردھان مصدر خلل و فساد گردد یعنے ہرگاہ ابتدائے خلل و فساد از طرف ٹیپو باشد ہر یک از شرکاء حفاظت و حراست ملک ہمدیگر از اذیت و بدعت او کفیل خواہد بود و درخواست اخراجات حفاظت از ہمدیگر نخواہند نمود۔

دفعہ ششم تعلقات مقبوضہ و متصرفہ ہر سہ سرکار و مقبوضہ و متصرفہ رفقاء و متوسلان ہر سہ سرکار کہ ہر یک از شرکاء بموجب دفعہ صدر کفیل حفاظت تعلقات مذکورہ خواہند بود اسامی

آں تعلقات بعد انجام مہم مفصل نوشتہ شود۔

دفعہ ہفتم۔ ایں عہد نامہ کہ مشتمل بر ہفت دفعات است نواب معلی القاب نزد راؤ پنڈت پردھان و دلاور جنگ نزد مسٹر مالٹ برائے اطلاع ہر دو مغز خواہند فرستاد بعد ازآں دو قطعہ مزین بمہر و دستخط نواب معلی القاب پیش گورنر جنرل ارل کارنوالس بہادر فرستادہ شود گورنر جنرل موصوف در عرصۂ چہل و پنج روز یک قطعہ را مہر و دستخط خود کردہ پیش دلاور جنگ بہادر واپس خواہند فرستاد کہ بہادر موصوف تفویض نواب آصفجاہ خواہند نمود و قطعۂ دویم را در دفتر کمپنی داخل خواہند کرد و تا رسیدن قطعۂ مہری و دستخطی گورنر جنرل موصوف دلاور جنگ بہادر قطعہ مہری و دستخطی خود را از نواب معلی القاب واپس خواہند گرفت۔"

اس تہ نامہ کے مسودے کو کپتان جان کناوی نے گورنر جنرل کے پاس منظوری کے لئے روانہ کیا جس نے بہت کچھ حک و فک کے بعد اس کو منظور کیا اور چونکہ اس کے دفعہ دوم کی اصلاح کو گورنر جنرل نے پنڈت پردھان پیشوا کی رضامندی کی شرط سے منظور کیا تھا اس لئے اس کو پیشوا کے پاس بھیجا گیا وہاں سے واپس آنے پر یہ تکمیل پایا۔ اس عہد نامہ کی تکمیل کے بعد ایک اور معاہدہ اس امر پر طے پایا کہ ملک ٹیپو سلطان پر حملہ کرنے کے لئے منجانب نظام انگریزی فوج کو بنگالہ سے طلب کیا جائے جس کے دفعہ پنجم میں عہد نامہ مذکورہ کے دفعہ دوم کا حوالہ ان الفاظ میں دیا گیا ہے:۔

"آنچہ غنیمت بدست جمعیت پٹالن ہائے مذکور آید داخل سرکار بندگانعالی خواہد شد سوائے خزاین و دفاین معتدبہ کہ بموجب دفعہ دویم عہد نامہ میان ہر سہ شرکا تقسیم خواہد یافت"

ان معاہدوں کے تکمیل پانے کے بعد ۱۲۰۶ھ م ۱۷۹۱ء میں متحدین کی فوجیں آگے بڑھیں۔ بنگلور پر معرکہ ٹھیرا اس جنگ میں نظام کی طرف سے ان کے صاحبزادے سکندر جاہ شریک جنگ ہوے اور ان کے ہمراہ رکاب بڑے بڑے امرا تھے جن میں ارسطو جاہ اور ان کے صاحبزادے سیف الملک مشیر الدولہ مرتضیٰ یار خاں معروف بہ مالی میاں، یا معالی میاں اور میر عالم بھی تھے۔ بقول[1] صاحب حدیقۃ العالم ایک دفعہ لارڈ گورنر جنرل نے ٹیپو سلطان کے لشکر پر شبخون مارا اس کے بعد ہی ۲۰ رجمادی الثانی ۱۲۰۶ھ م ۱۳ رفروری ۱۷۹۲ء رات کے وقت ٹیپو سلطان نے غلام علی خاں اور رضا علی خاں کو بطور سفیر صلح افواج مخالفین کی طرف روانہ کیا یہ عید گاہ کے قریب اترے جہاں ان کے لئے ڈیرے نصب کئے گئے تھے اسی صبح کو ڈیڑھ پہر دن چڑھے میر عالم اور دلاور جنگ سرجان کناوی اور بجاجی پنڈت ان سے ملے اور صلح کی گفت و شنید ہوی آخر وکلا ٹیپو سلطان صلح کی پیش کردہ شرائط پر راضی ہوے اور وعدہ کیا کہ انھیں شرائط پر اپنے آقا ٹیپو سلطان کو بھی راضی کرلیں گے اور خیموں کو چھوڑ کر اپنے آقا کی طرف گئے اور ان کو سمجھا بجھا کر شرائط ذیل پر راضی کرلیا۔

(۱) تینوں لشکر کے سرداروں کو تین کروڑ[2] روپیہ نقد دیں۔

(۲) اپنے مقبوضہ ملک کا نصف حصہ ان تینوں فریق کو دیدیں۔

(۳) ادائی رقم مشروط اور ملک کی واگذاشت تک اپنے لڑکوں کو بطور یرغمال ان کے حوالہ کردیں۔

---

[1] حدیقۃ العالم مطبوعہ سیدی صفحہ ۴۷۵۔

[2] فارسی تاریخوں میں صرف تین کروڑ روپیہ لکھا ہے لیکن عہدنامہ جات سے تین کروڑ تیس لاکھ ظاہر ہوتا ہے۔

ٹیپو سلطان نے ان شرائط کو قبول کر کے صلح نامہ پر دستخط و مہر تصدیق کر دی اس کی رو سے سترہ لاکھ سولہ ہزار پگوڈا محاصل کا ملک نظام کو ملا۔ تکمیل صلح نامہ کے بعد میر عالم سکندر جاہ بہادر کے ہمراہ رکاب پانگل کی طرف واپس ہوے جہاں غفراں مآب آغاز جنگ سے اس وقت تک ٹھیرے ہوے تھے اور ۱۲ ر رمضان المبارک کو وہاں پہنچ کر حضور کی قدمبوسی سے شرف اندوز ہوے۔ اس صلح میں جو علاقہ ممالک محروسہ میں شامل ہوا اس کے بندوبست و عمل دخل کے احکام میر عالم کو ملے وہ ایک مرکزی مقام قرار دیکر وہاں پہنچے اور اپنے معتمد علیہ عہدہ داروں کو ہر سمت میں بندوبست کے لئے روانہ کیا جن میں راجہ چندو لال۔ کامگار جنگ مستقیم الدولہ۔ عبدالعزیز خاں بھی تھے۔ اس سمت کے بعض زمیندار (مثلاً راجہ اناگوندی زمیندار کنگ گیری و کارنگی وغیرہ) غلط فہمی سے سرکار نظام کے ان عہدہ داروں سے برسرپیکار ہوے لیکن معمولی لڑائیوں میں ہی وہ سب راہ راست پر آگئے کوئی جنگ طول نہ کھینچی

کھرڈلے کی جنگ کے اسباب اُس کی تیاری

اس جنگ سے واپس آنے کے بعد اعظم الامراء کے صاحبزادے علیل ہو گئے اور ایک عرصہ کی علالت کے بعد ۱۲۰۷ھ م ۱۷۹۲ء میں ان کا انتقال ہو گیا اس واقعہ سے اعظم الامراء حواس باختہ ہو گئے ایسے موقع میں جبکہ بعض معاملات میں مرہٹوں اور نظام کے مابین تعلقات میں کشیدگی کے آثار نمایاں ہو رہے تھے مدار المہام ریاست کی یہ حالت نامناسب تھی اس لئے میر عالم نے حضور میں عرض کی کہ مدار المہام کے اصلاح مزاج کی کوئی تدبیر کرنی چاہیئے تاکہ پیش پا افتادہ معاملات کی یکسوئی بہ احسن الوجوہ ہو سکے اعلحضرت نے انھیں سے علاج پوچھا۔ انھوں نے یہ تدبیر بتائی کہ پیرو مرشد اپنے کسی صاحبزادے کو

ان کے آغوش میں دیدیں تو اس عنایت و سرفرازی کی خوشی سے ان کا مداوا ہو جائیگا پس علیحضرت نے ارسطو جاہ کو یاد کر کے دل ولاسہ دیا اور سرپیچ مرصع اور ایک فرد شال کی مرحمت فرمائی اور اس کے ساتھ اپنے سب سے چھوٹے صاحبزادے میر جہانگیر علیخان ظفر جنگ سلطان الدولہ رئیس الملک سلیمان[1] جاہ بہادر کو (جن کا سن چھ مہینے چھ دن تھا) اعظم الامرا کی زوجہ سلطان بخش بیگم (جو مشیر الدولہ مالی میاں کی حقیقی والدہ تھیں) کے آغوش میں دیدیا۔ اس سرفرازی سے اعظم الامرا کے حواس بجا ہوے اور رنج وغم فی الجملہ دور ہوا اور وہ اس قابل ہوے کہ ریاست کے معاملات میں عموماً اور مرہٹوں کے معاملہ میں خصوصاً دلچسپی لیں۔ سرکار نظام اور پیشوا کے باہمی معاملات کی یکسوئی پیشوا کے وکلاء کے ذریعہ ہوتی نظر نہ آئی تو بندگانعالی نے ادھر میر عالم کو پونہ کی سفارت پر روانہ فرمایا اور ادھر فوج کی تہذیب و ترتیب کے احکام ارسطو جاہ کو دئیے بعض تاریخوں سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ سردیسکھی اور چوتھ کی بابتہ مرہٹوں اور نظام میں ایک عرصہ سے تکرار چلی آرہی تھی اس کو رفع کرنے کی خاطر میر عالم پونہ بھیجے گئے تھے لیکن تاریخ حدیقۃ العالم میں اصل معاملہ کو مخفی رکھنے کی کوشش کی گئی ہے چنانچہ اس میں خود میر عالم کے الفاظ میں اس سفر کی نسبت یہ بیان کیا گیا ہے کہ :-

" واین دولت[2] خواہ کہ پیش ازیں حسب الحکم حضور برائے درستی بعض امور بہ پونہ رفتہ بود بسعی مشکور از آنجا معاودت نمودہ بتاریخ چہاردہم شہر مزبور احراز شرف

---

[1] یہ اعظم الامرا کے انتقال کے بعد ان کی تمام جائداد کے اکثر و بیشتر حصہ پر قابض و متصرف ہوے اور ان کے بعد وہ تمام علاقہ و جائداد سرکار میں داخل ہوگئی ۱۲

[2] اسکی نسبت حیدر آباد افیرس کے مؤلف کا خیال ہے کہ اس موقع پر اصل مؤلف حدیقۃ العالم پونہ گیا ہے نہ کہ میر عالم (جن کے نام وہ تاریخ مشہور ہوگئی ہے) لیکن یہ خیال غلط ہے بعض ایسے خطوط ہماری نظر سے گزرے ہیں جن کے مطالعہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ میر عالم نے پونے کے سفر سے وہ خطوط لکھے ہیں یا ان کو اس سفر میں لکھے گئے ہیں ان سے قطع نظر ایک خط ایسا بھی ہمارے دیکھنے میں آیا ہے جس میں خود میر عالم نے اپنے سفر و سفارت کی اطلاع گورنر جنرل سرجان شور کو کی ہے ۱۲

ملازمت کردہ مورد عنایات خداوند نعمت گشتہ و راجہ شام راج ورگھوتم راو نیز

درآں روز بہ آستان بوسی مباہی شدند"۔

اس موقع پر ممکن تھا کہ صراحتاً "بنا بر تصفیہ سر دیسکھی و ادائے چوتھ" لکھا جاتا۔ اس طرز تحریر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بعض امور ایسے بھی تھے جن کا پوشیدہ رکھنا باعتبار اصول سیاست لازم تھا ہم جہاں تک غور کرتے ہیں کوئی امر ایسا نہیں معلوم ہوتا جو اس طرح خفیہ رکھے جانے کے قابل ہو چونکہ میر عالم کے اس سفارت پر روانہ ہونے کے بعد ہی کھرڈلے کی جنگ آغاز ہوئی ہے اس لئے قیاس یہ ہوتا ہے کہ اگر اس جنگ کے اسباب پر نظر ڈالی جاے تو ممکن ہے کہ اس سفارت کے تمام یا بعض اغراض پر روشنی پڑے۔ لیکن اس طرف توجہ کرنے سے اور زیادہ افسوس ہوتا ہے کہ اس جنگ کے اسباب پر بھی کسی مورخ نے تفصیلی روشنی نہیں ڈالی ہے اس معاملہ میں اس عصر کی تاریخیں ایک دوسرے کا خلاصہ معلوم ہوتی ہیں۔ ان میں سے تزک آصفیہ اور حدیقۃ العالم محض محاسبۂ چوتھ اور سر دیسکھی کی طرف اشارہ کرتے ہیں گرانٹ ڈف نے اپنی تاریخ (ہسٹری آف دی مرہٹاس) میں کھرڈلے کی جنگ کا ذکر کسی قدر تفصیل سے کیا ہے اس کے اسباب میں یہ بیان کرتے ہیں کہ مرہٹوں کو نظام کے بعض علاقے کی سر دیسکھی اور چوتھ کی رقم کے متعلق برسوں سے مطالبہ تھا اور اسی طرح نظام کو مرہٹوں سے بعض مطالبے تھے جن کے تصفیہ کی نسبت نظام کا خیال تھا کہ میسور کی جنگ کے بعد کوئی ثالث مقرر کیا جائیگا۔ اور چاہتے یہ تھے کہ تصفیہ کا دارو مدار انگریزوں پر رکھا جائے لیکن جنگ کے بعد جب کارنوالس کی مجوزہ ٹریٹی آف گارنٹی (سنہ ۱۷۹۲ء) اعلیٰ گورنمنٹ سے منظور نہوی جس کی رو سے کمپنی دیسی ریاستوں کے معاملات میں

مجاز مداخلت ہو سکتی تھی۔ تو سر[1] جان شور نے بہ حیثیت گورنر جنرل نظام اور مرہٹوں کے درمیان مداخلت سے صراحتاً انکار کر دیا۔ اس کے بعد مرہٹوں کے وکلاء جو دربار نظام میں تھے تصفیۂ مطالبات کے خواہاں ہوئے جن کے ساتھ مدار المہام (ارسطو جاہ) نے بر سرِ دربار تند کلامی کی اور یہی وجہ تحریک جنگ ہوئی۔

سفارت پونہ

میر عالم عین اُس زمانے میں جبکہ انگریز مداخلت سے انکار کر رہے تھے پونہ کی سفارت پر روانہ ہوئے اس سے یہ قیاس قایم کیا جا سکتا ہے کہ نظام چاہتے تھے کہ اپنا سفیر پونہ دربار میں بھیجکر معاملات کا تصفیہ کریں یا یہ کہ میر عالم چونکہ اکثر انگریزی عہدہ داروں سے شناسائی رکھتے تھے اور پونہ دربار میں انگریزی عہدہ دار مسٹر مالیٹ رزیڈنٹ کی حیثیت سے موجود تھے اس لئے ان کے ذریعے وہ اُدھر اور یہاں حیدر آباد کے رزیڈنٹ سر جان کناوی کے ذریعہ سے گورنر جنرل پر اس معاملہ میں مدد دینے کے لئے زور ڈالیں چنانچہ سر جان کنوی کے ایک مراسلہ سے اس کا اظہار ہوتا ہے جس نے اپنے یکم جنوری سنہ ۱۷۹۴ء کے ایک مراسلہ میں گورنر جنرل کو اس امر کی جانب توجہ دلائی تھی کہ نظام بوجہ اس کے کہ مرہٹوں کے خطرے میں ہیں انگریزوں کے ساتھ مصالحت پر آمادہ ہیں اس موقع کو ہاتھ کر لیا جائے تو اس سے ان کے ممالک انگریزوں کے زیر اثر آجانے کی توقع ہے میر عالم ہی کو سفیر بنا کر پونہ بھیجنے کی وجہ ان کے ایک خط سے جو انھوں نے سر جان شور کو لکھا ہے یہ معلوم ہوتی ہے کہ راؤ پنڈت پردھان کے سربراہ کار عہدہ داروں نے

---

[1] کارنوالس کے ولایت جانے پر سر جان شور گورنر جنرل مقرر ہوئے تھے جو سنہ ۱۷۹۳ء سے سنہ ۱۷۹۸ء تک (م سنہ ۱۲۰۸ تا سنہ ۱۲۱۳ھ) اس خدمت پر رہے اور بعد میں لارڈ ٹین موتھ ہوئے۔

یہ استدعا کی تھی کہ میر عالم اس سفارت پر نامزد کئے جائیں چنانچہ اس خط کی عبارت یہ ہے

"......... دریں ولا برائے تنقیح معاملات فیمابین کہ بہ حسب اشتراک سرکار عالی و راؤ پنڈت پردھان از قدیم الایام بعلاقہ چہارم وسردیسکھی را و موصوف ہمیشہ از ہر دو سرکار روبکار می شود از حضور پرنور رخصت مخلص برطبق استدعائے کارپردازان راو موصوف حاصل گردید انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب روانہ آں طرف می گردد........"

بہرحال میر عالم کے اس سفارت کے واقعات کی تفصیل معلوم نہیں ہوتی جو کچھ حالات اس سفر کے معلوم ہوتے ہیں وہ ان کے لکھے ہوئے اور ان کے موسومہ خطوط سے معلوم ہوتے اور اس طرح جتنے معلومات بھی فراہم ہو سکے یہ ہیں کہ میر عالم ۱۲۰۸ھ کی عید الضحیٰ کے بعد اس سفارت پر حیدرآباد سے راہی ہوئے ان کے ہمراہ فوج کا ایک گارڈ موسیٰ جام میتیس کی سرکردگی میں تھا اور راجہ شام راج اور راجہ رگھوتم راؤ ان کے شریک سفارت تھے لیکن وہ میر عالم کے بعد بلدہ سے روانہ کئے گئے تھے جو ان سے ۲۰ ذیحجہ کو پونہ سے قریب ملحق ہوئے۔ ۲۲ ذیحجہ کو وہ دریائے بھیمرا کے کنارے پہنچے اور پیپر گانوں کے گھاٹ سے ۲۵ ذیحجہ کو دریا عبور کیا۔ ۲۹ ذیحجہ کو سرداران مرہٹہ اور پنڈت پردھان سے ملاقات کی مسٹر مالیٹ (انگریزی رزیڈنٹ مقیم پونہ) سے صرف یہ اطلاع ملی کہ کارپردازان ریاست مرہٹہ نے میر عالم کے وہاں پہنچنے سے قبل امر مابہ البحث کے متعلق دوستانہ تحریک کا آغاز کر دیا تھا جس کی تفصیل نہ میر عالم کے کسی خط سے معلوم ہوتی ہے نہ حیدرآباد کے رزیڈنٹ کے کسی خط سے اور نہ ہم اس کو صحیح باور کر سکتے ہیں اس واسطے کہ اگر دوستانہ تحریک کا آغاز ہو جاتا تو اس کا نتیجہ یہ نہ ہوتا کہ جنگ چھڑ جاتی جیسا کہ بعد میں ہوا۔

اس زمانے میں ایک روز دربار وزارت میں ارسطو جاہ نے میر عالم کے وکیل مستقیم الدولہ سے شکایت[1] کی کہ میر عالم جاتے ہوئے تو کہہ گئے تھے کہ منزل بمنزل کے واقعات اور حالات اور اپنی خیریت سے اطلاع دیتے رہیں گے لیکن اب تک کوئی کیفیت نہیں معلوم ہوی جب تک کوئی اطلاع نہ ملے طبیعت متردد رہیگی۔ مستقیم الدولہ نے یہ کہہ کر رفع خیال کیا کہ منازل طولانی اور راستہ میں ٹپہ کا انتظام نہ ہونے کے باعث ایسا ہوا ہوگا ورنہ وہ ضرور ہر منزل کی اطلاع و کیفیت لکھتے معلوم یہ ہوتا ہے کہ جب میر عالم پونہ پہنچ گئے تو وہاں کے واقعات و رودِ اومباحث سے تفصیلاً ارسطو جاہ کو اطلاع کی ہوگی لیکن افسوس یہ ہے کہ وہ ہم کو ملے نہیں۔

کھرڈلے کی جنگ

میر عالم کے پونہ پہنچنے کے بعد بھی باہمی غلط فہمی رفع نہیں ہوئی تو معاملہ یہاں تک پہنچ گیا کہ مرہٹوں کی فوج اپنے علاقہ سے گزر کر ممالک محروسہ میں در آئی جس کی اطلاع ملنے پر نظام بھی اپنی افواج کے ساتھ بیدر کی سمت کوچ فرمائے آخر ۲۹ شعبان ۱۲۰۹ھ م ۲۱ مارچ ۱۷۹۵ء کو بیدر سے آگے کھرڈلے کے میدان میں مرہٹوں کی فوج سے مقابلہ ہوا کہتے ہیں کہ اس جنگ میں مرہٹوں نے بندگانعالی کے بعض سرداروں کو جو اعظم الامرا کے مخالف تھے اپنا بنا کے اُن کو اس امر پر راضی کر لیا کہ وقت ضرورت لڑتی ہوی فوج کو مدد دینے سے کسی

---

[1] مستقیم الدولہ نے اپنے ایک خط موسومہ میر عالم میں اس کا ذکر کیا ہے چنانچہ خط کے اس حصہ کی اصل عبارت یہ ہے:۔ "........ و ذکر خیر آنجناب گلہ آمیز بر زبان آوردند کہ بوقت رخصت گفتہ شدہ بود کہ از ورود ہر منزل از نوید خیریت خود آگہی می دادہ باشند کہ تا رسیدن خبر طبیعت معلق خواہد بود در جواب عرض نمودہ شد کہ ظاہرا بہ سبب طے منازل طولانی و نبودن ٹپہ بر سر راہ اتفاق نہ شدہ باشد والا منزل بہ منزل اطلاع نوشتہ فرستادند......"

حیلے باز رہیں اسی وجہ سے جنگ کا نتیجہ اعلیٰحضرت کے حق میں مفید نہ نکلا لیکن مارش من[1] نے اس لڑائی میں نظام کی شکست کا سبب یہ بتایا ہے کہ ان کے ساتھ جنگ میں ان کا زنانہ بھی تھا جس میں ان کی عزیز بی بی توپوں کی آوازوں سے ڈر کر اس امر پر مصر ہوئیں کہ نظام میدان جنگ میں توپوں کی زد سے دور ہٹ جائیں حتیٰ کہ انھوں نے یہ دھمکی دی کہ اگر وہ نہ ہٹیں گے تو وہ بے پردہ مردانے میں نکل آئیں گی سبب کوئی ہو بہر حال مجبوراً اعلیٰحضرت کھرڑلے کے قلعہ میں ٹھیر گئے اور مخالف فوجیں آس پاس پڑی رہیں صلح کی چھیڑ چھاڑ شروع ہوی ان شرائط صلح پر آخر بندگانعالی نے رضامندی ظاہر کی:۔

(۱) اعلیٰحضرت بابتہ ادائی بقایاء چوتھ مبلغ تین کروڑ پنتیس لاکھ روپے محاصل کا علاقہ مرہٹوں کو دیدیں۔

(۲) اپنے وزیر اعظم الامرا کو بطور اسیر مرہٹوں کے سپرد کر دیں۔

اس صلح سے فارغ ہو کر اعلیٰحضرت بیدر واپس ہوے میر عالم کو جب جنگ چھڑ جانے کی اطلاع ملی تو وہ پونہ سے واپس ہوے ۱۴ رمضان ۱۲۰۹ھ م ۵ اپریل ۱۷۹۵ء کو بیدر میں بندگانعالی کی قدمبوسی کا شرف حاصل کیا اور الطاف شاہی ان کے حال پر مبذول ہوے۔

انگریزی فوج کی برطرفی اور فرانسیسی فوج کا اضافہ

نظام کھرڑلے کی جنگ میں انگریزوں کے انکار اعانت سے آزردہ خاطر تھے اور ہونا بھی چاہئے تھا۔ اس واسطے کہ کمپنی سے ابتک جتنے معاہدے ہوے تھے اس میں یہ شرط ضرور تھی کہ وہ فوجی مدد دیں گے چنانچہ ۱۱۸۱ھ م ۱۷۶۷ء کے

---

[1] ہسٹری آف انڈیا مصنفہ جان کلارک مارشمن حصہ اول صفحہ (۳۹۴)۔

عہدنامہ میں بعوض پانچوں سرکاران شمالی کے قبضے کے انگریزی کمپنی نے وعدہ کیا تھا کہ ایک دستہ فوج نظام کے صحیح و واجب معاملات کے تصفیئے کے لئے حسب ضرورت مستعد و آمادہ رکھیگی اور جس سال نظام کو ضرورت ہو تو اس سال صرف تین سرکاران (راجمنڈری ایلور مصطفی نگر) کی بابت پانچ لاکھ روپے بطور پیشکش دیگی۔ لارڈ کارنوالس نے جو خط بہ حیثیت عہدنامہ ۱۲۰۲ھ م ۱۷۸۹ء میں بہ تصریح عہدنامہ مسبوق الذکر لکھا ہے اس میں بھی اس عہدنامہ کی توثیق کی، تنسیخ نہیں کی اور ۱۲۰۴ھ م ۱۷۹۰ء کے معاہدۂ پانگل میں بھی اس کی کوئی تنسیخ نہیں ہوئی تھی اور سرکاران شمالی بدستور انگریزی کمپنی کے قبض و تصرف میں تھے۔ پس اس عہدنامہ کی رو سے انگریزی کمپنی کو چاہیئے تھا کہ سرکار نظام کی ملازم انگریزی فوج کو ان کے مطالبہ پر دے دیتی اگر دینا نہیں چاہتی تھی تو اس کو چاہیئے تھا کہ مرہٹوں اور نظام کے درمیان دخیل ہوکر بیچ بچاؤ کر دیتی۔ لیکن دکن کی دیسی ریاستوں میں سے جس طرح ٹیپو سلطان کی قوت کو کمزور کر دیا گیا تھا۔ اسی طرح وہ چاہتے تھے کہ یہ دونوں قوتیں بھی توڑ دی جائیں واقعات کے اعتبار سے یہ لازم تھا کہ اگر کوئی تیسری قوت مداخلت کر کے بیچ بچاؤ نکرے تو یہ دونوں ضرور لڑ پڑتے ایسی صورت میں صحیح اصول سیاست یہی ہو سکتا تھا کہ نیوٹرل پالیسی اختیار کر کے دونوں کو لڑنے اور اس طرح آپس میں لڑ بھڑ کر کمزور ہونے دیا جائے اور اس کے بعد ان کی کمزوری سے تیسرا فائدہ اٹھائے۔ اس اصول کے سوائے اگر کوئی اور اصول اختیار کیا جاتا جیسا کہ ارل کارنوالس نے ٹریٹی آف گارنٹی کی تجویز نکالی تھی تو وہ یقیناً آئندہ کمپنی کی بدنامی کا باعث ہوتی اس امر کے مدنظر کمپنی نے عدم مداخلت کے اصول کو اختیار کیا اور نظام مدد مرہٹوں کے

باہمی معاملات میں دخل دینے سے انکار کردیا۔ جب انگریزی کمپنی نے مرہٹوں کے مقابلے میں فوجی مدد دینے اور مداخلت کرنے سے انکار کر دیا اور نظام کھرڈلے کی جنگ کی شکست سے بُزدل ہو گئے تو راجہ شام راج نے جو ارسطو جاہ کے مرہٹوں کے سپرد ہونے کے بعد سے خدمت دیوانی پر مامور تھے ان امور کو بندگانعالی کے ملاحظہ میں لایا کہ اس انگریزی فوج سے سرکار کا بڑا ہی صرفہ بیٹھتا ہے اور پھر وقت ضرورت کام بھی نہیں آتی اس لئے اس کا رکھنا اسراف میں داخل ہے اس پر نظام نے اسکی برطرفی اور فرانسیسی فوج کی بھرتی کا حکم جاری فرمایا۔ اوران کی تنخواہ میں ایک علاقہ (میدک) دیدیا۔ اس کی اطلاع انگریزی کمپنی کے عہدہ داروں کو ہوئی تو ان کے رزیڈنٹ شوکت جنگ ولیم کرک پیاٹرک نے اس خیال سے کہ یہ قوم ریاست حیدرآباد میں قوت نہ پکڑے اس کے خلاف ذریعۂ مراسلہ مورخہ ۲۹ ڈسمبر ۹۵ء سنہ لکھا کہ یہ قباحات سے خالی نہیں خصوصًا ایسی صورت میں جبکہ انگریزی اور فرانسیسی قوموں کے درمیان محض خیر خواہی عائمہ رئیسان و فوائد عموم خلایق کی بنا پر نزاع و نفاق پھیلا ہوا ہے اس قوم کو اس طرح ترقی واقتدار دنیا آئین اتحاد انگریزی کے منافی ہے اور اس سے کمپنی والوں کے خیال میں بعض امور کے احتمالات کا امکان ہے اصل رقعہ کی عبارت حسب ذیل ہے۔

"میر صاحب مہربان قدردان مخلصان سلامت

دریں ولا از خارج مسموع شد کہ تعلقہ میدک بتعہد اثر دار الدولہ موسیٰ ریموں قرار یافتہ نوشت خواند قبولیت مشار الیہ داخل سرکار شد چوں دادن تعلقہ بایں فرقہ علی الخصوص چنیں جا کہ از سرحد کمپنی انگریز بہادر از بعضی مقام چنداں فاصلہ ندارد در عقل مخلص کہ از تہ دل دولت خواہی

سرکار دولتمدار پیش نہاد دارد خالی از قباحات عمدہ نمی نماید خصوصاً درچنیں وقت کہ فیما بین

ایں قوم و قوم ما بطورے کہ نزاع و نفاق است برائے سامی روشن و مبرہن است و ہرچند

کہ ایں نزاع صرف برائے فواید و حقوق خود نبودہ بلکہ متضمن خیر خواہی عامۂ رئیسان و مشتمل فوائد

عموم خلایق است و چوں سرکار عالی و سرکار کمپنی انگریز بہادر نظر بکمال اتحاد حکم واحدیت دارد

ایں مردم را در عرصۂ ترقی و اقتدار بایں وضع آوردن منافی آئین اتحادی تواند شد و از وقوع

ایں چنیں امور احتمالات چند درچند خدانخواستہ در خیال کوتاہ بینان گنجایش تواند داشت

بنا برآں از راہ دولت خواہی اظہار ایں مراتب ضرور افتاد آں مہربان دانا و دور اندیش اند

حسن و قبح ایں معنی را غور نمودہ بعرض اقدس اشرف رسانند زیادہ مسرت باد۔"

شرحِ دستخط ولیم کرک پاٹرک

اس رقعہ میں ایک استدلال یہ ہے کہ میدک جو موسیٰ ریموں کے تعہد میں دیا گیا تھا۔

انگریزی کمپنی کے بعض سرحدی علاقہ سے زیادہ فاصلہ نہیں رکھتا اس لئے اس کا ان کے سپرد

کرنا منافی اتحاد انگریزی ہے۔ حیدرآباد کی ریاست سے واقفیت رکھنے والے جانتے ہیں کہ میدک

قریباً مرکز ممالک محروسہ میں واقع ہے اور اُن دنوں میدک سے قریب کوئی علاقہ انگریزی

کمپنی کے قبضہ یا تصرف میں نہیں تھا یہ استدلال محض اس وجہ سے کیا گیا تھا کہ اس تعہد سے

فرانسیسیوں کے جس اقتدار و قوت کے پانے کا امکان تھا اُس کو قایم نہونے دیا جائے

اس میں شک نہیں کہ جس طرح انگریزی فوج کے عہدہ دار فرانسیسیوں کے مخالف تھے اور چاہتے

کہ اُن کو نظام کے ساتھ متحد ہونے اور ان کے ازدیاد قوت کا باعث ہونے سے روکا جائے

اسی طرح نظام بھی یہی چاہتے تھے کہ فرانسیسی اور انگریزی فوجوں کو پہلو بہ پہلو ایک حالت پر لیکر چلیں تاکہ اگر خطرہ فرانسیسیوں سے ہو تو انگریزوں سے مدد لیں اور اگر انگریزوں سے ہو تو فرانسیسیوں سے مدد حاصل کریں جب تک ہماری ریاست اس پر عمل پیرا رہی کسی مغربی قوت نے اس پر غلبہ نہیں پایا۔

اسی زمانہ میں اس فرانسیسی فوج کے ایک حصّہ کو سرکار نظام کی طرف سے کڑپہ اور کھمم میں متعین کیا گیا تاکہ اس فوج کے ذریعے اُن مخالفین کا سدّباب ہوسکے جو اس سمت سے ممالک محروسہ پر دست درازی کریں چونکہ یہ تعلقے انگریزی کمپنی کی سرحد سے متصل تھے اس لئے لارڈ کورنوالس کو شبہ ہوا کہ یہ کوئی جارحانہ کارروائی ہے چنانچہ اس نے اپنی یادداشت مورخہ ۱۵ ر جون ۱۷۹۵ء میں یہ لکھا ہے کہ:۔

"یہ کارروائی مجرمانہ تو نہیں البتہ شبہ انگیز ہے موسیٰ ریموں کی فوج کو وہاں سے واپس بلا لینے کے لئے نظام کو مائل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔"

انھیں تعلقوں کی متعینہ فرانسیسی فوج میں اضافہ کرنے کے لئے ایک اور حصّہ جمعیت بھیجنے علاقۂ سرکار عالی سے میر عالم کے ذریعے پروانہ راہداری طلب کیا گیا تھا شاید اس وجہ سے کہ انگریزی علاقہ پر سے وہاں پہنچنے میں سہولت تھی۔ رزیڈنٹ ولیم کرک پیاٹرک نے کئی وجوہ کی بناء پر میر عالم کو لکھا کہ اجراء پروانہ سے مجبوری ہے یہاں اس غرض سے کہ وجوہ مینہ صاف روشنی میں آئیں رزیڈنٹ موصوف کے خط مورخہ ۳۰ ر ڈسمبر ۱۷۹۵ء کا اقتباس پیش کیا جاتا ہے:۔

"...... اول این که این سخن کلیه نو وغیر معمول است یعنے رفتن جمعیت سمت کھم از تعلقه سرکار
کمپنی انگریز بہادر خصوصاً چوں دریں ولا ضرورتے زیادہ تر داعی این مراتب نبوده باشد نسبت
گذشته که پارۂ در ماهِ ذیحجه از جمعیت موسیٰ ریموں بکھم بدون عبور از تعلقات سرکار ممدوح رفته بود
دوم اینکه چه احتیاج تواند بود که جمعیتے دیگر بر جمعیتے که آنجا موجود است فرستاده شود درچنیں مقام
که ملحق از تعلقات سرکار کمپنی که بفضلِ الٰہی با سرکار دولتمدار اتحاد و واثق حکم واحدست دارد۔
سیوم اینکه تاالآن در نظر عوام بس تعجب و نا دوستانه می نماید که درچنیں وقت چگونه بمزاج مبارک
حضرت بندگانعالی متعالی مناسب می نماید که احدے و تنفسے از جمعیت فرانسیس برپا
باشد بر مکانے مثل کھم که کمال الحاق تا سرحد سرکار کمپنی انگریز بہادر دارد دریں ہرگاه حال چنیں
باشد الحال از زیاده متعین شدن این جمعیت دریں چنیں مقام چه قدر خیالات رو خواهد نمود
بر حضرت بندگانعالی متعالی روشن است که دریں وقت مابین فرقه انگریز این فریق که بزعم خود خود را
رئیس فرانس می شمارند مناقشه درپیش است و ہرچند آں مناقشه نوعے است که در آں صرف
پاس فواید و حقوق خود منظور نبوده بلکه خیرخواهی عامۂ رئیساں و فوائد عموم خلایق پیش نهاد خاطر
است چنانچه در شقۂ دیشب شمۂ ازیں مراتب نوک ریز خامه وداد گردید تاہم درچنیں وقت ویں
منازعه از نگاهداشتن حضرت بندگانعالی متعالی جمعیت فرانسیس را بر سرحد سرکار کمپنی خداوند که
رئیسان گرد و نواح چه گمان ها بخاطر برند و انجام این معنی هرچند کسے دوربینی بکار برد نمی تواند
دریافت نمود یعنے که کدام قباحات و تکرارات ازیں ناشی تواند شد چه نظر بر بدخواهی این فرقه
علی الخصوص در حق اہل انگریز و فی الجمله برہمی انتظام عامه برایا درچنیں جائے نازک مصلحت آں

می نماید حکومت و اقتدار بدست یکے از امرا باشد کہ بعقل دور اندیش فواید دوستی ہاے ہر دو سرکار بخیال خود جا دادہ ہمیشہ در فکر ایں باشد کہ خدانخواستہ خللے درمیان اتحاد کہ بفضل الٰہی مستحکم است روند ہد۔ بہ کسانے کہ مطابق رویہ و تیرہ خود ہا ضرورت نظر بفواید خود رخنہ در بنیاد دوستی ہا اندازند۔ چہارم اینکہ نظر بر ایں ماجرا کہ چندے گریختگاں سرکار کمپنی انگریز بہادر چہ گورہا و چہ سپاہیاں باوجود تقیدات و حکم محکم حضرت بندگان عالی متعالی درباب سپردن آنہا در ظل حمایت موسیٰ ریموں می باشند دریں صورت چہ طور اطمینان سرکار کمپنی انگریز بہادر خواہد شد کہ موسیٰ جان متیس وقت عبور از تعلقہ سرکار ممدوح دیگراں را ہمیں وضع پیش خود جا نخواہد داد۔ اگر گویند کہ خطرہ ایں معنی زاید است چرا کہ دریں صورت باز حکم عالی متعالی درباب واپس دادن خواہد رسید۔ جواب می گوئیم کہ موسیٰ متیس را از خیال ایں معنی باز ماندن ازیں حرکت معلوم۔ چہ مشار الیہ خواب می داند کہ صدور احکام چیزے است و بعمل آوردن چیز دیگر واگر منافی مرقوم الصدر گویند کہ ہر چند ایں جمعیت در حکم اہل فرانس ہستند تاہم آں را جمعیت فرانسیس نتواں شمرد چرا کہ درمیان ایشاں و دیگر جمعیت سرکار دولت مدار در متابعت تفاوتے نیست۔ جواب می گوئیم باوجودیکہ باسباب ظاہر در حضور چنیں باشد لیکن حقیقت این است کہ سرداران مذکور آں جمعیت را باطنا پیش خود جمعیت می شمرند بلکہ بظاہر ہم بے پردہ ایں جمعیت را بجمعیت فرانسیس نامیدہ اثر ایں مراتب کہ بہ ثبوت پیوستہ سنجیدہ گردد۔ خلاصہ دوستدار چوں دولت خواہ سرکار دولت مدار و نوکر سرکار کمپنی انگریز بہادر ایں قدر مجملاً وا نمایاً نا برائے غور نمودن دانایاں ترقیم ساختن لازم و واجب دانستم آں مہربان کہ بفضل الٰہی دانا و دور اندیش و

فہمیدہ اندایں تمامی مراتب بمیزان عقل و دور اندیشی سنجیدہ بحسن و قبح آں پے بردہ بعرض اشرف اقدس رسانند واز دادن دستک معذور دارند۔ زیادہ مسرت باد۔"

جواسباب کہ پیش کئے گئے ہیں حقیقۃً اصول استدلال و سیاست کے مطابق ہیں اگر یہ فرض کیا جائے کہ بعوض انگریزی کمپنی کے فرانسیسی گورنمنٹ ہوتی اور نظام انگریزی فوج کو وہاں متعین کرنے کے لئے پروانۂ راہداری اُن سے طلب کرتے تو بہ اتباع اُصول حکومت ان کا بھی صحیح جواب یہی ہوتا کہ پروانۂ راہداری دینے میں مجبوری ہے، گو دلایل بعینہ یہ نہوتے۔

اس زمانے میں انگریزی اتحاد کے صلاح کار اور سفیر میر عالم تھے جب انگریزی فوج کی برخاست کا حکم اُن کو پہنچا تو انھوں نے اپنی دور اندیشی اور عاقبت بینی سے معروضہ[1] کیا کہ یہ امر خلاف مصلحت ہے کیونکہ انگریزوں کے ساتھ سعی بلیغ اور حسن تدبیر سے اتحاد پیدا کرکے ان کی فوج کو ملازم کرلیا گیا ہے اور اسی سے ہماری ریاست کا استحکام اور سطوت و صولت قایم ہے اس حکم سے بندگانعالی کا رعب و داب ان کے دلوں سے اور اس ریاست کے دشمنوں سے اٹھ جائیگا اور حادثات اور مہمات پیش آتے جائیں گے جن کا مقابلہ دشوار ہو جائیگا مگر اس معروضہ پر کوئی لحاظ نہیں ہوا اور فوج کی برخاست کا حکم بحال رہا۔ برطرف شدہ فوج کتتل واڑا پلی (علاقۂ سرکار نظام) تک ہی پہنچی تھی کہ صاحبزادہ عالیجاہ[2] نے ۹ر ذی الحجہ ۱۲۰۹ھ م ۲۷ر جون ۱۷۹۵ء کو

---

[1] حدیقۃ العالم مطبوعہ مطبع سیدی ص ۴۱۰ ۔

[2] نواب نظام علیخاں بہادر کے پہلے صاحبزادے ہیں احمد علیخاں نام بخشی بیگم صاحبہ کے بطن سے ۱۱۹۶ھ میں تولد ہوئے اور ۱۲۰۸ھ میں بسالت جنگ کی صاحبزادی صالحہ بیگم سے ان کا عقد ہوا اس عقد سے دو لڑکیاں تولد ہوئیں (۱) عالم آرا بیگم (۲) ظہور النسا بیگم عالیجاہ کا انتقال ۱۲۱۰ھ میں ہوا۔

شب عید میں بعض نا عاقبت اندیشوں کے اغوا پر خروج کیا اور افواج فراہم کرکے بیدر کی طرف چل نکلے۔ اعلیحضرت نے ایک نصیحت نامہ بخشی بیگم صاحبہ والدۂ عالیجاہ بہادر کی مہر سے روانہ کیا مگر صاحبزادہ پر اس کا کوئی اثر نہ ہوا بصلاح اتیاز الدولہ ممتاز الامراء (ہمشیرہ زادۂ غفراں مآب) حضور صاحبزادہ کو علاقۂ نرمل و برار کی سند جاگیر مرحمت فرمانا چاہتے تھے تاکہ وہ اس مسرت میں اپنی حرکت سے باز آجائیں اس اطلاع پر میر عالم نے معروضہ کیا کہ عالیجاہ بہادر کو جاگیر دینا موجب خلل ہے اس سے رفتہ رفتہ ان کو قوت حاصل ہوگی اور امرا اور رعایا، ان کی طرف مائل ہوجائینگے تو زمام ریاست خود بدولت کے دست قدرت سے نکل جائیگی۔ بالفعل صلاح دولت یہ ہے کہ برخاست شدہ انگریزی افواج ابھی حدود ریاست سے باہر نہیں ہوی ہونگی واپس طلب فرمالی جائیں اس موقع پر یہ بتانا نامناسب نہیں ہے کہ غفراں مآب نے برخاست فوج انگریزی کا حکم دیدیا تھا تو اس کے معنے یہی تھے کہ انگریزی کمپنی سے سرکار نظام نے قطع تعلق کرلیا اس کے بعد اس موقع پر میر عالم نے اپنی فہم رسا سے اس فوج کو واپس طلب کرنے کا مشورہ دیا وہ حالات اور مواقع کے اعتبار سے بروقت تھا اور اس اتحاد کے قیام کا سہرا فی الحقیقت میر عالم کے سر ہے اس واسطے کہ اس واقعہ سے اس قطع شدہ اتحاد کی تجدید ہوی جس کا قیام خدا کے فضل سے اب تک ہے میر عالم کے معروضہ پر ان کو ان افواج کے واپس طلب کرنے کا حکم ہوا حسب الحکم انگریزی فوج کنڈاپلی (مصطفےٰ نگر) پر ماہ اگسٹ میں جمع ہوی اور میجر رابرٹس کے تحت روانہ ہوکر ۲۱۔ اگسٹ کو حیدرآباد پہنچی اور یہاں سے میر عالم کے زیر اثر کوچاکوچ اورنگ آباد کی سمت روانہ ہوی صاحبزادہ کے ہمراہیوں نے پونہ سے استمداد کی مگر جواب نفی پایا جب مدد بھی

نہ ملی اور فوج پر فوج جمع ہوگئی تو صاحبزادہ صاحب جزدار ہوے اور اپنی فوج لیکر ان حضوری سرداروں کے ہمراہ اعلیحضرت سے عفو جرم کے لئے چل نکلے لیکن تپ محرقہ میں مبتلا تھے حیدرآباد پہنچنے سے قبل راستہ ہی میں انتقال کیا بعض کا خیال ہے کہ پشیمانی میں ہیرا چاٹ گئے ۔

مارکویس ویلزلی گورنر جنرل ہند اور اُن کی پالیسی

۱۲۱۲ھ م ۱۷۹۷ء میں اعظم الامرا پونہ سے واپس آئے اور آتے آتے ممالک محروسہ سرکار عالی میں سے اس قطعہ کے سہ ربع حصہ پر جو عہدنامہ کھرڈلہ کی رو سے مرہٹوں کو دیدیا گیا تھا اپنا قبضہ کرتے آئے ان کا حیدرآباد واپس آنا انگریزی اتحاد کے لئے اور مفید ہوا۔ ان دنوں انگریزی کمپنی کو ٹیپو سلطان کا بہت خوف تھا اور اسی وجہ سے فوج کے برخاست کرنے اور پھر واپس طلب کر لینے پر کوئی توجہ نہیں کی گئی اور ۱۲۱۳ھ م ۱۷۹۸ء میں جب مارکویس ویلزلی گورنر جنرل ہوکر ہندوستان آئے تو انھوں نے عدم مداخلت کی پالیسی سے انحراف کیا اور ٹیپو سلطان کی روزافزوں قوت کے قلع قمع کرنے کے درپے ہوے اور اپنے اسی خیال کا اظہار مراسلہ مورخہ ۲۳ فروری ۱۷۹۸ء میں بورڈ آف کنٹرول کے پریزیڈنٹ سے[1] ان الفاظ میں کیا ہے :-

”یہ کوئی دوراندیشانہ پالیسی نہیں ہے کہ نظام اور مرہٹے دونوں آپس میں لڑکر کمزور ہوجائیں درآنحالیکہ ٹیپو سلطان آرام میں ہیں،،

انھوں نے اس امر پر توجہ کی کہ مرہٹوں اور نظام کو معاہدوں کے ذریعے سے اپنے قابو میں لایا جائے تاکہ وہ ٹیپو سلطان سے متفق ہوکر کہیں ان کی قوت میں اضافہ کرنے کے

---

[1] میموار اینڈ کرسپانڈنس آف مارکویس ویلزلی مرتبہ آ۔ آر پیرس جلد اول صفحہ ۱۵۰۔

باعث ہنوں نظام دو امور کی بناء پر ٹیپو سلطان سے مخالف ہو گئے تھے ایک تو یہ کہ ٹیپو سلطان نے اپنے لڑکوں کی نسبت غفراں مآب کی لڑکیوں کے ساتھ کرنے کی تحریک کی تھی جس سے ٹیپو سلطان کی غرض سوائے اس کے کچھ نہیں تھی کہ نظام کے ساتھ اتحاد قایم کرکے اپنے مخالفین پر غلبہ حاصل کریں لیکن امرائے دربار نظام کی کوتہ نظری سے نہ صرف پیام سے انکار کیا گیا۔ بلکہ نظام کے دل میں ٹیپو سلطان کی طرف سے بغض و حقد پیدا کر دیا گیا جس کیلئے مواد موجود بھی تھا کہ ٹیپو سلطان اعلیٰ خاندان سے تعلق نہیں رکھتے تھے اور دوسرا یہ کہ ٹیپو سلطان نے علاقۂ نظام کے بعض قلعہ جات پر قبضہ بھی کر لیا تھا۔ انھیں دو وجوہ سے نظام کو اپنا متحد الخیال بنا لینے میں انگریزوں کو کوئی مشکل نہ ہوی۔

عہدنامۂ امدادی کی تکمیل اور فرانسیسی فوج نظام کی برطرفی

اہالیان کمپنی نے ایک عہدنامہ ۱۹ ربیع الاول ۱۲۱۳ھ م یکم ستمبر ۱۷۹۸ء میں نظام کے ساتھ کرلیا۔ یہ عہدنامہ جس جلدی میں طے ہوا ہے وہ دکن کی تاریخ کے مطالعہ کرنے والوں سے پوشیدہ نہیں ہے اس کی وجہ یہی تھی کہ ان دنوں ٹیپو سلطان نے گورنمنٹ مارشیس سے خفیہ مراسلت کے ذریعے سمجھوتا کر لیا تھا اور اسی سمجھوتے کی بنا پر کئی فرانسیسی عہدہ دار بہ تبدیل ہئیت ان کی ریاست میں داخل ہو چکے تھے اور اندیشہ تھا کہ ایک بڑے بھاری حملے کے ذریعے ٹیپو سلطان تقریباً پورے دکن کے قابض و مالک ہو جائیں گے اس لئے لازم تھا کہ ان کے منصوبے صورتِ عمل میں آنے سے پہلے ہی فریق مخالف اُن کے ملک میں داخل ہو جائے اور وہیں اُن سے برسرِ پیکار ہو تاکہ دائرۂ معرکہ ان پر تنگ ہو جائے۔ اس عہدنامہ کی رو سے ریاست کی تمام فرانسیسی[1] فوج ملازمت سے برخاست

---

[1] ہسٹری آف دی مدراس آرمی مصنفہ لفٹنٹ کرنل ڈبلیو جے ولسن جلد دوم صفحہ ۳۰۸، ۳۰۹۔

کی گئی اور اس کے فرانسیسی افسر انگریزی رزیڈنٹ کے حوالے کردئے گئے گورنر جنرل نے
اس کی ضرورت اس وجہ سے خیال کی کہ حیدرآباد کی ریاست میں جو فرنچ کنٹیجنٹ موجود تھی
اور کھرڈلے کی جنگ میں سرجان شور کے انکار امداد کے بعد سے سرکار نظام نے اس فوج کے
اضافے اور اصلاح میں خاص توجہ کی تھی۔ اس کو حیدرآباد سے پھوٹ کر ٹیپو سلطان کی سرکار
میں ملجانے سے روکا جائے۔ اس زمانہ میں سرکار نظام کے فرانسیسی عہدہ دار ٹیپو سلطان سے
ریشہ دوانیاں بھی کررہے تھے۔ بقول لفٹننٹ کرنل ولسن فرانسیسی فوج کی برخاست کے لئے
نظام الملک اور ان کے وزیر ارسطو جاہ کو راغب کرنے میں بڑی دقتیں اٹھانی پڑیں لیکن باوجود
ان دقتوں کے مارکویس ویلزلی کے ہندوستان آنے کے چند ہی ماہ بعد نظام نے ۱۰ جمادی الاول
۱۲۱۳ھ م ۲۱ اکتوبر ۱۷۹۸ء کو تقریباً تکمیل عہدنامہ کے ڈیڑھ ماہ بعد یہ حکم دیا کہ وہ فوج جو فرانسیسی
عہدہ داروں کے زیر کمان تھی اُن کے اثرات سے خارج کی گئی۔ اب اوس فوج پر اُن عہدہ داروں
کی اطاعت لازم نہیں ہے تاریخ مذکور پر جس وقت کرک پیاٹرک حشمت جنگ نے عہدنامۂ
محولۂ بالا کو بغرض تعمیل ملاحظۂ اعلیحضرت میں پیش کیا بندگانعالی قلعۂ محمدنگر (گولکنڈہ) میں رونق افروز
تھے اور حشمت جنگ کے ہمراہ مسٹر مالکم اور ڈاکٹر بور بھی باریاب ہوے غفراں مآب نے اسکی
تعمیل کے احکام دئیے اور اس کے ساتھ حشمت جنگ کو ایک جیغہ اور ایک سرپیچ اور ایک کنٹھی
(مرواریدکی) اور دست بند اور بھجبند ایک ایک جوڑ سرفراز فرمایا۔ اور رزیڈنٹ موصوف کے
دونوں ہمراہیوں کو بھی جیغہ اور سرپیچ کی سرفرازی ہوی اس سرفرازی کی وجہ یہ نہیں تھی کہ
بندگانعالی فوج فرانسیسی کی علیحدگی سے مسرور تھے بلکہ اس سے غرض یہ تھی کہ انگریزی فوج کے

عہدہ داروں کی تالیف قلب ہو۔ اس برطرفی میں کل فرانسیسی عہدہ دار ایک سو چوبیس تھے
اس حکم کے نفاذ کے قبل کرنل جارج رابرٹس کے تحت چار ہزار تین سو پچاس سپاہیوں کی فوج
بجواڑہ پر سے حیدرآباد بھیجی گئی جو یہاں فوج بنگالہ سے (یہ لفٹنٹ کرنل ہنڈمن کے تحت تھی)
ملگئی فوج کی برطرفی کے وقت کرنل رابرٹس نے فرانسیسی فوج کو اپنی فوج کے نرغے میں لے لیا۔
فوج نے بقایا تنخواہ کے ایصال کے وعدہ پر ہتیار رکھ دئے۔

اس فرانسیسی فوج کی برطرفی کی اطلاع کپتان کرک پیاٹرک نے مارکوئیس مارنگٹن ویلزلی
کو دی اس اطلاع یابی کے بعد انھوں نے اظہار امتنان میں ایک خط میر عالم کو لکھا ہے جس میں
اُن امور کا اظہار کیا ہے جنکی بنا پر وہ فرانسیسی فوج کو قابل برطرفی گردانتے تھے تاکہ اس قوم کے
ساتھ اگر سربراہ کاران دولت کو کوئی ہمدردی ہو بھی یا کسی اور وجہ سے ان کی ضرورت محسوس
بھی کرتے ہوں تو اس کے علم کے بعد اس سے باز آجائیں یہاں ہم اس خط کے اُس حصّہ کو نقل
کرتے ہیں جس سے یہ امر ظاہر ہوتا ہے۔ قارئین معلوم کریں گے کہ لارڈ صاحب نے اپنی ایک مخالف
قوم کے خلاف میں جو کچھ لکھا ہے بہت کم ہے ورنہ دو دشمن ایک دوسرے کے خلاف اس سے
کہیں زیادہ کہتے ہیں۔

"......... دوستدار یقین می داند کہ ایں ہم بر ضمیر منیر نواب صاحب ممدوح کہ آئینہ عالم
است ونیز بر خاطر آں مہرباں پر تو انداز خواہد گشت کہ امر مزبور در حالتے کہ قوم فرانسیس بر مراتب
عہد و پیمان موکدہ و موثقہ فیمابین سلطان روم و قوم خود مطلق التفات نمودہ در ملک مصر کہ
از ممالک محروسۂ سلطان محتشم الیہ است یورش ساختہ اند خیلے بر وقت و برمحل بظہور آمدہ و دوستدار

عماد کلی است کہ نواب صاحب ممدوح قسمے کہ بمقتضائے لوازم بزرگی و والاہمتی ثابت قدمی
راسخ القولی خود را ایفائے ایں مدارج عہدنامۂ مزبورہ کارنامۂ جہاں گردانیدہ از ہماں قسم
رپاسداری دیگر دفعات عہدنامہ مزبور ہم کہ از روئے آں عدم نگاہداشت اہل فرنگ سوائے
استرضائے اہل سرکار کمپنی انگریز بہادر منظور و مقبول خاطر نواب صاحب معزاست باہتدائے
ہماں قواعد حمیدہ و محامد برگزیدہ مصروف و متوجہ خواہند بود و دوستدار ایقین واثق است کہ
محامد انتظام و حسن رویہ جمعیت سرکار کمپنی انگریز بہادر و کمال اطاعت ہر گونہ امرے موافق شرائط
عہدنامۂ معرفت کپتن صاحب موصوف ارشاد گردد خیلے بالعکس اسلوب تکبرانہ و روش تمردانہ
جمعیت قوم فرانسیس مثل ظلمت و نورانی ممیز و شاہد گشتہ از معاوضت جمعیت ہا بجمیع وجوہ موجب
ابتہاج مزاج صواب امتزاج نواب صاحب ممدوح و نیز واسطہ خورسندی آں مہربان خواہد بود کہ بجائے
جمعیّت مردمانے کہ صریح تخلف آئین فرمانبرداری و قوانین سلطنت آرائی اندو شرائط عہد و مواثیق
رابخاطر نمی آرند بشان و شوکت و حقوق رؤسا عمدہ راپائمال می سازند و قواعد مقدسہ و معظمہ
ہر گونہ ملت و مذہب را بلا امتیاز نیک و بد تحقیر می نمایند جماعت افواج سرکار کمپنی انگریز بہادر کہ
دوست قدیم و رفیق صمیم سرکار نواب صاحب معز اند در سلک ملازمان سرکار معظم الیہ منسلک
گشتند........"

بہرحال عہدنامۂ مذکورہی وہ عہدنامہ ہے جس کی رو سے سرکار نظام خارجی معاملات
میں برٹش گورنمنٹ کے زیراثر آگئی۔ اس عہدنامہ کی تکمیل سے میر عالم کو کوئی تعلق نہیں یہ ان کی
معرفت سے طے نہیں ہوا بلکہ رزیڈنٹ اور ارسطو جاہ کے ذریعے طے پایا۔ اس عہدنامہ کے

شرائط کے تصفیے کے لئے جو مشکلات انگریزی کمپنی کو پیش تھیں۔ ان کا ذکر مارکوئیس ویلزلی نے اپنے مراسلہ نشان[1] (۷۔ ۴) موسومہ کپتان جے۔ اے کرک پیاٹرک میں کیا ہے لیکن ہمارے پاس کے مورخین نے اس کا کوئی ذکر نہیں کیا مراسلہ محولۂ بالا سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ اس صلح نامہ کے شرائط زیادہ تر کمپنی کے مقاصد کے لئے مفید تھے جس کا علم ارسطو جاہ کو خوب تھا اس لئے وہ یہ چاہتے تھے کہ اس صلح نامہ کے ساتھ چند امور ایسے بھی طے کر لئے جائیں جو اپنے لئے بھی مفید ہوں لیکن انھوں نے اس غرض کے لئے ایسے امور کا انتخاب کیا جن کا انتخاب نہ کرنا ہی اچھا ہوتا وہ امور یہ ہیں۔

(۱) سکندر جاہ کی تخت نشینی کی تائید انگریزی گورنمنٹ کرے۔

(۲) ریاست نظام کے اندرونی انتظامات و اصلاحات کیلئے انگریزی افواج متعینۂ ریاست سے مدد لا کر

(۳) حیدر آباد اور پونہ کی ریاستوں میں جو اختلافات واقع ہیں یا آئندہ ہوں ان کا ارتفاع ہو۔

یہاں یہ امر قابل غور ہے کہ ان امور کے انتخاب یا تحریک میں میر عالم کا کوئی دخل نہیں تھا۔ ارسطو جاہ سکندر جاہ کی تخت نشینی میں تائید کی ضرورت اس وجہ سے سمجھتے تھے کہ وہ اپنی پوتی کو ان کے عقد میں دینا چاہتے تھے اور عزان مآب کے بھتیجے دارا جاہ نے مضافات رائچور میں قبل ازیں خروج بھی کیا تھا جن کی نسبت اندیشہ تھا کہ عزان مآب کے بعد تخت نشینی میں کوئی فتنہ و فساد پیدا کرینگے ارسطو جاہ کے پیشکردہ امور سے ریاست کی مطلق العنانی کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا اس واسطے کہ بعد انتقال نظام علیخاں بہر صورت سکندر جاہ تخت نشین ہوتے اگر فوجی امداد کی ضرورت ہوتی تو کسی سابقہ تصفیہ کے بغیر بھی اس متعینہ انگریزی فوج سے حاصل کر سکتے تھے اسواسطے کہ دارا جاہ اور عالیجاہ دونوں کے خروج کے موقع پر بھی آخر انگریزی فوج سے مدد لیگئی تھی اور یہ مدد اندرونی معاملات و

---

[1] ڈسپاچس آف دی مارکویس ویلزلی مرتبہ رابرٹ مانگمری مارٹن جلد اول صفحہ ۱۵۰۔

فسادات کے تصفیہ کے لئے ہی تھی۔ اس لحاظ سے ہم نہیں سمجھتے کہ ارسطو جاہ کے پیش کردہ شرائط سے مقدم الذکر دو شرائط کتنی اہمیت رکھتی ہیں۔ سکندر جاہ کی تخت نشینی کے متعلق ویلزلی نے اپنے مراسلہ نشان (۳۷) موسومہ کپتان جے۔ اے کرک پیاٹرک میں صاف طور پر لکھا ہے:۔

"میرا مصمم ارادہ ہے کہ سکندر جاہ کی تخت نشینی میں مدد اور تائید کی جائے لیکن میں نے اس امر کو اعظم الامرا سے فی الحال مخفی رکھنے کی تم کو ہدایت کی ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ اس کا اظہار ممکن ہے کہ نظام کے دل میں کوئی بدگمانی یا شک پیدا کرے"۔

یہاں ویلزلی نے سکندر جاہ کی تخت نشینی میں تائید کرنے کے خیال کو اعظم الامراء سے مخفی رکھنے کی جو توجیہ بیان کی ہے اس سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ نظام کے دل میں کس قسم کی بدگمانی یا کیا شک پیدا ہو سکتا تھا۔ آخر ان شرائط پر کوئی توجہ کئے بغیر صلحنامہ طے ہوا جس کی رُو سے کمکی فوج زیادہ ہوی اور اس کی تعداد چھ پلاٹن قرار پائی اور اس کا خرچہ سالانہ چوبیس لاکھ سترہ ہزار ایک سو رُوپے حسب سابق نظام کے ذمہ رہا اور فرانسیسی فوج برخاست کر دیگئی اور انگریزی گورنمنٹ نظام اور پیشوا کے درمیان ثالث مقرر ہوی اور وعدہ ہوا کہ تنخواہ فوج کی ادائی میں اگر نظام کی جانب سے تساہل ہو تو وہ اس پیشکش میں مجرا کر دی جائیگی جو ان کو سرکار ان شمالی کی بابت سالانہ دیجاتی تھی اور اس فوج کے قیام کے لئے ایک مقام چھاؤنی کے نام سے قرار پایا۔ جہاں وہ اس وقت تک رہا کریگی جب تک کہ اس کو کسی مہم پر جانا نہ پڑے سرنگا پٹن کی فتح کے بعد چھاؤنی کے لئے حسین ساگر سے پرے ایک مقام تجویز ہوا۔ چھاؤنی کا قیام ۱۲۱۳ھ کے آخر میں ہوا۔ آٹھ نو سال میں جب اس کی آبادی اچھی خاصی ہو گئی تو اس کے ایک خاص نام

کی ضرورت محسوس ہونے لگی چنانچہ مغفرت منزل نے اپنے نام پر اس کو سکندرآباد سے نامزد کرکے اس کی اطلاع رزیڈنٹ تامس سڈنہم کو دی اس کے جواب میں رزیڈنٹ موصوف نے (۱۳ جمادی الاخری ۱۲۲۲ھ) میر عالم کو لکھا:۔

"تسمیہ چھاؤنی پلاٹن حسین ساگر بسکندرآباد کہ نظر بکمال اتحاد سرکارین و رعایت لوازم وداد دولتین علیتین از پیشگاہ حضور پرنور تقرر گرفت بہ اطلاع ایں مراتب نواب مستطاب معلی القاب گورنر جنرل بہادر دام اقبالہ راسرور بے پایاں وابتہاج نمایاں دست داد الحق کہ ظہور ایں چنیں مدارج دلیل وثوق مودت ہا وبرہان رسوخ محبت ہاست"۔

اس نام کے بعد بھی ایک عرصہ تک خاص وعام کی زبان پر یہ نام کم آتا تھا ہم کو اچھی طرح خیال ہے کہ ہمارے بزرگوں میں سے بعض اس کو لشکر اور بعض حسین ساگر کے نام سے یاد کرتے تھے

میسور کی چوتھی جنگ کے ختم کے بعد ویلزلی نے سکندر جاہ کی تخت نشینی کی تائید کے لئے آٹھ شرائط پیش کرکے کپتان جے۔ اے کرک پیاٹرک رزیڈنٹ حیدرآباد[1] کو لکھا کہ اگر سکندر جاہ ان شرائط سے ناراض ہوں تو تم ارسطو جاہ اور میر عالم سے ملکر نظام کے کسی اور لڑکے کو ایہیں شرائط کے ساتھ تخت نشین کرنے کے لئے آمادہ کرو حالانکہ وہ جانتے تھے کہ ارسطو جاہ اس امر پر راضی نہ ہونگے کہ سکندر جاہ کے ہوتے نظام کے کوئی اور صاحبزادے تخت نشین ہوں۔

میسور کی چوتھی جنگ اور میر عالم کی سپہ سالاری

جب عہد نامۂ امدادی کی تکمیل ہوگئی تو ٹیپو سلطان کے ممالک پر چڑھائی شروع ہوئی حیدرآباد سے بھی فوج چلی۔ اس موقع پر ویلزلی نے

---

[1] ڈسپاچس آف ویلزلی مرتبہ رابرٹ مانٹگمری مارٹن جلد ۱ صفحہ ۱۳۵ مراسلہ نشان (۴۱) مورخہ ۱۹ نومبر ۱۷۹۹ء ع۔

کرک پیاٹرک کو لکھا :-

"کوشش کی جائے کہ اس مہم میں اعظم الامرا افواج نظام کے سپہ سالار رہوں اور اگر کسی خاص وجہ سے دیوان نظام کے ساتھ رہ جائیں یا یہ کہ ان کو افواج کے ہمراہ مہم پر چلنے کے لئے آمادہ نہ کیا جاسکے تو کسی اور شخص کو سپہ سالاری کے لئے انتخاب کرنے میں احتیاط کو کام میں لایا جائے وہ ایسا شخص ہونا چاہئے جو معتبر اور امیر ہونے کے علاوہ غرض واحد میں دلچسپی رکھنے والا بھی ہو افواج نظام کی سپہ سالاری کے لئے ایسا شخص ہو جو ان امور کے علاوہ فوجی معلومات اور جنگی تجربہ بھی رکھتا ہو اور حیدرآباد کے دربار میں ایسے صفات کا آدمی ملنا مشکل ہے"

ان امور کے اظہار سے لارڈ صاحب کا منشاء یہ معلوم ہوتا تھا کہ چونکہ اس زمانے میں نظام علی خاں فالج میں مبتلا ہو چکے تھے اور اسی وجہ سے غفراں مآب کو مدار المہام اور ولیعہد (سکندر جاہ) کا اپنے پاس سے دور ہونا گوارا نہ تھا اور ان کی دانست میں امراء حیدرآباد میں سے کسی ایسے شخص کا جو سپہ سالاری کی خدمت کے لئے موزوں ہو نکلنا مشکل تھا اس لئے اس موقع پر وہ چاہتے تھے کہ اپنے کسی معتمد علیہ کو یہ خدمت دلادی جائے لیکن جب وہ اس نتیجہ پر پہنچے کہ دربار نظام میں میر عالم ہی ایک ایسے شخص ہیں جو اس خدمت کے اہل ہیں تو انھوں نے ایک اور شخص کے تقرر کی تجویز کی جس سے بلحاظ اہمیت دو معتمد علیہ اشخاص کا دو علحدہ علحدہ خدمتوں پر مامور کرنا لازم آتا تھا یعنی ایک تو سپہ سالاری کے لئے اور ایک تصفیہ معاملات و مہمات باہمی کے لئے جس کا اظہار انھوں نے اوایل جنوری ۱۷۹۹ء کے ایک خط موسومہ آصفجاہ

۱؎ ڈسپاچس آف ویلزلی مرتبہ رابرٹ مانٹگمری مارٹن جلد ا صفحہ ۳۳۳ مراسلہ نشان (۹۰) مورخہ ۹ رنومبر ۱۷۹۸ء -

میں کیا ہے اس کی عبارت یہ ہے:۔

"........آں والا قدر فوراً شخص ہوشیار و صاحب فراست را کہ معتمد و رازدار آں والا قدر باشد پیش نیازمند در مندراج (مدراس) متعین فرمایند کہ تا عدم انفصال مقدمات فیمابین سرکارات مشارکہ و سلطان موصوف نیازمند باتفاق آں شخص در جمیع معاملات و مہمات متعلقہ نفع و نقصان مجموع سرکارات مشارکہ مطارحہ و مکالمہ بعمل آرد و شخصے کہ دریں کار متعین شوند انسب کہ باآں شخص اجازت شود کہ ہرگاہ امرے کہ رو بکار گردد در باب آں از مرکوزات خاطر آں والا قدر نیازمند را آگاہ سازند در صورتے کہ ایں تجویز نیازمند کہ محض از مقتضیات حسن اتحاد و یک جہتی فیمابین بوقوع آید پسند خاطر عالی گردد آں والا قدر یقین تصور دانند کہ باآں شخص متعینہ سرکار سامی بکمال بے حجابی و بعنوان معتمدانہ سوال و جواب بعمل خواہد آمد و آں شخص نیز ہرچہ ظاہر نمایند و تقریر کنند لازمہ کمال توجہ برآں مصروف خواہد بود لیکن اگر ایں نقشہ مجوزہ نیازمند آں والا قدر بے ضرورت تصور فرمایند دریں صورت ہمیں توقع خواہد بود کہ در باب انفصال جمیع مدارج از قبیل مرقوم الصدر چہ برائے حسن تمشیت مہم و چہ برائے استقرار و استدامت صلح بہ میر صاحب بسیار مہربان میر عالم بہادر اختیار کلی مفوض گردد........"

اس خط سے ظاہر ہے کہ وہ میر عالم کو اس نئی خدمت کے لئے پسند کرتے تھے اور سپہ سالاری کے لئے کسی اور شخص کو لیکن یہاں ان دونوں خدمتوں کے لئے میر عالم ہی کا انتخاب ہوا اور امرائے ریاست میں سے ہادی الدولہ[1]، بہرام جنگ، حیدر نواز جنگ اور ابوتراب[2] خان کو

---

[1] سعید الدولہ (جو پہلے سرکار راجہ شجاع الملک میں ملازم تھے اور پھر سلک منصبداران سرکار عالی میں منسلک ہوئے اور آخر میں نیابت صوبہ داری حیدرآباد سے سرفرازی پائی) کے بھائی تھے اور نیابت صوبہ داری اورنگ آباد سے ممتاز ۱۲ [2] منشی غفراں مآب اعتصام الملک کے سمدھی تھے جن کے ایک لڑکے سے ان کی لڑکی منسوب تھی ۱۲

ان کے ہمراہ رکاب جنگ پر جانے کا حکم ہوا آٹھ ہزار فوج کے ساتھ وہ مع امراء ندکور جنگ پر نکلے
سپہ سالاری پر مامور ہونے کے بعد انھوں نے یہ خواہش ظاہر کی کہ گورنر جنرل کے بھائی کرنل
ویلزلی اپنی جانب سے انگریزی فوج کی کمان کریں اس کے متعلق جنرل بیرڈ نے یہ لکھا[1] ہے کہ
اس کی وجہ مجھے بھی خانگی طور پر معلوم ہے لیکن آر۔ آر پیرس مصنف میموار اینڈ کرسپانڈنس آف
مارکویس ویلزلی نے ششگٹن کے حوالے سے لکھا ہے کہ:۔

"نظام سے جو معاہدہ ہوا تھا اس میں تنخواہ اور الاؤنس کے اعتبار سے عہدہ داران کے
مختلف مدارج تھے جن میں سب سے بالاتر کرنل کا عہدہ تھا۔"

اس لحاظ سے ممکن ہے کہ میر عالم نے کرنل ویلزلی کے لئے تحریک کی ہو لیکن ہم یہ خیال
کرتے ہیں کہ جس طرح ویلزلی نے رزیڈنٹ حیدرآباد کو اس امر کی نسبت کوشش کرنے کے لئے
لکھا تھا کہ ارسطو جاہ خود فوج نظام کی سپہ سالاری کریں اگر اس کا امکان نہ ہو تو کوئی اور معتبر امیر
منتخب کیا جائے جو فوجی کاروبار میں بھی تجربہ رکھتا ہو اور یہ تحریک محض احتیاط کی حد تک تھی کہ
وہ فریق مخالف سے ملنے نہ پائے اور دیانت و بردباری سے اپنی مفوضہ خدمت انجام دے
اسی طرح میر عالم کے ذہن میں بھی اس تصور کی گنجایش تھی اور یہی تصوّر ممکن ہے کہ اس تحریک کا
باعث ہوا ہو اور اس تحریک کے وجوہ کی تحلیل کی جائے تو بعید نہیں کہ ناگفتہ بہ اشکال پیدا کرے
جن کے اظہار کو جنرل بیرڈ نے مناسب نہیں سمجھا۔ بہرحال نظام کی فوج میر عالم کے زیر اثر جنگ
کے لئے روانہ ہوی سرکار نظام کی اس انگریزی فوج کی تعریف جو اس موقع پر شریک جنگ ہوی تھی

---

[1] میموار اینڈ کرسپانڈنس آف ویلزلی مصنفہ آر۔ آر پیرس جلد اول صفحہ ۳۰۹۔

کرنل ریڈ نے ان الفاظ میں کی ہے :۔

"نظام[1] کا رسالہ غیر تعلیم یافتہ ہے اور عدول حکمی کرتا ہے توپخانہ کے بیل بہت اچھے ہیں نظام‌س انفنٹری قواعد میں ناقص ہے اور ضروریات مایحتاج از قسم لباس و ہتیار کم رکھتی ہے چنانچہ دو ہزار چھ سو چھیاسی آدمی ہیں صرف دو سو ڈبے کارتوس کے حیدرآباد سے نکلتے وقت ان کے پاس تھے۔"

باوجود اس کے کہ فوج کے اخراجات کا خاطر خواہ بار اٹھایا گیا اور انتظام فوج انگریزی کمپنی کے عہدہ داروں کے زیر نگرانی رہا ان نقایص کی کوئی معقول وجہ سمجھ میں نہیں آتی اور پھر اس کمپنی کے ایک عہدہ دار کے بیان سے اس کا اظہار اور حیرت میں ڈال دیتا ہے لیکن ویلزلی کے ایک مراسلہ نشان ۱۳۷ مورخہ ۲۱ جنوری ۱۷۹۹ء موسومہ رزیڈنٹ حیدرآباد کے دیکھنے سے اس فوج کی عدول حکمی کا حال کھل جاتا ہے چنانچہ وہ لکھتا ہے :۔

"مجھے[2] کپتان وائیٹ کا ایک خط ملا ہے جس میں اس نے اطلاع دی ہے کہ نظام‌س انفنٹری نے (چھ ہزار کی تعداد میں) دریائے کرشنا کے کنارے پڑاؤ ڈالا ہے اور آگے بڑھنے سے منحرف ہوگئی ہے اور میر عالم اس فوج کو آگے بڑھنے کے لئے آمادہ نہیں کر سکتے ہیں۔"

فتح سرنگ پٹن اور تقسیم ملک میسور

فوجیں سرنگ پٹن تک در آئیں اور یہیں بڑا رن پڑا ۱۷۹۹ء م ۱۲۱۴ھ میں ٹیپو سلطان بر سر میدان شہید ہوئے اور ان کا ملک و مال تینوں متحد کے قبضہ میں آیا اس کی باہمی تقسیم میں بڑی بحثیں درپیش ہوئیں سب سے پہلا مسئلہ یہ تھا کہ متحدین

---

[1] ہسٹری آف دی مدراس آرمی مصنفہ لفٹنٹ کرنل ڈبلیو جے ولسن جلد ۲ صفحہ ۳۱۶۔
[2] ڈسپاچس آف ویلزلی مصنفہ آر ایم مارٹن جلد ۱ صفحہ ۴۱۸۔

تین تھے (انگریز۔ مرہٹے۔ نظام) اس لحاظ سے چاہیئے یہ تھا کہ حسب معاہدہ ملک اور مال کے تین تین حصے کیئے جاتے اور ہر فریق ایک حصہ پاتا۔ لیکن انگریزوں نے بالا بالا ایک عہدنامہ رانی میسور کے نائب ترل راؤ سے مقام تنجاور میں ۲۷ ر سپٹمبر ۱۷۸۲ء کو طے کیا تھا جس کی رو سے بعد فتح میسور کی ریاست قدیم راجہ کے پسماندوں کو پہنچانا لازم تھا اور اس کے دفعۂ آخر کے اعتبار سے یہ بھی قرار پایا تھا کہ :-

"جو علاقہ موروثی نظام اور مرہٹہ کا ہے وہی ان کو دیا جائیگا اور کوئی ان کو نہیں ملیگا"۔

اس لحاظ سے اس حصہ ملک کے دعویداروں میں ایک اور اضافہ ہوا اور تقسیم میں یہ قرار پایا کہ ان کو ایک حصہ ملک دیا جائے (یاد رہے کہ اس قسم کی کوئی تحریک یا کوئی شرط نہ نظام کے ساتھ کے عہدنامہ میں طے پائی تھی اور نہ پیشوا کے ساتھ کے) ادھر سلطان شہید کے پسماندگان بھی تھے جن کے لئے یہ لازم تھا کہ بہ عیش و آرام ان کی بسر بُرد کے لئے کوئی علاقہ یا اُس کی آمدنی مختص کیجائے۔ ارسطو جاہ یہ چاہتے تھے کہ اُن پسماندوں میں سے دو سر برآوردہ اشخاص کو منتخب کر کے ایک کو سرکار عالی اپنے علاقہ میں جگہ دے اور دوسرے کو کمپنی اور اس طرح ان کو رکھا جائے کہ اُن کی وجہ سے آئندہ کوئی فتنہ نہ اٹھنے پائے اس کے بعد اگر وہ قابل ترقی متصور ہوں تو ان کو ترقی دیجائے چنانچہ یہ تحریک ارسطو جاہ نے اپنے خط موسومہ میر عالم میں حسب ذیل الفاظ میں کی تھی :-

"....... اگرچہ صاحبان کونسل پیش خود بموجب مرکوزات و مکنونات حضور کہ قانون رؤسائے ماسلف و صلاح دولتین باشد عمل آرند یعنی ضابطہ رؤسائے عمدہ در روداد چنیں

امورات ہمین است کہ پس ماندہ ہا را طورے بفراغ معیشت لیکن نوعے کہ آئندہ قابوئے فتنہ پیرائی نماندمی وارند چنانچہ درمعاملہ روبکار ہم منظور والا ہمین است کہ خویش واقربائے مخصوصہ ٹیپو سلطان مرحوم را درذیل دوکس کہ عمدہ آنہا باشد داشتہ یکے را درسرکار دولتمدار ویکے را درسرکار کمپنی انگریزی بہادر جائے بفراغت معیشت نگاہدارند وبہ تجربہ ودریافت اوضاع واطوار آئندہ اگر قابل ترقی باشند ترقی خواہند یافت ومنظور ازیں ہمیں کہ آئندہ زمانہ مثل وزیر علی خاں وغلام محمد خاں روہیلہ طاقت فتنہ پیرائی باقی نماند بہتر......"

اس تحریک سے غرض یہ تھی کہ منتزع شدہ بادشاہ کے خاندان کی پرورش ہو اور دو اشخاص کو منتخب کرکے ایک کمپنی کے اور ایک سرکار عالی کے تفویض کرنے میں یہ مصلحت تھی کہ احیاناً" اگر اُن دونوں پسماندوں میں سے کوئی بغاوت پر آمادہ ہو تو اس کے خاندان کے دوسرے ممبر سے اس کے خلاف کوئی چارہ جوئی کی جاسکے یا یہ کہ اگر خدانخواستہ اُن دونوں ریاستوں میں تعلقات کشیدہ ہوجائیں تو دونوں کا پلہ برابر رہے لیکن انگریزی کمپنی کا اس میں سراسر نقصان تھا وہ یہ کہ وہ چاہتی تھی کہ کوئی علی حکومت ٹیپو سلطان کے پسماندوں کے تفویض نہ کی جائے اور یہ کہ ان کے ضروریات و معاش کی سربراہی اپنے دست قدرت میں رکھے تاکہ ان کی تدریجی تخفیف سے کمپنی زمانہ مستقبل میں متمتع ہو اور اس طرح فائدہ کے حصول میں ریاست نظام سے زیادہ بڑھ جائے اور یہ کہ میسور کی سلطنت کے اس حصہ پر جو حیدر علیخان نے راجہ سابق سے حاصل کیا تھا راجہ مذکور کے خاندان کے کسی شخص کو حسب معاہدہ مذکور قائم کرے اور اس سے اپنے مفید مطلب چند جدید شرائط طے کرلے جن سے وہ علاقہ حقیقت میں تو

اپنے زیر تصرف رہے لیکن ظاہر میں بالکل علیحدہ ہو۔اس کو اگر کوئی عہدہ دار کمپنی اگر اپنے ذاتی
حکم کی بنا پر صورت عمل میں لاتا تو بدنمائی تھی اس لئے گورنر جنرل نے تصفیہ تقسیم ملک کے لئے اپنی
صوابدید سے ایک کمیٹی قایم کرلی جس کے ممبر جنرل باریس، کرنل آرتھر ویلزلی، لفٹنٹ کرنل
ولیم کرک پیاٹرک، لفٹنٹ کرنل باری کلوز، کپتان ملکم تھے اور منرو بھی بہ حیثیت سکریٹری
شریک تھے۔ قابل توجہ یہ امر ہے کہ تقسیم ملک و مال میں ریاست نظام اور ریاست کمپنی
اور ریاست پیشوا کے مفاد بھی مدنظر تھے۔ایسی صورت میں محض انگریزی عہدہ داروں کو
اس کمیٹی کے ارکان بنانے سے یہی متصور ہوسکتا ہے کہ ان کو صرف انگریزی کمپنی کے
فوائد و مقاصد پر نظر رکھنا مقصود تھا۔ اگر دیسی ریاستوں کے مفاد پر نظر ہوتی تو اس کونسل
میں ایسے دیسی اصحاب بھی مامور کئے جاتے جو ان کے فوائد اور مسائل پر توجہ کرتے اگرچہ کہ
اُن ممبروں میں ایک دو ایسے بھی تھے جو دیسی ریاستوں کے طرف سے ان کے نمایندے
متصور ہوتے تھے لیکن افسوس ہے کہ انھوں نے اپنے فرائض یہی تصور کئے کہ دیسی ریاستوں
کے مفاد کو معقولیت کے ساتھ کس طرح نظر انداز کیا جاسکتا ہے بہر حال اس خود ساختہ کمیٹی نے
دیسی ریاستوں کے وکلاء کی تحریکات پر پردہ ڈالکر اپنے مَن مانے تقسیم کے مسائل طے کئے
اس تقسیم میں اکثر امور سے میر عالم نے اختلاف کیا تھا اور حسب ایمائے ارسطوجاہ اُن پر
استبداد بھی کی جس کا نتیجہ آئندہ ان کے حق میں اچھا نہیں نکلا اور کارپردازان کمپنی نے ان کو
نظام اور ان کے دیوان کے نزدیک بدظن کرکے فائدہ اٹھایا۔

اس جنگ کے آغاز کے وقت غفراں مآب نے لارڈ صاحب کو ایک خط لکھا تھا کہ

"انشاء اللہ المستعان یہ مہم اتفاق کی بدولت حسن انجام پائیگی اس لئے اس مہم میں جو کچھ ملک نابدولت کے حصّہ میں آئے حسب صراحت فرد علٰحدہ اس کا ایک حصّہ ہم نے بنظر اخراجات رئیس الملک سلیماں جاہ کو اور ایک حصہ ارسطو جاہ اور ان کے لواحقین کو عنایت کیا ہے پس اس کی اطلاعیابی پر اپنے دستخط ثبت کریں کہ حال و آئندہ کے لئے اطمینان ہو۔"

اس پر مارکویس ویلزلی نظام کو اپنے مراسلہ مورخہ ۲ نومبر ۱۸۰۰ء مطابق ۱۴ شہر جمادی الثانی ۱۲۱۵ھ میں لکھتے ہیں:۔

"نیاز مند حتی الوسع والامکان خود در آنچہ صاحبزادگان والا دودمان رئیس الملک سلیمانجاہ بہادر و سلطان الملک کیواں جاہ بہادر طول عمرہما و نواب صاحب موصوف و متعلقان و توابعین معز الیہما حسب تفصیل مندرجہ الطاف نامہ سامی ہر یک بکمال جمعیت خاطر در جاگیرات و انعامات عنایتی سرکار عالی قابض و متصرف بودہ باشند بتقدیم آں در ہر حال مایل و مصروف خواہد بود واحیاناً ہرگاہ از طرف احدے قصد بیدخلی یا مزاحمت در قبض و تصرف فرزندان نامدار و نواب صاحب معز و متعلقان باوقار مسطور در جاگیرات و انعامات مرقومہ بعمل آید نیاز مند ہموارہ خواہش انسداد آں در دل خود محکم خواہد داشت فاما نظر بر عدم وقوع اشتباہ و مکارہ چناں صلاح متصوّر است کہ نیاز مند نیز از مقام و حدود اربعہ و حاصلات آں یک یک جاگیر و انعام اطلاع دارد بنا علیہ متصدع گرامی خدمت می گردد کہ جہت درستی و تفویض فرد تفصیل حقیقت جاگیرات وغیرہ مرقومۃ الصدر بصاحب جانشین آنجا بمتصدیان سرکار دولتمدار ارشاد شود باقی مراتب از عرض و التماس صاحب موصوف واضح رائے عالی خواہد گردید۔"

غفراں مآب نے اس تمام خطۂ ملک کے تین حصّے قرار دیکر دو سلیمان[1] جاہ کو عنایت کئے اور ایک ارسطو جاہ کو اور چونکہ حصّۂ ملک ابھی مشخص نہیں ہوا تھا اس لئے حضور نے ان کے حدود اربعہ معین نہیں کئے اور اگر ملک مشخص ہو بھی جاتا تو حدود اربعہ لکھنا ممکن ہے کہ بیکار تصوّر کرتے ہوں اس واسطے کہ سلیماں جاہ کے زیر پرورش ہونے کے اعتبار سے غرض عطا واحد تھی۔
اس خطۂ ملک کی نسبت بندوبست کے بعد سے اُس زمانے تک جب تک کہ پھر یہ خطہ تنخواہ افواج میں انگریزی کے سپُرد ہوا کوئی کیفیت معلوم نہیں ہوتی۔ چین بندوبست بعض بعض مقامات پر مزاحمت وغیرہ ہوئی ہے لیکن اس سے بھی یہ معلوم نہیں ہوتا کہ آیا یہ خطہ حسب منشاء بندگانعالی سلیماں جاہ اور ارسطو جاہ کے تفویض ہوا یا نہیں۔

یہاں ہم یہ ظاہر کئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ بندگانعالی کو کسی طرح یہ ضرور نہیں تھا کہ اہالیان کمپنی (یا خود گورنر جنرل) کو اس سرفرازی کی اطلاع فرماتے۔ اس اطلاع سے انھوں (اہالیان کمپنی) نے اس امر کو معلوم کیا کہ بندگانعالی کے نزدیک اس خطہ کی کوئی اہمیت نہیں ہے اس واسطے کہ پہلے بھی بڑی آسانی کے ساتھ یہ علاقہ ممالک محروسہ سے نکل کر ملک میسور میں شامل ہو گیا تھا اور اب

---

[1] اصل دستخط شدہ خط ہماری نظر سے گزرا ہے اس کے نسلکہ فرد پر تفصیل جاگیر اس طرح تحریر ہے:-
آنچہ ملک و تعلقات در مہم ٹیپو سلطان بحصۂ سرکار دولتمدار آمد بہ تفصیل ذیل عنایت فرمودہ شد۔

دستخط آصفیہ

فرزندار جمند سعادت و اقبال نشان رفیق جان نثار مختار دولت وکیل مطلق ارسطو جاہ بہادر مع لواحق	برخوردار سعادت آثار اقبال یاور کامگار نامدار رئیس الملک سلیمانجاہ بہادر
یک حصّہ	دو حصّہ

اصل صحیفہ کے علاوہ ہم نے مسودہ بھی دیکھا ہے اس میں بھی یہی درج ہے اور مسودہ بھی دستخط بندگانعالی سے مزین ہے۔ نہ صحیفہ میں کیوان جاہ کا نام درج ہے نہ مسودہ میں لیکن ویلزلی کے خط میں ان کا نام تحریر ہے خدا جانے ان کا نام انھوں نے کس طرح شامل کیا ممکن ہے کہ سلیمان جاہ بڑے بھائی ہونے کی وجہ سے ان کا نام درج کیا گیا ہو اور اسی لئے ان کے واسطے دو حصّہ رکھے گئے ہوں کہ ایک اپنے لئے رکھیں اور ایک بھائی کے لئے۔

جبکہ یہ خطہ پھر قبضہ میں آیا تو بلاکسی احساس کے جاگیر میں دیدیا جا رہا ہے اس عدم اہمیت کے علم سے انھوں نے اس امر کا استنباط کیا کہ اس سے کمپنی کیوں فائدہ نہ اٹھائے اور ممکن ہے کہ وہ اسی بناء پر بہت قریب ہی زمانے میں افواج کی تنخواہ کے عوض انگریزی سرکار میں ضم ہوگیا۔

تقسیم ملک میسور کے متعلق ویلزلی نے جو مراسلہ (نشان مورخہ ۵ رجون ۱۷۹۹ء) لفٹننٹ کرک پیاٹرک کے نام لکھا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تقسیم ممالک میسور میں میر عالم یہ چاہتے تھے کہ چیتل درگ نظام کے حصہ میں آئے اس واسطے کہ مقام وقوع اور اس کے قلعے کے اعتبار سے اس کا نظام کے قبضہ میں رہنا مناسب اور ضروری تھا۔ لیکن ویلزلی اس کے مخالف تھے چنانچہ مراسلۂ مذکور میں وہ لکھتے ہیں :۔

"چیتل درگ[1] اور بیدنور وغیرہ راجۂ میسور کے قبضہ میں دئے جائیں گے اور بلحاظ اس کے کہ اس راجہ کے ساتھ ہم نے معاہدہ کیا ہے مجھے اعتماد ہے کہ وہ کافی طور پر ہمارے زیر حکم رہیں گے لیکن میں اس امر پر متفق نہیں ہوسکتا کہ چیتل درگ نظام کے قبضے میں دیا جائے یہ ہر طرح ایک غیر مطمئن انتظام ہوگا اس لئے میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ ایسا خیال میر عالم کا ہو تو ان کے دل سے نکالدو۔"

اختلاف رائے کی ابتدا اسی سے ہوتی ہے، چیتل درگ کا قلعہ نہایت شاندار مضبوط قلعہ تھا اور حدود ممالک محروسہ سے متصل ہونے کے باعث اس کا سرکار نظام کے قبضے میں رہنا میر عالم ضروری تصور کرتے تھے۔ لیکن باعتبار اس معاہدے کے جو انگریزی کمپنی نے

---

[1] ڈسپاچس آف ویلزلی مرتبۂ آر۔ یم مارٹن جلد ۲ صفحہ ۲۵۔

میسور کی رانی کے نائب ترل راؤ سے کیا تھا اس ضلع کو ان کے قبضہ میں نہیں دیسکتے تھے اور قطع نظر اس کے اس قلعہ کے نسبت ویلزلی کا خیال تھا کہ اس کو اپنے تصرف میں رکھے مگر بمقابلہ نظام وہ مناسب نہیں سمجھتے تھے کہ علانیہ اپنے قبضہ میں لے لیں اس لئے انھوں نے یہ تجویز کی کہ اوس کو ایک ایسے شخص کے سپرد کریں جو انھیں کا ساختہ پرداختہ تھا اور اس سے یقین تھا کہ ان کا بنایا ہوا راجہ ان کے احکام و خواہشات کا تابع رہے گا اور عہد نامہ مذکورہ کی تعمیل بھی اس طرح بوجہ احسن ہو جائیگی۔ اس موقع پر ممکن تھا کہ میر عالم اس کو اہمیت نہ دیتے لیکن ویلزلی نے ان کو اس امر پر مجبور کیا کہ اس تقسیم کے عہد نامہ کو اپنے ہی دستخط سے تکمیل کر دیں چنانچہ مراسلۂ مذکور میں اس نے یہ لکھا ہے:۔

"مجھے خوف اس امر کا ہے کہ تصفیہ کی تکمیل میں دیری ہوگی اس واسطے کہ منجانب نظام کوئی شخص ایسا نہیں ہے جس کو صلح نامہ یا طے نامہ پر دستخط کرنے کا اقتدار دیا گیا ہو لیکن ان اقتدارات کے تحت جو ہر مشکل کے رفع کرنے کی نسبت نظام نے مجھے عطا کئے ہیں ممکن ہے کہ میرے کہنے پر میر عالم اپنے آپ کو عہد نامہ پر دستخط کرنے کا مجاز تصور کریں۔ میں نے حیدرآباد میں تمہارے بڑے بھائی کو لکھا ہے کہ میر عالم کے لئے ایسے اقتدارات حاصل کر کے احکام بھجوائیں لیکن میرا خیال ہے کہ میر عالم ہی کو اس پر دستخط کر کے تکمیل کرنے پر آمادہ کیا جائے تو یہ بہت

سلہ ویلزلی نے خط لفٹننٹ کرنل ولیم کرک پیاٹرک کے نام لکھا ہے جن کا خطاب عزیز الملک معز الدولہ شوکت جنگ تھا جو کارنوالس کے عہد میں حیدرآباد کے رزیڈنٹ تھے اور اب میدان جنگ میں فوجی عہدہ دار کی حیثیت سے کام کر رہے تھے ولیم کرک پیاٹرک اپنی علالت کی وجہ ہندوستان سے ولایت واپس ہوئے تو انکی خدمت کا جائزہ اُن کے بھائی جیمس اچلس کرک پیاٹرک کو دلایا گیا یہاں بھائی سے مراد یہی جے لے کرک پیاٹرک ہیں جو زمانہ جنگ میں حیدرآباد میں بہ حیثیت رزیڈنٹ موجود تھے ان کا خطاب موتمن الملک فخر الدولہ حشمت جنگ تھا۔

اچھا ہوگا اس سے ہم ملک مفتوحہ کے بندوبست کے لئے فوراً متوجہ ہوسکینگے"۔

اس سے ممکن ہے کہ ان کو خیال ہوا ہو کہ یہ ایک ذمہ داری کا کام ہے اس سے جو کچھ بھلائی برائی ارکان دولت کے ذہن میں جمے اس کا ہدف خود بنینگے اس بناء پر انھوں نے عدم اقتدار کے عذر واقعی سے اس کو ٹالا۔ آخر اس کا تصفیہ یہ ہوا کہ عہدنامہ کی ترتیب کے بعد دستخط بندگانعالی کے لئے وہ میر عالم کے ذریعہ بھیجدیا جائے جس کو بعد تکمیل انھوں نے پچیس دن میں واپس منگوانے کا وعدہ کیا میر عالم کو اس تقسیم کی اس شرط سے بھی اختلاف تھا جو ٹیپو سلطان کے پسماندوں کی پرورشی سے متعلق تھی ویلزلی نے میر عالم کے اعتراض کو اس طرح نکالنا چاہا کہ ٹیپو سلطانؒ کے خاندان کی پرورش سے جو کچھ باقی رہ جائے اس کو کمپنی اور نظام علی السویہ تقسیم کرلیا کریں گے اور اگر کبھی اضافہ خرچ ہو جائے تو نظام اس اضافہ رقم میں سے بقدر نصف ادا کرنے کے ذمہ دار ہوں گے بظاہر یہ شرط ایسی تھی کہ اس پر اتفاق نہیں کیا جاسکتا تھا میر عالم نے اس پر اپنی رضامندی ظاہر نہیں کی آخر تصفیہ اس امر پر ہوا کہ کمپنی اپنے حصہ میں آئے ہوئے اضلاع کے محاصل سے سالانہ دو لاکھ اسٹار پگوڈا ٹیپو سلطان کے خاندان کی پرورش پر صرف کیا کرے اور ان کے خاندان میں سے جو شخص مرجائے اس کا حصہ اس مقررہ رقم میں سے کمپنی کو بازیافت ہو اس موقع پر یہ بتانا ضروری ہے کہ کمپنی کے حصہ میں آئے ہوئے اضلاع کی آمدنی نظام کے حصہ میں آئے ہوئے اضلاع سے بقدر

لے ڈسپاچس آف مارکویس ویلزلی۔ آر۔ یم۔ مارٹن جلد ۲ صفحہ ۶۰ مراسلہ نشان (۲۳) مورخہ ۳۰ رجون ۱۷۹۹ء موسومہ کپتان جے۔ اے کرک پاٹرک۔

دو لاکھ اسٹار پگوڈا زیادہ تھی۔ بہر حال میر عالم نے تمام امور مختلف فیہ کی تفصیل ارسطو جاہ کو لکھی جس پر انھوں نے بھی انھیں ہدایت کی کہ ایسے امور طے ہونے نہ پائیں جن میں سرکار عالی کا سراسر نقصان ہو اس موقع پر ارسطو جاہ کا وہ خط جو انھوں نے میر عالم کو لکھا ہے اور ضمیمہ الف میں بجنسہ درج کیا گیا ہے قابل ملاحظہ ہے۔

آخر کمیٹی نے ملک میسور میں سے حسب ذیل حصص کی تفریق کے بعد بقیہ ملک کی تقسیم کی

۱۔ پسماندگان ٹیپو سلطان کے لئے ایک حصۂ جاگیر جو کمپنی کے قبضہ میں رہے اور اُن پسماندوں کی نگرانی و سربراہی کمپنی خود کرے۔

۲۔ قمرالدین خاں سپہ سالار میسور کے لئے اس معاہدے کے موافق جو ان کے ساتھ کیا گیا تھا ایک حصۂ جاگیر۔

۳۔ اس قدر حصہ جو اُس وقت راجہ کے قبضہ میں تھا جبکہ حیدر علی نے راجہ سے ریاست حاصل کی تھی اس شخص کے لئے رکھ چھوڑا گیا جو سلطنت میسور پر راجۂ مذکور کی اولاد میں سے تخت نشین ہو۔

ان منہائیوں کے بعد نظام کے حصہ میں چھ لاکھ سات ہزار تین سو ستائیس پگوڈا محاصل کے علاقے آئے اور ان میں وہی اضلاع تھے جو قبل ازیں نظام کے قبضہ سے نکل گئے تھے اور چونکہ پیشوا نے اپنا حصہ لینے سے انکار کر دیا تھا اس لئے ان کے حصہ میں سے دو ثلث نظام کو اور ایک ثلث کمپنی کو ملا۔ ممالک کے ساتھ ساتھ مال غنیمت کی بھی تقسیم ہوئی۔ جس میں جنگی ساز و سامان کے علاوہ صرف نقد زر و جواہر گیارہ لاکھ تریالیس ہزار دو سو سولہ پونڈ کی مالیت کا تھا

جو تقریباً پونے دو کروڑ روپے کے معادل ہیں۔ اس زمانے کی بعض فارسی تاریخوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ارسطو جاہ اور میر عالم کو بھی بہت سے جواہرات وغیرہ انعام میں ملے اور ان جواہرات کے متعلق جو نظام کے حصہ میں آئے میر عالم نے لارڈ صاحب سے اس مضمون کا ایک مختار نامہ لکھوالیا تھا کہ جواہر مذکور کی نسبت میر عالم کو اختیار رہے کہ وہ جب چاہیں اور جس طرح چاہیں بندگانعالی کو پہنچائیں اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ میر عالم نے تالاب اور سرائین وغیرہ جو تعمیر کیں اسی روپیہ سے کیں لیکن یہ تمام امور انگریزی تواریخ کے اور خصوصاً ویلزلی کی مراسلت کے معاینہ کے بعد تحقیق طلب ہو جاتے ہیں۔

سرینگ پٹن کی فتح سے فارغ ہونے کے بعد جب ویلزلی کلکتہ کو واپس ہونے کے ارادے سے مدراس کی طرف لوٹے تو میر عالم بھی مدراس گئے۔ وہاں کے گورنر کے مہمان رہے انگریزی کمپنی کے عہدہ داروں نے ۸ ربیع الثانی ۱۲۱۴ھ کو وہاں اس فتح کی خوشی میں بڑا بھاری جشن منعقد کیا اور شہر میں روشنی ہوئی آتشبازی چھوڑی گئی دعوتیں ہوئیں۔ رقص و سرود کی محفلیں گرم ہوئیں۔ میر عالم اس جشن میں شریک رہ کر نویں ربیع الثانی کو وہاں سے واپس ہوئے اور ۲ جمادی الاول ۱۲۱۴ھ کو بلدہ پہنچے اور ملازمت حضور سے سعادت اندوز ہوئے۔ اس کے بعد ہی ماہ رجب میں میر عالم کو حکم بندگانعالی ہوا کہ ملک تسخیر کے بندوبست کے لئے روانہ ہوں چنانچہ ۵ رجب المرجب ۱۲۱۴ھ کو وہ حیدر آباد سے نکلے اور ۲۳ ماہ مذکور کو دریائے کرشنا کو عبور کیا اور تقریباً ایک سال اس سمت میں نظم و نسق و عمل و دخل کے ضمن میں رہے بعض مقامات میں حصول قبضہ و تصرف کے لئے زمینداروں سے مقابلے بھی ہوئے

جن میں سے مشہور واقعہ زمیندار کنک گیری کا ہے جس کو راجہ چندولال (جو میر عالم کے ہمراہ نکلے تھے) نے فتح کرلیا۔ اس انتظام سے واپس آنے کے بعد میر عالم کی قسمت نے پلٹا کھایا جسکی نسبت قبل ازیں اشارہ کیا جاچکا ہے۔

ویلزلی اور میر عالم کا اختلاف

ممالک میسور اور غنیمت کی تقسیم کے مسئلہ میں ویلزلی اور میر عالم میں جو اختلاف واقع ہوگیا تھا اس کے وجوہ یہ تھے کہ تقسیم میں خلاف معاہدہ بعض امور طے کئے جارہے تھے جن سے نہ خود میر عالم کو اتفاق تھا اور نہ ارسطو جاہ کو۔ اِن اختلافات آرا کا اظہار وقتاً فوقتاً میر عالم ارسطو جاہ سے کرتے رہے جس کے جواب میں وہ ان کو تاکید و تہدید کرتے تھے کہ کوئی امر نہ خلاف معاہدہ طے پائے اور نہ ایسا کوئی معاملہ ہو کہ اس میں سرکار عالی کے مفاد ساقط ہو جائیں چنانچہ ان کا ایک خط اس تقسیم کے مسئلہ میں نہایت اہم اور قابل دید ہے یہاں اس کے اُن اقتباسات کا ترجمہ پیش کیا جاتا ہے جن سے مسائل تقسیم اور حقیقت اختلاف پر روشنی پڑتی ہے اور اصل خط اس اعتبار سے کہ خاص اہمیت رکھتا ہے ضمیمہ الف میں درج کیا جاتا ہے:

یہ اقتباسات صرف ان تین مسائل سے متعلق ہیں (۱) میر قمرالدین خان کے نام عطاء جاگیر (۲) تعین حصہ پسران و پسماندگان ٹیپو سلطان (۳) تقسیم ملک و غنیمت۔

بندگانعالی کی خواہش تھی کہ ضلع گورم کنڈہ سے قلعہ اور قصبہ کے علاوہ تعلقات مجار کالوہ اور رائیچوتی کو چھوڑ کر بقیہ میر قمرالدین خان کی جاگیر میں دیا جائے لیکن تقسیم کے لئے مقرر

کی ہوی کونسل نے اس کے خلاف عمل کیا چنانچہ ارسطو جاہ لکھتے ہیں:۔

''گورم کنڈہ کے مقدمہ میں بھی کہ مقاصد سرکار سے کچھ کم زیادہ ہوا ہے تعجب ہوتا ہے کیونکہ گورنر جنرل بہادر نے حضور پُرنور اور اس جانب کے خریطہ میں لکھا ہے کہ سرکار کے منشاء و مقصد کے موافق عمل ہوگا چنانچہ گورنر جنرل نے حضورِ پرنور کے خریطہ میں لکھا ہے کہ سرکار کے مجوزہ مراتب کے لحاظ سے عمل ہوگا اور مجھے ان تعلقات کے ناموں کی صراحت کے ساتھ جن کو سرکار رکھنا چاہتے ہیں لکھا ہے اس سے اور زیادہ تعجب ہوتا ہے کہ گورنر جنرل نے حضور پرنور کے نام کے خریطہ میں لکھا ہے کہ انھوں نے آپ (میر عالم) کو اور جنرل ہاریس کو لکھا ہے کہ خان مذکور کی جاگیر کے مقدمہ کو آپ (میر عالم) کی تحریر اور مراتب مجوزہ کے اعتبار سے بہت جلد فیصلہ کر دیں درآنحالیکہ آپ (میر عالم) کے خریطہ میں جس کی نقل ہمارے ملاحظہ کے لئے انھوں نے بھیجی ہے لکھا ہے کہ بہترین نقشہ کی تجویز کے ساتھ میر قمر الدین خاں کی درخواست کے تصفیہ سے بہت جلد انفصال معاملہ کر دیں چنانچہ دونوں خریطوں کے مضامین سے دو طرح متصور ہوتا ہے یہی حشمت جنگ کو کہلا بھیجا گیا بہادر موصوف بھی متحیر و متعجب ہیں اور کہتے ہیں کہ اپنے اطلاع دینے اور گورنر جنرل کے پاس سے یہ تفصیل تعلقات (یعنے قلعہ معہ قصبہ اور تین تعلقات کھمارہ ۔ کالوہ اور راچوتی) یہ جواب پہنچنے پر بھی کہ حسب منشاء سرکار میں رہے باقی میر قمر الدین خاں کی جاگیر میں جاے ایسا ظہور میں آنے سے معلوم ہوتا ہے کہ صاحبان سرینگ پٹن کا قصور ہے''۔

ٹیپو سلطان کے فرزندوں اور پسماندوں نے انگریزی کمپنی کے ذریعے جو استدعا کی تھی کہ بغرض پرورش نصف حصۂ ملک اور نصف خزانہ ان کو ملے اس کی نسبت ارسطو جاہ نے یہ لکھا ہے

”کیوں نہیں کہتے کہ یہ ہمارا حق ہے کہ قلعہ ہم نے حملہ کرکے فتح کیا ہے اور اسیران جنگ میں ہیں ان کے لئے صرف ٹوٹ لایموت کے موافق تجویز کرنا چاہئے اور بقیہ تمام چیزوں میں مساوی حصے ہوں ان میں سے اہل کمپنی اپنی سپاہ کے حصے میں آپ مختار ہے اور کارپردازان سرکار دولتمدار اپنی سپاہ کے حصہ میں اپنے قانون کے مطابق مختار ہیں۔ یہی حشمت جنگ اوران کے منشی سے بھی کہدیا گیا ہے انھوں نے اس امر کا ذمہ لیا ہے کہ گورنر جنرل کو یہی لکھا گیا ہے ایسا ہی عمل ہوگا اوراس کا بھی اقرار کیا ہے کہ سرکار عالی کی سپاہ کا حصہ تمہارے حوالے ہوگا آئندہ کارپردازان سرکار مختار ہیں،،

میر عالم نے کمیٹی تقسیم انعام میں ٹیپو سلطان کے فرزندوں اور پسماندوں کے متعلق یہ مسئلہ پیش کیا تھا کہ ان کو قایم کرنے میں نیک نامی و مصلحت سرکارین متصور ہے اس پر عمل ہو تو دونوں سرکاروں میں بطور نوکری ان کو مامور کیا جائے کہ ہر ایک کی ضرورت پر جمعیت رکاب یا جمعیت سرکار کے ساتھ حاضر ہوں اور نوکری وجاں نثاری کے فرائض بجا لائیں اسی رائے کو بالفاظ صریح ارسطوجاہ نے اس طرح ظاہر کیا ہے۔

”ٹیپو سلطان مرحوم کے مخصوص خویش واقارب کو دو آدمیوں کے تحت (جو ان میں کے ذی اعتبار ہوں) رکھکر ایک کو سرکار دولتمدار میں اور دوسرے کو سرکار کمپنی میں ایک مقام پر بعزت معیشت رکھ چھوڑیں اور آئندہ اُن کے چال وچلن اور اوضاع واطوار کے علم کے بعد اگر وہ قابل ترقی قرار پائیں تو ترقی دیجائے ....،،

اور پھر اسی مسئلہ کے متعلق لکھتے ہیں:۔

"ایں جانب (ارسطو جاہ) کو یقین ہے کہ ٹیپو سلطان کے لڑکوں اور پسماندوں کو منشاء سرکار دولتمدار اور اظہار میر صاحب کے موافق کیا جائیگا اور نصف ملک ہرگزان کو نہ دیا جائیگا اغلب کہ کونسل میں اس کا بھی مذکور آچکا تھا کہ تمام ملک کے تین حصے کرکے ایک حصہ ان (پسران وپسماندگان ٹیپو سلطان) پر چھوڑا جائے وہ باقی نہ ہو پس جب تک کہ نظم ونسق درست نہ ہو ہر شخص کے خیال میں جو آئے کہتا ہے اس کا اعتبار نہ کرنا چاہیئے یقین رکھیں گورنر جنرل بہادر میر صاحب کی صوابدید اور رضامندی سے ایسا عمل کریں گے کہ اینجانب اور میر صاحب کی سرخروئی حضور میں اس سے زیادہ ہو جتنی کہ اب ہے اس کا یقین رکھ کر اپنے دل میں کوئی تامل نہ کریں............"

میر عالم نے تقسیم ملک پر روشنی ڈالتے ہوئے ارسطو جاہ کو لکھا تھا کہ بندگانعالی کے حصہ میں سات، لاکھ ہون کا ملک آتا ہے جس میں سے قمرالدین خان کی جاگیر رقمی دو لاکھ ہون وضع ہونے کے بعد صرف پانچ لاکھ ہون کا ملک حصہ سرکار میں باقی رہتا ہے اس پر ارسطو جاہ لکھتے ہیں۔

"بنظر تامل غور کریں کہ بعد اخراجات قلعجات عمالان ومتصدیان وسہ بندی محال وغیرہ کتنا سرکار میں باقی رہیگا کہ اس میں ان پلاٹن اور رجمنٹ کے رکھنے کی توقع کی جاسکے جب سے یہ خبر ملی ہے تاملات عمیق میں متحیر ہوں کہ کس طرح اخراجات کی عہدہ برآئی ہو اور حضور میں آپ کو اور مجھ کو منہ دکھلانے کی کیا صورت رہیگی............"

اصول تقسیم پر نظر ڈالتے ہوئے ارسطو جاہ نے میر عالم کو لکھا ہے۔

"غنیمت میں ہو یا ملک میں اگر مساوات نہ برتی جائے تو یہی کہنا چاہیئے کہ اب تک

کمپنی کی نیک نامی تمام ہندوستانی رؤسا میں مشہور آفاق تھی اب ان مضامین سے اس کے برعکس متصور ہوتا ہے وہ جو چاہیں کریں اس کے بعد آپ رخصت ہو کر چلے آجائیں یقین ہے کہ اس امر کے مواخذہ میں اہل ولایت اُن لوگوں سے باز پرس کریں گے بہتر ہے کہ اس امر کا اظہار بالمشافہہ اُن سے بھی کر دیں یہی ہم نے حشمت جنگ کے پاس بھی کہلا بھیجا ہے“۔

انگریزی کمپنی کی تقسیم غنیمت کی پالیسی پر نظر ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں۔

”یہ جو خزانہ اور جواہر اور اثاثہ اور آلات حرب وضرب وغیرہ نقد وجنس (خواہ پرکاہ کیوں نہو) کی تعداد و مقدار سے خود (انگریز) واقف ہو گئے اور سرکار کو اطلاع نہیں کی یہ کونسی نیک طینتی اور نیک نامی اور حق پرستی ہے عالم شراکت میں جب تمام اشیاء کا مساوی حصہ لازم آتا ہے شریک نکرنا نظر دوربیں میں سوائے نفسانیت اور کچھ نہیں ہو سکتا..........“

گورنر جنرل کا خیال تھا کہ صرف ایک لاکھ ہون مال غنیمت سے حصۂ سپاہ سرکار دولتمدار میں معہ حصۂ میر عالم و دیگر عہدہ داران علاوہ سرکار عالی دیدیں اس سے مطلع ہو کر ارسطو جاہ میر عالم کو لکھتے ہیں:۔

”متعجب اور ہزار تعجب کہ غنایم مع خزانہ کی تعداد گورنر جنرل نے بارہا لکھی کہ توشک خانہ اور آلات حرب وضرب کے سوائے کروڑہا روپے ہے پس حسب قرار مدار تمام میں حصۂ مساوی ہونا چاہئے اگر وہ کہیں کہ ہماری جمعیت زیادہ ہے اور جمعیت سرکار کم ہے اسی نسبت سے میں دیتا ہوں تو یہی کہنا چاہئے کہ پھر مساوی شراکت کہاں رہی اور خلاف نوشت وخواند عمل ہوا۔ پس اس میں کمپنی کی کس قدر بدنامی ہوگی۔ ہرگز مبلغ مذکور کے لینے کو قبول نکریں........“

اِن امور کی نسبت حسب نشاء ارسطو جاہ استبداد گورنر نے پر انگریزی عہدہ داروں اور میر عالم میں اختلاف واقع ہوگیا اس کا اظہار گورنر جنرل ویلزلی کے مراسلہ نشان (۲۳) مورخہ ۳۰ رجون ۱۷۹۹ء کے مطالعے سے صاف طور پر ہوتا ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں :-

"باوجود برٹش گورنمنٹ اور میرے حسن سلوک کے میر عالم نے ہم دونوں (یعنی ویلزلی اور برٹش گورنمنٹ) کے خلاف بے چینی پیدا کرنے کے لئے اپنی بے بنیاد شکایات کے ذریعے سے جو اس نے اعظم الامرا کو سرنگاپٹم سے لکھے ہیں ہر ایک کوشش کو عمل میں لایا ہے مجھے معتبر اطلاع ملی ہے کہ میر عالم کی اس روش کی وجہ سوائے اس کے نہیں ہے کہ وہ سرنگاپٹم کی تقسیم غنیمت میں کوئی ذاتی حصہ پانے سے محروم رہے میں سمجھتا ہوں کہ وہ اپنی ناعاقبت اندیشی سے اپنے آپ کو جنرل ہاریس کے حصہ کے مساوی کا مستحق قرار دیتے ہیں اس ناواجبی دعوے سے انکار کئے جانے کی وجہ سے یہ بے چینی واقع ہوی یہ طرز عمل ان کی شان سے بعید اور ان کے اقرار کے مغایر ہے اور برٹش گورنمنٹ کے جو عنایات ان پر رہے ہیں اس کے خلاف ہے اور آئندہ سے میرے خیال میں وہ بدگمانی سے دیکھے جانے کے قابل ہوں گے۔"

تقسیم ملک و مال میں جو امور غور طلب اور ناقابل تسلیم تھے ان کو اپنے آقا اور ان کے وزیر پر ظاہر کرنا ایک خیر خواہ ملازم ہونے کی حیثیت سے میر عالم کا فریضہ تھا یہی انھوں نے کیا اور اپنی پیش نہ چلنے کی وجہ جو ذہنی تکلیف ویلزلی کو ہوی اس کا اظہار انھوں نے کیا اس لحاظ سے ان سے بھی کوئی غلطی نہیں ہوئی۔ یہ البتہ ہم تسلیم نہیں کرسکتے کہ میر عالم نے انعام میں اپنا حصہ خاطر خواہ نہ پانے سے اعظم الامرا سے لگائی بجھائی کی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ

میر عالم اپنے کسی حق کی بناء پر ایسا دعویٰ نہیں کر سکتے تھے کہ انعام مجھے اتنا ہی ملے۔ البتہ ان کا فریضہ تھا کہ ان کی طرف سے جن کے یہ وکیل یا نمکخوار تھے کوئی حجت یا مطالبہ کریں اس کے معنی یہ نہیں ہو سکتے کہ وہ اپنے لئے ایک مناسب حصہ طلب کر رہے تھے اور جو واقعات کہ اس موقع پر وہاں پیش آئے۔ یا آرہے تھے ان کا اپنے آقا پر ظاہر کرنا فرض اولین تھا تاکہ آئندہ کی ذمہ داریوں سے خلاصی پائیں اگر انھوں نے ایسا کیا تو یہ نہیں سمجھا جا سکتا کہ انگریزی کمپنی کے خلاف بے چینی پیدا کرنے کی کوشش کی۔ اس کے بعد ویلزلی نے لکھا ہے:۔

"نظام اور اعظم الامرا کے اعمال بھی اسی قبیل سے ہیں میں اس سے زیادہ سبک اور خارج از عقل کوئی اور امر نہیں پاتا جو انھوں نے ہماری اور نظام کے فوج سے اس کی بہادری اور محنت کے صلے اور انعام کے حقوق چھین لینے کے لئے کیا ہے نظام کی فوج کیا باعتبار تعداد اور کیا بلحاظ قابلیت اتنی ناقص اور کم تھی کہ کمپنی کے مماثل نظام کا انعام قرار دینے میں بڑی ناانصافی ہوگی اس صورت میں ہماری فوج خاطر خواہ محنت اٹھانے کے باوجود اپنے موجبہ استفادہ سے محروم رہیگی۔ نظام کے رسالے کو (جو بیقاعدہ ہونے کی وجہ سے استحقاق کے قابل نہیں) چھوڑ کر باقی فوج ہماری افواج کے ساتھ ساتھ حصہ پائے اس کے سوائے اور کوئی اصول اختیار نہیں کیا جا سکتا۔ نظام کے رسالے کی بابتہ میر عالم کے ساتھ ایک تصفیہ ہوا تھا آیا میر عالم نے نظام کی پیدل افواج کو ان کے رقمی انعامی حصص سے محروم رکھا اور نظام کے ذاتی استعمال کے لئے اس کو محفوظ کر دیا یہ ایسا سوال ہے جس کے دریافت کرنے کی مجھے ضرورت نہیں اور نہ میں ایک ایسے معاملہ میں دخل دیکر برٹش گورنمنٹ کے اعمال کو دھبہ

لگانا چاہتا ہوں اگرچہ اس امر میں میرے انکار سے ہز ہائینس کے ساتھ کے اتحاد کو نقصان پہنچیگا۔ میں اپنے اس خط کو نظام اور اعظم الامرا اور مستقیم الدولہ[1] کے رویہ اور زبان پر روشنی ڈالتے ہوئے ختم کرتا ہوں بڑا افسوس ہے کہ میں ان کی حالیہ گفتگو کی اطلاعوں میں ایک ایسی ہوا پاتا ہوں جو ہمارے اور دربار حیدر آباد کے تعلقات کی مضبوطی کے لئے نہایت خطرناک ہے مستقیم الدولہ کی زبان سخت ناپسندیدہ ہے اور چونکہ وہ میر عالم کے قریبی رشتہ دار ہیں اس لئے ان کے مربی اور قرابت دار کی (مطالبۂ انعام میں) ناکامیابی ان کی اس گستاخی اور جراءت کا درپردہ باعث ہوگی۔ معلوم ہوتا ہے کہ مستقیم الدولہ نے جو زبان استعمال کی ہے اس کی نسبت قبل ازقبل اعظم الامرا سے مشورہ ہو چکا تھا۔ یہ صورت قابل زجر و توبیخ ہے میں چاہتا ہوں کہ تم مستقیم الدولہ سے میرے ان اقتدارات کا اظہار کرو گے جو نظام نے مجھ کو قبل ازیں دلائے ہیں یہ فرد اقتدار جو میرے ہاتھوں میں دیگئی۔ برٹش گورنمنٹ کے اعلیٰ اقتدار کے نظر کرتے بالکل مہمل اور فضول ہے۔

سرینگ پٹن کے قلع قمع کے بعد سے نظام نے دو دفعہ یہ ظاہر کیا ہے کہ وہ میرے اُن مکمل اقتدارات میں ذرا بھی مداخلت نہیں کریں گے جو انھوں نے فتح میسور میں اپنے فوائد کی نسبت استعمال میں لانے کے لئے میرے سپرد کئے تھے میری خواہش ہے کہ تم بہت جلد مستقیم الدولہ کو اُن کی اس شوخ کلامی پر جو انھوں نے برٹش گورنمنٹ کے نسبت کی ہے۔ مبینہ طریقہ پر تنبیہ کریں اور اگر مزید سختی کی ضرورت ہو تو ان کو ان کے پنشن (الونس) سے محروم کر دیں اور ساتھ ہی تم دیوان کو

---

[1] میر عالم جنگ میسور کے لئے روانہ ہوئے تو یہاں رزیڈنٹ اور دیوان کے درمیان مستقیم الدولہ وکیل مقرر ہوئے اور وہ غفران مآب اور ارسطو جاہ کے پاس میر عالم کی طرف سے بھی نائب یا وکیل تھے۔

اسی تفصیل کے ساتھ جس سے مجھے واقف کیا گیا ہے یہ ظاہر کریں کہ آیا انھوں نے نوکروں کو ایسی ناجائز گستاخی اور بد کلامی کی اجازت دے رکھی ہے اس موقع پر اعظم الامرا کو ان فوائد سے آگاہ کرانا نامناسب نہ ہوگا۔ جو نظام گورنمنٹ نے گزشتہ سال برٹش طاقت سے اتحاد کی بدولت حاصل کئے ہیں چنانچہ تھوڑے[۱] ہی عرصہ میں نظام کو اس مسلح اور باقاعدہ جماعت (فرانسیسی) کی بغاوت سے خلاصی دلائی گئی جو ان کی ریاست کے بیچوں بیچ اس کی آزادی پر اثر ڈال رہی تھی۔[۲] ان کے دشمن مرہٹوں کی مداخلت انگریزی قوت سے روکی گئی جن سے ان کی قوت کی تباہی ہو جاتی۔ ان کا[۳] نہایت ناممکن التسخیر دشمن (ٹیپو سلطان) ان کے خزانہ پر کوئی مزید صرفہ ڈالے بغیر تباہ و تاراج کر دیا گیا اور اس دشمن کے عوض میں ایک ایسی قوت قایم کی گئی جو ان کے ساتھ متحد ہے اور جس سے ان کی ریاست کو بالکلیہ اطمینان ہے اس کے علاوہ[۴] انھوں نے (نظام) ملک کا ایک بڑا حصہ اور اس کا محاصل اور فتح و شہرت اپنی فوج کے ذریعے حاصل کی ہے جس نے برٹش آفیسروں کے تحت جنگ میں اپنی خدمات بجا لائے فی الجملہ انھوں (نظام) نے ایک پست حالت سے اپنے ملک میں اور بیرونجات میں حقیقی قوت اور عزت اور نام حاصل کیا اور ہندوستان کے اور بادشاہوں میں ایک ذی وقعت رتبہ پایا یہ سب برٹش طاقت کے ساتھ ان کے اتحاد کے نتائج ہیں جو بلا کسی کوشش اور محنت کے انھوں نے حاصل کئے ممکن ہے کہ یہ بھی کوئی احتیاط ہو کہ مال غنیمت پر ہز ہائینس کی عدم دست رسی (جو برٹش گورنمنٹ سے اس بناء پر جائز رکھی گئی تھی کہ مال غنیمت سے ان لوگوں کی حوصلہ افزائی کی جائے جنھوں نے اس جنگ کے موقع پر اپنی جانوں کو خطرے میں ڈالا تھا) سے باوجود اتحاد سے اتنے فوائد

حاصل کرنے کے اپنے تعلقات کو خطرے میں ڈالنے کے درپئے ہوے"

اس سے صاف ظاہر ہے کہ عہد نامہ میں اور تقسیم ملک و مال میں جو کچھ نقایص اور کمزوریاں تھیں ان سب کا انکشاف میر عالم نے اپنے معروضہ میں بندگانعالی کو کیا اور انھوں نے ارسطو جاہ کو اس کے خلاف احکام دے اور مستقیم الدولہ نے (جو اندنوں مابین ارسطو جاہ اور رزیڈنٹ کے وکیل تھے) اس کی اطلاع اور احکام رزیڈنٹ کو پہنچائے۔ جس کی خبر رزیڈنٹ نے گورنر جنرل کو کی نتیجہ یہ نکلا کہ کشیدگیاں پیدا ہوگئیں اور بمصداق نزلہ بر اعضائے ضعیف گورنر جنرل میر عالم اور مستقیم الدولہ پر ٹوٹ پڑے اور یہیں سے اُن کو خیال پیدا ہوا کہ ان دونوں (میر عالم و مستقیم الدولہ) کو ان کے خدمات سے علٰحدہ کرنے کی کوشش کیجائے اس خط میں میر عالم کا مال غنیمت میں سے اپنے حصہ کے لئے کوئی خاص معیار قائم کرنا سمجھ میں نہیں آتا یہ البتہ یقینی امر ہے کہ انھوں نے حسب ہدایت ارسطو جاہ معاملہ تقسیم میں بعض امور پر استبداد کیا۔ اور مسئلہ تقسیم میں معاہدے کے خلاف امور پر ناراضی کا اظہار کرنا حقیقتاً واجب تھا۔ غنیمت کی تقسیم خواہ انفرادی ہو یا اجتماعی اور ملک کے حصّوں کی قرار داد ایسے امور نہیں تھے کہ نظر انداز کر دئے جاتے اسکی کوئی ضرورت نہیں تھی کہ انگریزی کمپنی ہر شریک جنگ کو اپنے یا اپنی مقرر کردہ کمیٹی کے زیر اہتمام مال غنیمت کی تقسیم کرتی اس کو کوئی حق نہ تھا کہ وہ نظام کے متعلقہ عہدہ داروں کو کوئی رقم انعام دیتی وہ متحدہ جماعت کے ایک فریق تھے اس لئے اہالیان کمپنی کو چاہئے تھا کہ مال غنیمت کی تقسیم باعتبار ارکان اتحاد مجموعی طور پر کرتے نہ کہ انفرادی طور پر اس تقسیم کے بعد ہر فریق اتحاد اپنے اپنے عہدہ داروں کو حسب مدارج خود تقسیم کرتا یا اور کوئی انتظام کرتا بہر حال ویلزلی کا

یا اس کی کمپنی کا یہ غلط اصُول تھا کہ اس نے مالِ غنیمت کی تفصیلی تقسیم اپنی قایم کی ہوئی کمیٹی کے ذریعے خود کی اس موقع پر یہ بتانا بیجا نہیں ہے کہ مالِ غنیمت میں سے نظام کا نقدی حصہ جس کی تحقیقی مقدار معلوم نہ ہو سکی سکندر جاہ کی تخت نشینی تک بھی ہمارے رئیس کو وصول نہیں ہوا اس کے ایک عرصہ بعد اس رقم میں سے بعض منہائیاں عمل میں آئیں اور باقی رقم ایصال ہوی اس کے متعلق صاحب تاریخ رشید الدین خانی لکھتے ہیں :-

"(سکندر جاہ بہادر) اُن (رزیڈنٹ سڈنہام) کے گھر تشریف لے گئے صاحب بہادر نے بہت تکلف سے ضیافت کی چنانچہ ذکر اس کا گزرا اور لاکھ روپے نشستگاہ[1] کے گزرانے اور ایسا کہا کہ سات لاکھ روپے سرکار کے حصہ کے بابتہ غنیمت سرنگ پٹن جو طرف سرکار کمپنی کے بہادر تھے بطریق تحفہ و ہدایائے یورپ وغیرہ بعد وضع ہونے اخراجات ضیافت ہذا اوا کئے جائیں گے چنانچہ من بعد بتدریج کچھ کم چھ لاکھ روپے کے اشیاء و اجناس ولایتی گزرانے اور وے سب مجریٰ و محسوب ہوئے۔"

ہم کو اس کی صحت کے تسلیم کرنے میں عذر ہے اس وجہ سے کہ اس کی تصدیق کسی اور تاریخ سے نہیں ہوتی قیاس کا تقاضا یہی ہے کہ انگریزی کمپنی اتنی سبکی اور تنگ خیالی تو اس زمانے میں اختیار نہیں کی ہوگی ممکن ہے کہ حالات ملک کے نظر کرتے رزیڈنٹ نے خود ایسا کیا ہو بہر حال تفصیلی تقسیم غنیمت و ملک میں جو غلطی ویلزلی کی طرف سے ہوی تھی اُس کو نباہنے کی خاطر

---

[1] یہ ایک رسم ہو دہ یہ کہ جب کوئی امیر اپنے بادشاہ کو دعوت دیکر اپنے گھر بلائے تو نقد ایک لاکھ روپیوں کا چبوترہ بجائے تخت شاہی بنا کر اُس پر بادشاہ کو بٹھلاتے اور بعد برخاست وہ روپئے خیرات کردئے جاتے ہیں ہمارے ظل اللہ آصفجاہ سابع خلد اللہ ملکہ نے بنظر اصلاح اس بے معنی رسم کو متروک گردانا ہے ۱۲

میر عالم کے خلاف مارکوئس ویلزلی نے زور دیا اس خط کا نتیجہ یہ نکلا کہ میر عالم اس واقعہ کے ایک سال بعد اپنی خدمات سے سبکدوش کردئے گئے اور اون کو اپنی جاگیر میں رہنے کا حکم ہوگیا اس مراسلہ کے بعد کے واقعات جو میر عالم اور ویلزلی کی کشیدگی سے متعلق ہیں صاف ظاہر نہیں ہوتے ہمارے فارسی مورخین نے تو اس کا کوئی ذکر بھی نہیں کیا ہے بلکہ وہ میر عالم کی علیحدگی اور سکونت جاگیر کے واقعہ کو ایک اور واقعہ کا باعث قرار دیتے ہیں جو یہ ہے :-

کرک پیاٹرک اور خیر النسا کی شادی اور اس کا مقدمہ

جیمس اکلیس کرک پیاٹرک اپنی حیدرآباد کی رزیڈنسی کے زمانہ میں اپنی راتیں ایک مکان میں (جو رزیڈنسی کے سرکاری مکان کے قریب واقع تھا) گزارتے تھے جن میں ان کی ایک مدخولہ رہتی تھی اس گھر میں عاقل الدولہ کی نواسی خیر النسا بیگم بھی (جو مہدی یار خاں اور شرف النسا بیگم کی لڑکی تھی) آیا اور رہا کرتی تھی یہ لڑکی میر عالم کے رشتہ میں بھی ہوتی تھی۔ سوء اتفاق سے کرک پیاٹرک کے ساتھ اس کا تعلق ہوگیا۔ اور اور اس کی دلچسپی اس لڑکی سے زیادہ ہوگئی اور جب بات پھوٹ گئی تو انھوں نے اس لڑکی کو اپنے مکان رزیڈنسی میں داخل کرلیا اور اس کی رہایش کے لئے رزیڈنسی کا رنگ محل تعمیر کیا اور اسلامی ہندوستانی رسم و رواج کے موافق اپنے تعلقات کو باضابطہ بنالیا اس واقعہ تعلقات سے ایک عام بیچینی پیدا ہوی ارسطو جاہ نے یہ کیفیت میر عالم کو لکھی جو اس زمانے میں ممالک مفتوحہ میسور کے بندوبست میں حسب الحکم بندگانعالی مصروف تھے اور بلحاظ اس کے کہ امر سفارت انھیں کے تفویض تھا ان کو ارسطو جاہ نے حکم دیا کہ خیر النسا کے اغوا کا الزام کرک پیاٹرک پر لگا کر گورنر جنرل سے ان کی سزا کے لئے تحریک کریں بہ امتثال امر میر عالم نے سارا واقعہ من و عن

لارڈ صاحب کو لکھ بھیجا اور اپنے مراسلہ میں اس واقعہ سے خود کرک پیاٹرک اور گورنمنٹ کے حق میں جن بُرے نتائج کے پیدا ہونے کا امکان تھا سب ظاہر کر دیا اس پر گورنر جنرل ویلزلی نے کپتان جان ملکم[1] کو بطور کمشنر تحقیقات مقدمہ کے لئے مقرر کیا اور اس کو حکم دیا گیا کہ بعد تحقیقات اگر مقدمہ ثابت ہو تو کرک پیاٹرک کو برطرف کر دے جان ملکم بنگالہ سے براہ جہاز مچھلی بندر پر اترا اس کمیشن کی اطلاع خانگی طور پر کرک پیاٹرک کو قبل از قبل ہو چکی تھی۔ اس نے ارسطو جاہ سے درخواست کر کے اپنی خلاصی کے لئے اس لڑکی کی ماں شرف النسا بیگم سے ایک درخواست حاصل کی جس میں اس نے یہ بیان کیا کہ اس نے اپنی خوشی سے کرک پیاٹرک کے ساتھ لڑکی کی شادی کر دی ہے۔ کرک پیاٹرک نے اس درخواست کو اپنی بریت کا پروانہ بنایا اور اپنی خاص فوج کے کمانڈان کپتان ہمنگ کو جان ملکم کے مچھلی بندر پہنچنے کے قبل خط دیکر بھیجدیا جس میں اس نے واقعہ کی صورت حال بتادی اور یہ لکھا کہ یہاں آکر آپ میری نسبت تحقیقات کریں گے تو اس میں میری سبکی ہوگی جان ملکم اس تحریر کی بنا پر بلا مزید تحقیقات واپس ہو گیا۔ اس واقعہ سے میر عالم اور کرک پیاٹرک میں باہمی کشیدگی ہوگئی وہ کرک پیاٹرک سے اس وجہ سے کشیدہ ہو گئے تھے کہ جس لڑکی سے اس نے تعلق پیدا کیا وہ ان کے عزیزوں میں سے تھی اور کرک پیاٹرک ان سے اس وجہ سے مخالف ہو گئے تھے کہ انھوں نے گورنر جنرل کے پاس اس کی خاطر خواہ شکایت کر دی تھی۔ لیکن مکھن لال اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ رزیڈنٹ اور میر عالم میں جو باہمی عناد پیدا ہوا اس کے باعث مستقیم الدولہ ہیں کہ انھوں نے اپنی خفت عقل سے ایسے امور کا بے موقع اظہار کیا

---

[1] یہ وہی جان ملکم ہے جو کچھ ہی عرصہ قبل جیمس اچلیس کرک پیاٹرک حشمت جنگ کا مددگار اول رہ چکا تھا۔

جن سے جانبین میں کشیدگی ہوگئی دراصل واقعہ یہ ہے کہ میر عالم کے خلاف تقسیم ملک و مال میسور کی بابتہ پہلے سے مواد تیار تھا اب یہ واقعہ اور سونے پر سہاگہ ہوگیا۔

خدمت سے میر عالم کی علٰحدگی اور اُن کا انزوا

ارسطو جاہ سے بالا بالا یہ تصفیہ ہوگیا کہ میر عالم خدمت سفارت سے الگ کر دئے جائیں اور خدمت سفارت دیوانی کی خدمت میں ضم کر دیجائے جس کو تسلیم کر لینے میں خود ارسطو جاہ کا بھی فائدہ تھا میر عالم میسور کی چوتھی جنگ کی فتح کے بعد جب ملک کے اسناد اور مال لیکر حیدر آباد لوٹے ہیں تو بندگانعالی نے امرا کو ان کے استقبال کے لئے بھیجا اور ایک خاصہ کا ہاتھی میر عالم کی سواری کے لئے ان کے ساتھ کیا اور ان کے یہاں آنے کے بعد ہی ان کو حکم ہوا کہ ممالک مفتوحہ کڑپہ، کنچی کوٹ، سدھوٹ بلاری وغیرہ کے انتظام و بندوبست کے لئے جائیں ان اعزاز کی وجہ سے اور امرا کی نظروں میں یہ کھٹکنے لگ گئے تھے اور ممکن ہے کہ ارسطو جاہ کو بھی یہ خیال ہوا ہو کہ کہیں یہ دیوان نہ ہو جائیں ان امور کے اعتبار سے میر عالم کے خلاف اس زمانے کے درباریوں کا ایک ایک حرف کہنا بھی بندگانعالی کے دل کو پلٹانے کے لئے کافی تھا بہر حال حسب قرارداد میر عالم خدمتِ سفارت سے الگ کر دئے گئے اور سفارت دیوانی میں ضم ہوگئی لیکن ارسطو جاہ نے اپنے حزم و احتیاط کو اس قدر کام میں لایا کہ خدمت کی علٰحدگی کے بعد انھوں نے مناسب نہیں خیال کیا کہ میر عالم کھلے بندوں چھوڑ دئے جائیں اور ان کے لئے یہ حکم حاصل کیا کہ وہ قلعۂ رُور رُور میں قیام گزیں رہیں تاکہ ان کا دائرۂ ملاقات نہایت محدود ہو جائے میر عالم کی علٰحدگی کی وجہ میر عبد اللطیف شوستری نے یہ بیان کی ہے کہ ارسطو جاہ نے بندگانعالی کے پاس انتظام

امور کلیات پیش کر کے اور یہ ظاہر کر کے کہ میر عالم انگریزوں کے ساتھ ساخت باخت رکھتے ہیں ان کو خدمت سے علٰحدہ کرنے کی منظوری حاصل کر لی ممکن ہے کہ ارسطو جاہ نے غفراں مآب سے یہی عرض کر کے ان کی علٰحدگی کا حکم لیا ہو اس واسطے کہ غفراں مآب کو میر عالم سے دفعتاً بدگمان کرنے کے لئے اس سے زیادہ کارگر کوئی اور حیلہ ہو نہیں سکتا تھا جب حشمت جنگ ارسطو جاہ کے ممنون ہو گئے اور ان کو یہ علم ہو گیا کہ ان کے اور میر عالم کے تعلقات کشیدہ ہو گئے ہیں کچھ تو اپنے تعلقات ارسطو جاہ کے ساتھ بڑھانے کی خاطر اور کچھ میر عالم سے اپنی ذاتی عداوت اور بغض نکالنے کے لئے ارسطو جاہ کو یہ باور کرایا کہ فتح سرینگ پٹن میں بہت سارے جواہرات جو نظام کے حصے میں آئے تھے میر عالم نے ان کو سرکار میں داخل نہ کر کے آپ بچا لیا ہے اس واقعہ کے علم کے بعد انہوں نے میر عالم کے فرزند میر دوران سے اُن جواہرات کا مطالبہ شروع کیا اور ان کے پاس چوبدار متعین کر دئے کہ کسی صورت میر دوران سے جواہر وصول کریں۔ میر دوران نے مطالبے اور تقاضے سے تنگ آکر کلام پاک کی قسم کھا کر کہدیا کہ میں نہیں جانتا کہ وہ جواہرات کیسے ہیں اور کس کے پاس ہیں اس سے میر دوران کو اس قدر کوفت ہوی کہ وہ غیرت میں گھلنے لگ گئے حتی کہ ۱۲۱۶ء م ۱۸۰۲ء میں قضا کی۔ میر عالم نے وہ جواہرات دراصل مستقیم الدولہ کے حوالے کئے تھے مستقیم الدولہ میر عالم کی طرف سے ارسطو جاہ کے پاس نائب اور وکیل تھے ان سے جواہرات کے متعلق پوچھا گیا تو بڑے ہی وثوق سے انھوں نے کہا کہ وہ جواہر میر عالم کے خانساماں غلام نبی خاں کے پاس امانت ہیں اس اتہام پر اس بیچارے کا گھر ارسطو جاہ کے ہاتھوں تباہ اور برباد ہو گیا مگر جواہر نہ نکلے آخر مستقیم الدولہ یہ کہہ کر گول ہو گئے

کہ غلام نبی خان نے ان کو بچا لیا ہے میر عالم کی خلاصی کے لئے مستقیم الدولہ اکثر غفراں مآب اور ارسطو جاہ سے عرض معروض کرتے رہتے تھے آخر اُن کی طرف سے ان کی علالت مزاج کے عذر کو پیش کر کے بلدے سے قریب آرہنے کی اجازت چاہی مستقیم الدولہ کی یہ درخواست پذیرا ہوی اور میر عالم کو اجازت ملی کہ وہ اپنی جاگیر ناگل پلّی (واقع عقب گولکنڈہ) میں آرہیں اور ان کی حفاظت و نگہبانی کے لئے دو سو سوار اور جوان اور ہرکارے وہاں متعین کردئے گئے یہاں آنے کے بعد ایک رات میر عالم کے گھر کو آگ لگ گئی اور سارا اثاثہ جل گیا۔ غنیمت یہ جانیں بچ گئیں۔ اس سے میر عالم اور متاثر ہوے اور ضعف و نقاہت اور بڑھ گئی محمد فیض اللہ صاحب خزانۂ رسول خانی کا بیان ہے کہ میر عالم نے کئی معروضے ارسطو جاہ کی زندگی میں بندگانعالی کے ملاحظہ میں اپنے نائب کے ذریعہ گزرانے جن کے بعض مضامین کی نقل اُس نے میر عالم کی زبان سے ان الفاظ میں کی ہے:-

"ایں غلام (میر عالم) بوقت مراجعت از سفر سرینگ پٹن با شامخ الارکان سرکار کمپنی والاشان بہ اقبال ابدا تصال سرکار دولت مدار ابد پائدار بہ آئین بہین بانواع واقسام شرط نمکخوارگی جناب خداوند نعمت طوریکہ بجا آوردہ درجناب قدسی مظاہر نیکو روشن کہ بجاپلوسی تمام درخواست سطحہ سلطان نگر برائے تیاری مکان چھاؤنی متعرومناس خود بسیاری خواست و درجلدوی پروانگی سطحۂ مذکور ہشت لک روپیہ نذر بلازمان حضور پُرنور قبول کردہ بودند غلام مانع گشتہ بہ آہنا فہمانیدہ کہ در راسخ القولی عہدیہ فیمابین سرکارین فرق آید ہرچہ کہ دفعات عہدنامہ بقید قلم

آوردہ اند وچہ حال وچہ آیندہ باہمدیگر ہردو سرکار عظمیٰ استقرار و استمرار آوردہ
بدآں موجب طرفین ہردو دولتین عمل نمایند دریں تقریر بہ آں سمت توقف وتامل
بعمل آمدہ پس از غلام سیدخاں (ارسطوجاہ) برائے تیاری مکانات چھاؤنی
ومقرر مناس انگریز بہادر از حضور پروانگی دہانیدہ سرفراز کنانیدہ''۔

اس کے بعد اپنی بیماری کا اظہار حال اور احسانات بندگانعالی کا شکریہ ادا کرکے اپنی رستگاری کی استدعا کی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ چھاؤنی کا مقام میر عالم کے منشاء کے خلاف تجویز ہوا اور ممکن ہے کہ ارسطوجاہ نے آٹھ لاکھ کے نذرانہ کے توقع میں اس کی اجازت دلادی ہو اس امر میں میر عالم سراسر معقولیت پر تھے بہرحال مستقیم الدولہ نے آخر مرتبہ حشمت جنگ کو اپنا شریک کرکے معروضہ کیا کہ میر عالم کو بلدے میں اپنے گھر آرہنے کی اجازت مرحمت ہو جس پر اجازت ملی۔ مگر گھر پر سرکاری پہرے چوکی کا حکم ہوا اور یہ تاکید تھی کہ میر عالم کسی سے نہ ملیں رہیں تو اپنے گھر میں رہیں اور مریں تو میر مومنؒ کے دائرے میں دفن ہوں۔

سب سی ڈی اے ری سسٹم کی تعریف اور اس میں شرکت نظام

تقسیم میسور کے زمانے میں مارکوئیس ولنگٹن نے ہندوستان کی دیسی ریاستوں کو اپنے قبضہ قدرت میں لانے کیلئے ایک آئین نافذ کیا جس کا نام سب سی ڈی اے ری سسٹم تھا اس میں مرہٹے شریک نہیں ہوئے اور انھوں نے گورنر جنرل کو صاف جواب دیدیا کہ ہمیں اسکی ضرورت نہیں اس پر انگریزوں کو شبہ ہوا کہ وہ کمپنی کے مخالف ہیں اور یقیناً جنگ کریں گے۔ نظام نے اس کو بلا ردوقدح قبول کیا۔

سب سی۔ ڈی۔ اے۔ ری سسٹم ایک آئین کا نام ہے جس کا اصول یہ تھا کہ ہندوستان کی

دیسی ریاستیں ایک دوسرے سے بے تعلق ہونے کی وجہ سے ہر وقت اپنی قریبی ریاست سے
غیر مطمئن رہتی تھیں اور خواہش رکھتی تھیں کہ ہمسایہ سلطنت کو دبالیں۔ اس سے انگریزی کمپنی نے
اپنے فائدے کی ٹھیرائی اور ان کے اخراجات سے فوجیں قائم کیں تاکہ وقت ضرورت وہ افواج ان
دیسی ریاستوں کے بھی اسی طرح کام آئیں جس طرح کہ خود کمپنی کے کام آسکتی تھیں
اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ کسی مزید صرفہ کو برداشت کئے بغیر انگریزی کمپنی کی فوجی تعداد بہت زیادہ
ہوگئی اور اس طرح دیسی ریاستوں کی فوجی طاقت کو اپنے قابو میں کرلیا اور انہیں افواج کے ذریعے
ایک ایک دیسی ریاست کو ان کی خودمختارانہ حیثیت سے خارج کرکے اپنے زیر اثر لالیا۔ فرنچ
ایسٹ انڈیا کمپنی کے ابتدائی طرز عمل سے (جو اس نے کرناٹک کے اور خود حیدرآباد کے معاملے
میں کیا تھا) انگریزی کمپنی نے اس اصول کا استقراء کیا اس طریقہ سے اپنی فوقیت کے قائم کرنے کا
یہ دستور نکال لیا کہ معاہدۂ ملازمت فوج کو معاہدہ اتحاد کی صورت میں طے کرکے بعض ایسے
شرائط کا انہیں لزوم قرار دیا جن سے معاہدہ کرنے والی دیسی ریاست کے خارجی تعلقات
انگریزی کمپنی کی صوابدید کے تحت آئیں اس کو سرکار نظام میں پیش کیا گیا تو ان کے کارداں
وزیر ارسطو جاہ نے کسی دوراندیشی کے بغیر اس کو قابل تسلیم تصور کرکے اس میں شرکت کے لئے
بندگانعالی کی منظوری حاصل کرلی چنانچہ اس کے تحت ۱۸۰۰ء م ۱۲۱۵ھ میں ایک عہدنامہ
مابین نظام و کمپنی طے ہوا جس کے شرائط یہ تھے دو پلٹن ایک رجمنٹ معہ توپخانہ و لوازمہ
موجودہ فوج میں اضافہ ہو (اس اضافہ سے فوج کی جملہ تعداد آٹھ پلٹن معہ آٹھ ہزار بندوقچی دو رجمنٹ
یعنے ایک ہزار سوار معہ لوازمہ توپخانہ ہوگئی) اور اس کی تنخواہ میں وہ علاقے جو نظام کو ٹیپو سے

۱۲۰۶ھ م ۱۷۹۲ء اور ۱۲۱۴ھ م ۱۷۹۹ء میں ملے تھے انگریزی کے سپرد کئے جائیں اور حد ان کی جنوب میں دریائے تنگ بھدرا اور کرشنا قرار دیجائے اور بلحاظ اس کے کہ اضلاع مذکورہ کی سالانہ آمدنی اس رقم سے کم تشخص ہوی ہے جو اس فوج کے لئے درکار ہوگی کمپنی نے قرار کیا کہ اس کا محاصل اخراجات فوج کے برابر ہو یا نہو وہ اس کے متعلق کوئی مزید مطالبہ سرکار نظام سے نہیں کریگی۔ اسی سن میں محمد وفادار خاں شمشیر جنگ اعتقادالدولہ شمشیرالملک کے باغ میں رزیڈنسی کی پائیل کی بنا پڑی اس کی تعمیر کا خرچ نظام پر پڑا صاحب حدیقۃ العالم نے اس کا اندازہ بر آورد دو لاکھ روپیہ بتایا ہے۔

۱۲۱۸ھ م ۱۸۰۳ء میں نظام علی خاں بہادر کا سفر آخرت ہوا غفراں مآب کی رحلت کے ساتھ ہی ارسطو جاہ نے باتفاق رائے حشمت جنگ انگریزی افواج میں سے ایک ایک سرکردہ ولایتی اور دو سو جوانوں کو ڈیوڑھی مبارک پر اور ہر اک مرشد زادہ کے محل پر متعین کر دیا تاکہ سکندر جاہ کی مسند نشینی میں کوئی فتنہ و فساد برپا نہ ہو اس کی وجہ جس پر ہم نے قبل اس کے روشنی ڈالی۔ یہ ہی کہ ارسطو جاہ لارڈ صاحب سے سکندر جاہ کی تخت نشینی میں تائید کے متمنی تھے اور لارڈ صاحب نے اسی بنا پر چند شرائط سکندر جاہ کے لئے پیش کئے تھے جن کے قبول کرنے پر انہوں نے انکی تخت نشینی کی تائید کا وعدہ کیا تھا اس کے بعد سکندر جاہ کی تخت نشینی کی رسم ادا ہوئی مگر انگریزی فوج کے پہرے اس کے بعد بھی ایک عرصہ تک قائم رہے۔

میر عالم کی دیوانی

۲۸ محرم ۱۲۱۹ھ م ۵ مئی ۱۸۰۴ء کو ارسطو جاہ کا انتقال ہوا ان کے بعد دیوانی کے تقرر کا مسئلہ زیر غور ہوا دو ماہ تک تقرر ملتوی رکھ کر سکندر جاہ نے راجہ راجندر رگھوتم راؤ[1] سے جو اندنوں پیشکاری کی خدمت انجام دیتے تھے امور سلطنت کا اجرا کیا آخر خود بدولت نے میر عالم کو اس خدمت کے لئے انتخاب کیا عام نظروں میں بظاہر میر عالم کی ایک عرصہ کی نظر بندی اس قابل نہ تھی کہ اس سے رہائی دلا کر ان کو اس اعلیٰ خدمت سے سرفراز کیا جاتا لیکن باوجود اس کے سکندر جاہ بہادر کی نظر میر عالم ہی پر جو پڑی اس کے بھی اسباب ہیں جن میں سے ایک سبب یہ تھا کہ ان دنوں ریاست کے اندرونی معاملات سے زیادہ بیرونی معاملات میں اہمیت تھی اور بیرونی میں بھی خصوصاً انگریزی کمپنی سے۔ اس کمپنی نے ان دنوں ریاست کے اندرونی معاملات میں دخل دہی کی ابتدا کر کے ہماری ریاست کی خود مختاریت کو متاثر کرنا شروع کر دیا تھا اس کو محسوس کر کے سکندر جاہ یہ چاہتے تھے کہ کسی ایسے شخص کو اپنا مدار المہام بنائیں جو انگریزی کمپنی اور ریاست نظام کے باہمی تعلقات

---

[1] یہ ہنمنت راؤ زنار دار مادھو اچاری کے لڑکے تھے راجہ رائے رایاں کے پاس ملازم تھے رائے رایاں کے انتقال کے بعد راجہ شام راج کے مزاج میں دخل پایا اور ان کی طرف سے پونہ کی وکالت پر مقرر ہوئے جب ارسطو جاہ پونہ میں نظر بند تھے تو انکی خلاصی میں انہوں نے بڑی مدد دی اور اس کے صلہ میں جب ارسطو جاہ حیدر آباد واپس آئے تو ان کو پیشکاری کی خدمت پر سرفرازی ملی ولائی اور کھمرہ کی جاگیر عطا ہوئی اور انگریزی کمپنی سے ان کے نام دو ہزار ماہوار مقرر تھی (حسب بیان لکھمن لال) لیکن یہ معلوم نہیں ہوتا کہ ان کو انگریزی کمپنی سے تنخواہ کیوں یا کس صلہ میں مقرر تھی ارسطو جاہ کے انتقال کے بعد یہ خدمت سے الگ ہوئے اور ۱۲۲۰ھ میں انتقال کیا۔

ابتدا سے اس وقت تک کا تفصیلی مطالعہ کیا ہوا ہو تاکہ اس کے معلومات سے ریاست فائدہ حاصل کرے اور دوسرا سبب یہ تھا کہ میر عالم انگریزی عہدہ داروں کے کہے سُننے پر اپنی خدمت سے علیحدہ کئے گئے تھے اس لئے سکندر جاہ کو خیال ہوا کہ ان کو انگریزی کمپنی سے حق مخالفت پیدا ہوگیا ہے پس ریاست کے معاملات میں جو کچھ بھی وہ کریں گے اپنے مفید ہوگا نہ کہ انگریزی کمپنی کے۔ لیکن باوجود ان امور کے سکندر جاہ کو میر عالم کے تقرر کی نسبت قطعی فیصلہ کرنے میں ششش و پنج تھا اس لئے انھوں نے مناسب خیال کیا کہ کسی سے مشورہ کیا جائے چنانچہ انہوں نے اپنے اس خیال کا اظہار کرکے ۲ ربیع الاول ۱۲۱۹ھ مطابق ۱۱ جون ۱۸۰۴ع کو اپنے پھپھیرے بھائی ممتاز الامرا[1] سے جو اس زمانے میں کلیانی میں مقیم تھے استشارہ کیا اور اودھر گورنر جنرل کو لکھ بھیجا کہ ہم نے عہدۂ دیوانی پر میر عالم کا تقرر کردیا اس کی نسبت ممتاز الامرا نے جو رائے ظاہر کی بلفظہ درج ذیل ہے:-

"اُسلوب مزاج بہادر موصوف (میر عالم) اگر بہ سمت دولت خواہی حضور پرنور حرام کند گذاشت محالات کڑپہ وغیرہ داخل سرکار عالی کردہ بندوبست کلیات بہ ایں طور ظہور کند کہ گاہے سرکردہ کمپنی انگریز بہادر پا از گلیم عہدیہ خود در کسے دراز نکند و موافق سررشتۂ قدیم

---

[1] مغفرت مآب حضرت آصفجاہ اول کی صاحبزادی مکرمہ بانو بیگم صاحبہ معروف بکالی بیگم میر کلاں خاں سے منسوب تھیں جن کے فرزند ممتاز الامرا تھے اور بسالت جنگ کی صاحبزادی نجبا و بیگم ان سے منسوب تھیں انھوں نے ٹیپو سلطان سے نسبت قیام اتحاد و استیصال کمپنی انگریزی کوئی خط و کتابت کی تھی جب میسور فتح اور ٹیپو سلطان شہید ہوے اور ان کی ریاست کے خزاین و دفاین انگریزی کمپنی کے ہاتھ آئے تو ان کا ایک خط ٹیپو سلطان کے پاس سے نکلا جس کو انگریزی کمپنی نے کرک پیاٹرک کے ذریعے غفران مآب کے ملاحظہ میں پیش کرکے کہا کہ یہ آپ ہی کے ایما سے لکھا گیا ہوگا حضرت خلاف واقعہ اقرار تو کر نہیں سکتے تھے انکار کے بعد ممتاز الامرا کو مصلحتاً بلدے سے کلیانی میں روانہ کردیا۔ جہاں وہ آخر عمر تک رہے اس زمانے کی پالیٹکس سے خوب واقف تھے لیکن انگریزی کمپنی کے موافق خیالات نہیں رکھتے تھے

دریک جہتی و یکدلی موجب قرار داد بماند گا ہے حرف زیادہ طلبی در پیش حضور پر نور گزارش نخواہند کرد خدانخواستہ بہ نظر کوتاہ اندیشی و خام طمعی و کفایت شعاری ثمر کائے دولت را درحاشیۂ خیال راہ دہد ابتری سپاہ وویرانی ممالک محروسہ روز بروز افزوں شود۔"

(خزانۂ رسول خانی مصنفہ محمد فیض اللہ فضل علی خاں)

ان الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ ممتاز الامرا میر عالم سے مطمئن نہیں تھے اسی لئے انھوں نے شرطیہ جملہ " اسلوب مزاج بہادر موصوف اگر بہ سمت دولت خواہی حضور پر نور خرام کند" استعمال کیا۔ ممکن ہے کہ اس کی وجہ یہ ہو کہ ٹیپو سلطان سے ممتاز الامرا کی خط و کتابت کی اطلاع کے بعد ہی ممتاز الامرا بلدے سے کلیانی بھیجدئے گئے تھے چونکہ میر عالم انگریزی کمپنی اور سرکار نظام کے مابین سفیر تھے اور یہ اطلاع علاقۂ انگریزی سے ملی تھی اس لئے وہ انہیں کو اس کا بانی مبانی تصور کرتے ہوں بہر حال باوجود مخالفت میر عالم کو خدمت دیوانی کے اہل تصور کرنا اس امر کی بین دلیل ہے کہ ان کی قابلیت اور لیاقت اور خوبی ان کے مخالفین کو بھی مجبور کرتی تھی کہ میر عالم کو مان لیں۔ ممتاز الامرا کو ان سے اطمینان نہیں تھا اسی لئے انہوں نے اپنی رائے میں شرط بھی لگادی تاکہ آئندہ انتخاب کی نسبت کوئی ذمہ داری ان پر عاید نہو۔

ادھر سے گورنر جنرل نے بھی سکندر جاہ بہادر کے خط کے جواب میں میر عالم کے تقرر کی نسبت اپنے خط مورخہ یکم اگست ۱۸۰۴ء میں اظہار پسندیدگی کیا اور جن امور کی بنا پر انہوں نے ان کو پسند کیا ہے وہ ان کے خط کی عبارت ذیل سے واضح ہوگا۔

"ونیز ماسوائے قوت ادراک کلی و جزئی امور ہر یک سررشتہ میر صاحب موصوف را

خصوصیت دیگر این است کہ در نظم و نسق و تمشیت کارہائے آں سرکار درس کافی و تجربہ وافی حاصل دارند و مدارج عقیدت میر صاحب موصوف نسبت بہ خاندان عالی شان آں والاقدر و واقفیت میر صاحب موصوف نسبت بہ صواب و غیر صواب امور سرکار آں والاقدر واصول و فروع سررشتہ موافقت واتحاد فیما بین دولتین در اثنائے خدمت گزاری ہائے کہ از قدیم الایام و عہدہ ہائے متفرقہ زیر فرمان والد ماجد مرحوم و مغفور آں والا قدر بعمل آوردہ اند بہ پایۂ ثبوت رسیدہ و معلوم آں والا قدر است کہ بذریعۂ ملاقات و مطارحات صوری نیاز مند را قابوئے استدراک کیفیت عقل و دانائی واوصاف واطوار میر صاحب موصوف دست دادہ بود و نظر بر مراتب حسن ظن آنچہ در باب لیاقت و قابلیت و اوصاف میر صاحب موصوف بر دل نیاز مند منقوش است از تقرر میر صاحب موصوف بعہدۂ مدار المہامی سرکار آں عالیشان خاطر نیاز مند در باب سود و بہبود و سرسبزی ریاست آں والا قدر و ترقی فوائد اتحاد دولتین بوجہ احسن مطمئن گردید۔"

ممتاز الامراء اور ویلزلی کے خطوط کو پڑھنے کے بعد میر عالم کی خوش اقبالی کا اندازہ ہوسکتا ہے کہ وہی اشخاص جو میر عالم سے صاف نہیں ان کے تقرر سے اتفاق کرتے ہیں آخران مراحل کے بعد ۹ ربیع الثانی ۱۲۱۹ھ م ۱۳ جولائی ۱۸۰۴ء کو مغفرت منزل سکندر جاہ نے میر عالم کو خلعت و قلمدان وزارت سے سرفراز فرمایا صاحب گلزار آصفیہ کا بیان ہے کہ بخشی بیگم صاحبہ[1] اور تہنیت النسا بیگم عرف بی بی صاحبہ کی سفارش پر اعلیٰحضرت نے میر عالم کو گوشہ گزینی سے

---

[1] بخشی بیگم صاحبہ حضرت مغفرت منزل سکندر جاہ کی علاتی اور تہنیت النسا بیگم صاحبہ حقیقی والدہ تھیں۔

رہائی دلا کر خلعت دیوانی سے سرفراز فرمایا ممکن ہے کہ انھوں نے بھی توجہ دلائی ہو اور حشمت جنگ کرک پیاٹرک کی مخالفت کے باوجود انگریزی کمپنی نے بھی ان کی دیوانی کے لئے سفارش جو کی اس کے وجوہ پر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ میر عالم کے مخالفین نے ان کی دیوانی کے لئے تحریک یا سفارش کیوں کی ہمارا خیال یہ ہے کہ ریاست حیدرآباد سے تعلق رکھنے والوں نے جوان کا انتخاب کیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ چونکہ انگریزی تعلقات اور ان کے اعمال سے میر عالم اس زمانہ سے واقف تھے جب سے کہ وہ ابتدا ً سفیر تھے اور اب ایسے زمانے میں جبکہ سرکاران شمالی انگریزوں کے تصرف میں جا چکے تھے اور مقبوضات حالیہ جو میسور سے ملے تھے اُن پر کمپنی کا قبضہ ہو چکا تھا اور ارسطو جاہ کی عنایت اور لارڈ ویلزلی کی کرمفرمائی سے انگریزی افواج کے وہ پہرے جو حضوری ڈیوڑھی اور صاحبزادوں کے محلوں پر قایم ہوئے تھے تا حال اٹھائے نہیں گئے تھے اور اُن پہروں کا وجود ہر ایک کی آنکھ میں کھٹکتا رہتا تھا۔ ایک ایسے شخص کے دیوان ہونے کی ضرورت سمجھی جاتی تھی جو انگریزی تعلقات سے واقف ہو اور اُن پر اتنا اثر رکھتا ہو کہ ڈیوڑھیوں سے فوراً پہرے اٹھا دے اور مقبوضات کا کوئی حسب دلخواہ تصفیہ کرائے اس غرض کے لئے میر عالم سے بہتر کسی اور کا ملنا ممکن نہ تھا اس لئے اہل ریاست کی طرف سے ان کا نام منتخب ہوا اور انگریزی کمپنی کی طرف سے اِن کا نام پیش ہونے کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ چونکہ انگریز میر عالم سے ایک عرصہ سے واقف رہ چکے تھے اور جانتے تھے کہ وہ ایک گوشۂ گمنامی میں پڑے ہوئے ہیں اس پر سے اُن کو خیال ہوا کہ اگر ایسے شخص کو میدان میں برسرکار لایا جائے تو توقع ہے کہ آئندہ سرکارین کے

باہمی اتحاد میں حسب دلخواہ ترقی ہو۔ اعلیحضرت نے بھی انھیں کے نام پر منظوری دی بہرحال دوسرے دن صبح کو میر عالم خلعت سے مخلع ہو کر کوٹھی (رزیڈنسی کیا سل) گئے اور وہاں سے آپ پالکی میں سوار اور رزیڈنیٹ کرک پیاٹرک حشمت جنگ عماری میں بیٹھے دربار میں حاضر ہوے۔ حضور آئینہ خانہ میں تھے یاد فرما کر نذر قبول کی میر عالم کے دیوان ہونے کے بعد سے وزارت کے متعلق دو امور ریاست آصفیہ میں واجب العمل ہو گئے ایک خود بدولت سکندر جاہ کے عمل سے اور ایک میر عالم کے عمل سے تفصیل اس کی یہ ہے کہ ارسطو جاہ کے انتقال کے بعد دیوانی کا مسئلہ جب پیش ہوا تو کمپنی نے میر عالم کی سفارش کی۔ اول تو سکندر جاہ نے منظور نہ کیا مگر جب اوروں نے بھی ان کے نام پر زور دیا تو حضور نے خلعت انہیں کو بخشا میر عالم کے تقرر دیوانی کے واقعے سے قایم مقامان سکندر جاہ بہادر کے پیش نظر ان کی مثال قایم ہو گئی کہ دیوان یا مدار المہام کا تقرر کمپنی یا انگریزی گورنمنٹ کی تحریک یا منظوری سے ہونا چاہیے تقرر دیوان کے لئے کمپنی کی تحریک و سفارش بجا اس طرح پر تھی کہ ارسطو جاہ نے اپنی دیوانی کے زمانہ میں سفارت انگریزی کو دیوانی میں ضم کر دیا تھا۔ سفیر کی تبدیلی کمپنی کی تحریک و رضامندی پر ہو سکتی تھی اور منصب دیوانی پر کمپنی کا کوئی اثر نہیں تھا۔ جب سفارت و دیوانی ایک ہو گئی تو کمپنی کو مداخلت کا موقع مل گیا۔ میر عالم جب دیوان ہو گئے تو ان کو کوئی حکم اس امر کے متعلق نہ تھا کہ وہ رزیڈنٹ کے پاس خود حاضر دربار ہوں ان کے اس عمل سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس طریقہ سے حشمت جنگ کو اپنا بنانا چاہتے تھے یا یہ کہ اُن کو یہ جتانا چاہتے تھے کہ "باوجود مخالفت میں دیوان ہو کے رہا۔"

میر عالم نے دیوان ہوکر جو کام سب سے پہلے کیا یہ تھا کہ انھوں نے انگریزی فوج کے وہ پہرے ڈیوڑھی اور محلوں سے برخاست کر دے جو غفراں مآب کے انتقال کے بعد ہی ارسطو جاہ نے مقرر کئے تھے اور وہ اس وقت تک برابر متعین تھے۔

میر عالم کی دیوانی کے دس پندرہ روز کے اندر ہی اندر جیمس اچلیس کرک پیاٹرک نے منجانب کمپنی اپنے آٹھ مطالبے جو ارسطو جاہ کی زندگی سے معرض التوا میں پڑے ہوئے تھے پیش کئے اس مقام پر اگر رزیڈنٹ موصوف کے اس مراسلہ (مورخہ ۲۹ / جولائی ۱۸۰۴ء) موسومہ میر عالم بہادر) کو ہدیۂ قارئین کیا جائے تو اس سے ان مطالبوں کی تفصیل اور اہمیت اور ان کی تاریخی حقیقت پر روشنی پڑیگی۔

میر صاحب مشفق مہربان کرم فرمائے مخلصان سلامت۔

بعضے مقدمات واجب الانفصال کہ از روئے تہ نامہ گاویل و ہم بموجب احکام و سفارش آنربل جنرل ولسلی صاحب بہادر علاقہ از تہ نامہ موصوف دارد و در حین حیات غلام سید خاں مرحوم اطلاع آں بعمل آمدہ بسبب عارضہ و انتقال خان موصوف و عدم انتظام امورات دیوانی سرکار دولتمدار در لیت و لعل ماند و چوں زیادہ بر ایں ملتوی بودن ایں چنیں مقدمات عمدہ نازک کہ علاقہ از تہ نامہ دارد بدنما بلکہ خالی از قباحات و تصدیعات چند در چند نیست بنائً علیہ مشروحاً زیب ترقیم می یابد کہ آں مشفق بعرض رسانیدہ عجالتہً طے ایں مرحلہ فرمایند۔

اول اینکہ بہ پاس سفارش آنربل جنرل ولسلی صاحب بہادر جاگیر مادھوراؤ راجہ ندر

برادر کیشوراؤ رامچندر وکیل راجہ راگھوجی بھونسلہ بدستور گذشتہ بحال گردیدہ را معزز در نوکری سرکار حاضر مانند۔

دوم خدمت سردیسکھی حویلی ایلچپور بہ کیشوراؤ رامچندر مرحمت شود۔

سوم بہ گنیش پنڈت کہ در جواب وسوال تہ نامہ گاویل مصدر خدمات شدہ یک دیہ بطور جاگیر در صوبہ بیڑ از سرکار عنایت گردد۔

چہارم موضع وائی گانو باوجود تاکیدات راجہ مہیپت رام محمد صلابت خاں بہادر تا حال واگذاشت نکردہ اند احکام موکد اصدار یابد کہ موضع مذکور را بلا توقف واگذاشتہ آنچہ از روز ثبت شدن تہ نامہ گاویل تحصیل موضع مسطور بتصرف آوردہ باشند بجنسہ حوالہ سازند۔

پنجم۔ موضع مینج باوصف تقیدات راجہ مہیپت رام شاہ باقر حسین بعلت تنخواہ سہ بندی نمی گذارند احکام بہ تقید تمام ورود یابد کہ فی الفور موضع مذکور را مع آنچہ از وقت ثبت شدن نامہ تہ محاصل مذکور بتصرف آوردہ اند بے کم وکاست حوالہ نمایند۔

ششم۔ موضع سلطان پور باوجود تاکیدات راجہ مہیپت رام محمد سبحان خان بہادر بعلت تنخواہ سہ بندی تا حال در تصرف داشتہ اند احکام بتاکید اصدار یابد کہ بلا اہمال موضع مذکور مع محاصل آں کہ از وقت ثبت شدن تہ نامہ بتصرف آوردہ باشند حوالہ سازند۔

ہفتم۔ سند مراتبات مشروحۃ الصدر بموجب معمول سرکار دولتمدار بمہر خاص مزین گردیدہ علیحدہ علیحدہ مرحمت گردد۔

ہشتم از پرگنہ اکوٹہ، وارگانو، وبھاتکلی، وپرگنہ اورنیر گنگائی زرے کہ

متوسلان سرکار دولتمدار از روز ثبت شدن تہ نامۂ گاویل تحصیل نمودہ گرفتہ اند بموجب فرد ملفوفہ

بے کم و کاست بجنسہ حوالہ کارگذاران راجہ رگھوجی بھونسلہ سازند۔

دیگر دریں ولا موضع سیوگانو کہ نصفے در علاقہ ایشونت راؤ ہولکر و نصفے در عمل مہاراجہ

دولت راؤ سندھیہ بہادر است راجہ مہپت رام تصرف آوردہ تا حال بعلاقہ داران مہاراجہ ممدوح

تفویض نکردہ اند حکم محکم اسمی راجہ مہپت رام طیار شدہ لطف گردد کہ موضع سیوگانو را بلا عذر و اہمال

بغیر توقف حوالہ علاقہ داراں مہاراجہ دولت راؤ بہادر سازند۔

دیگر فرد مطلوبہ سرکار مہاراجہ پیشوا پنڈت پردھان بہادر کہ حسب الاستدعائے مہاراجہ

ممدوح کرنل کلوس صاحب بہادر فرستادہ بودند مطلوبہ مذکورہ بسبب عوارضات مشروحۃ الصدر

و عدم انتظام امورات دیوانی در التوا ماندہ قبل ازیں ارسال خدمت شریف گردیدہ بود یقین

کلی است کہ تا حال بندوبست آں بعمل آمدہ باشد برایں ہم بطور یاد دہی مکرر رقم زدہ کلک وداد

می گردد تا زیادہ برایں درایں چنیں مقدمات عمدہ التوا صورت نہ بندد۔ ایام نشاط و کامرانی

مدام باد۔ دستخط جے۔ اے کرک پیاٹرک

رزیڈنٹ"

تاریخ دانوں سے یہ امر پوشیدہ نہیں ہے کہ امور مینۂ مراسلۂ مذکور کو تہ نامہ محولہ سے کس قدر

تعلق ہے اور جنرل وسلی بہادر کی سفارشوں سے کس قدر سفارشیں کس بنا پر کی گئیں اس سے

ہم ناواقف ہیں۔ البتہ گنیش پنڈت کے حق میں سفارش کی جو وجہ اس سے ظاہر ہوتی ہے

یہ ہے کہ اُس نے تہ نامہ گاویل کی تکمیل میں اچھے خدمات بجالائے جس کے صلہ میں جنرل صاحب نے

مناسب سمجھا کہ اس کو علاقۂ سرکار عالی سے ایک جاگیر دلا دی جائے تاکہ وہ سرکار عالی کے جاگیردار بنکر سرکار انگریزی کے ممنون ہو جائیں۔ اِن امور کا جو کچھ تصفیہ ہوا نہ ہماری کسی تاریخ سے معلوم ہوتا ہے نہ انگریزی کی کسی کتاب سے اور نہ کوئی رقعہ ہی ایسا ملتا ہے جس سے یہ معلوم ہو سکے قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک پر عمل ہوا۔ اسی لئے اس کے متعلق آئندہ کوئی گفت و شنید نہیں ہوئی۔

میر عالم اور کرک پیاٹرک میں ایک عرصہ سے باہمی مخالفت تھی جس کے وجوہ قبل ازیں اپنے موقع پر بیان بھی کئے گئے۔ یہ جب دیوان ہوئے تو کمپنی نے اسی بناء پر اپنے رزیڈنٹ کا تبادلہ کر دیا تاکہ دونوں کی مخالفت سے کمپنی کے کاروبار اور مقاصد میں خرابی واقع نہو۔ اُن کی جگہ تامس سڈنہام رزیڈنٹ ہوکر آئے جو حیدرآباد کی ریاست کے معاملات سے واقفیت کلی رکھنے کے علاوہ اُن (میر عالم) کے گہرے دوست بھی تھے۔

میر عالم اور مہیپت رائے مہیپت رام نامی ایک گجراتی کھتری تھے جو ابتداءً ارسطوجاہ کے پاس موسیٰ ریموں کی وکالت کی حیثیت سے مامور تھے ارسطوجاہ جب پونہ سے واپس ہوئے تو انھوں نے عہدۂ خانسامانی سے سرفرازی پاکر غفران مآب کے مزاج میں بڑا درخور پیدا کر لیا اس کے بعد موسیٰ ریمون کی پلٹن کی سررشتہ داری اور پھر بلاد غربی (صوبہ برار) کی تعلقداری سے سرفراز ہوے۔ جب سکندرجاہ تخت نشین ہوے اُن کو پیشکاری اور پھر دیوانی کی خدمت کی ہوس ہوئی اور اسی بنا پر انھوں نے ایسی تدبیر کی جس سے سکندرجاہ میر عالم سے بدظن ہوگئے اس کے بعد مہیپت رام نے کھلم کھلا انگریزی رزیڈنٹ اور میر عالم کی مخالفت شروع کی اس کے

تفصیلی واقعات حسب ذیل ہیں :۔

ایشونت راؤ ہولکر (رئیس مرہٹہ علاقہ خاندیس) کو اُس کی نا عاقبت اندیشانہ کارروائیوں کی سزا دینے کے لئے انگریزی کمپنی کو چاندور[1] پر چڑھائی کی ضرورت محسوس ہوئی تو رزیڈنٹ حشمت جنگ نے ذریعۂ مراسلہ مورخہ ۵ ربیع الثانی ۱۲۱۹ھ موسومہ میر عالم یہ درخواست کی کہ بموجب عہد نامہ شراکت فراہمی جمعیت سوار و بار کا انتظام مہیپت رام کی سرکردگی میں عمل میں آئے (جو اس مضافات کا تعلقدار ہے جہاں فوج کشی کرنی مقصود ہے) تاکہ زیادہ سے زیادہ ڈیڑھ مہینے میں فوج چاندور کی طرف پیش قدمی کر سکے حسبہٗ مہیپت رام کے نام احکام جاری ہوے۔ ۹ ربیع الثانی ۱۲۱۹ھ کو فرد تفصیل فراہمی جمعیت کرنل ہالی برٹن صاحب کے حوالے کر کے انھوں نے یہ وعدہ کیا کہ تاریخ مذکور سے ایک مہینہ گزرنے کے بعد پانچ ہزار تین سو سوار اور چار ہزار تین سو پیادہ روانگی مہم کے لئے مہیا رہیں گے اس پر ۱۸ ربیع الثانی ۱۲۱۹ھ کے خط میں رزیڈنٹ حشمت جنگ نے اظہار افسوس کر کے میر عالم کو لکھا کہ :۔

"بموجب دفعہ دوازدہم عہد نامۂ مذکور سرکار دولتمدار کا اقرار ہے کہ درصورت مہم علاوہ اس فوج انگریزی کے جو علاقۂ سرکار عالی میں متعین ہے چھ ہزار جوانان بار اور نو ہزار سوار مع ساز و سامان ضروری جلد سے جلد مہیا کریگی لیکن فراہمی کی درخواست کر کے دو مہینہ کا عرصہ گزر گیا اس کے بعد بھی فوج کی فراہمی کا جو وعدہ ہوا ہے مقررہ تعداد سے بہت کم ہے پس براہ مہربانی اسی مہینہ میں فوج مقررہ تعداد میں فراہم کر کے مہم پر روانہ کر دیجائے ......"

---

[1] اورنگ آباد سے جانب شمال مغرب ۵۰ میل فاصلے پر علاقہ خاندیس میں ایک پہاڑی قلعہ ہے۔ جس پر ہولکر قابض تھا۔

مگر سپاہ کی تنخواہ کی عدم ادائی کے عذر پر فوج اس کے بعد بھی تیار ہو کر آگے کوچ نہ کرسکی حتیٰ کہ حشمت جنگ نے اپنے خط مورخہ ۱۶ رجب ۱۲۱۹ھ میں میر عالم کو پھر یہ اطلاع دی کہ۔

"کرنل ہالی برٹن صاحب کی تحریر محررہ ۲[1] اکٹوبر سے یہ معلوم ہوا کہ انھوں نے ساری فوج کے پونا پہنچنے کے بعد جمعیت سرکار دولتمدار کا جائزہ لیا تو معلوم ہوا کہ اس میں جملہ دو ہزار سوار اور چار پانسو جوانان بار سے زیادہ نہیں اور راجہ مہپت رام کے بیان سے کرنل صاحب کو معلوم ہوا کہ عنقریب صلابت خاں اور سبحان خان اپنی اپنی فوج کے ساتھ ملحق ہونگے اور ان کے سوائے اور کئی ہزار فوج حیدرآباد سے بھی آرہی ہے ...."

اس کے بعد رزیڈنٹ نے یہ بیان کیا کہ:۔

"انگریزی جمعیت دو روز میں چاندور کی طرف کوچ کرنے والی ہے ایسی صورت میں اگر بالفرض مہپت رام کا بیان مطابق واقع ہو تو فوج بروقت ملحق نہیں ہوسکتی اور اگر ملحق ہو بھی جائے تو اتنی ہی جمعیت کا آنا جو بموجب عہد نامہ لازمی ہے غیر ممکن ہے عدم عمل آوری دفعات عہد نامہ کی قباحتیں محتاج تشریح نہیں ہیں ...."

اس عرصہ میں یہ بھی ہوا تھا کہ موضع وائی گاؤں جو منجانب مہپت رام محمد صلابت خاں کے قبضہ میں تھا بربناء عہد نامہ گاویل قابل واگذاشت تھا اور باوجود تاکیدات مہپت رام وہ اس کو واگذاشت نہیں کرتے تھے اور اس کے علاوہ موضع پیچی اور سلطان پور تنخواہ سپاہ بندی میں منجانب راجہ مذکور شاہ باقر حسین اور محمد سبحان خان کے تصرف میں تھے اور باوجود

---

[1] جملہ فوج ۸ اکٹوبر کو چاندور کے قلعہ کے آگے پہنچ گئی اس میں مدراس کی فوج اور پونہ سب سی۔ ڈی اے ری فورس اور حیدرآباد سب ڈی اے ری فورسس شامل تھی اس کے علاوہ نظام کی اور بیقاعدہ فوج کا انگریزی کمپنی کو مطالبہ تھا۔

تاکیدات راجہ مہیپت رام وہ بھی ان کا قبضہ نہیں چھوڑتے تھے اور موضع سیوگاؤں پر (جس کا ایک حصہ ایشونت راؤ ہولکر کے تصرف میں تھا اور دوسرا مہاراجہ دولت راؤ سندھیہ کے ملکیت میں) مہیپت رام قبضہ کئے ہوے تھے اور باوجود مطالبہ وہ مہاراجہ دولت راؤ سندھیہ کو نہیں تفویض کرتے تھے۔ مہیپت رام نے ویراپور کی دیسکھی کو جس پر بربنا رہن ایشونت راؤ راجہ محدذر قابض تھا بلاانفکاک سنبھو بھارتی کے حوالے کر دیا۔ اس کے بعد ہی حضور مغفرت منزل سے راجہ مہیپت رام کے نام احکام صادر ہوے کہ ملک سرکار دولتمدار میں چوتھ کی بابتہ مہاراجہ راؤ پنڈت پردھان کی طرف سے جو کچھ سالانہ مطالبہ ہو اس کا فیصلہ خاص بلدہ حیدرآباد میں بمواجہ میر عالم اور رزیڈنٹ ہوا کرے اس کے بعد سے سرکار دولتمدار کے علاقہ میں پنڈت پردھان کے چوتھ وصول کرنے والے ملازمین کا عمل دخل نہوا کرے۔ اسی سلسلہ میں مہیپت رام کے نام مکاسداروں کی عدم برخاست کی نسبت احکام صادر ہوے۔ ان سب پر طرہ یہ تھا کہ مہیپت رام موسئی ریموں کی فوج کے سررشتہ دار تھے جب اُس فرانسیسی فوج کی برطرفی ہوئی تو غفراں مآب نے اس وجہ سے کہ اُن کی پرورشی ہو علاقہ برار کی تعلقداری دی تھی جس پر سے انگریزوں کے نزدیک اس گمان کے پیدا ہونے کا امکان تھا کہ چونکہ انھوں نے انگریزی قوم کے مخالف جماعت فرانسیسی کی سررشتہ داری کی ہے اس لئے ان کا بھی مخالف ہونا لازمی ہے اور واقعات پیش شدہ اس بدگمانی کے موید بھی تھے۔ بہرحال یہ سب امور ایسے ہوئے کہ ان کی وجہ سے مہیپت رام کو انگریزی عہدہ دار بدگمانی سے دیکھنے لگے اور اس امر کی

لہ یہ شخص متوسلان سرکار سے تھا جس نے تھوڑی سی پیادہ فوج جمع کر کے کوکرا موضع کا محاصرہ کر کے اس کا بازار لوٹ لیا تھا۔

تلاش میں تھے کہ ایسے اسباب پیدا ہوں یا پیدا کئے جائیں جن سے مہیپت رام اعلیٰحضرت کی نظروں میں مطعون اور حیدرآباد سے نکالے جائیں اور ادھر مہیپت رام کا بھی یہی حال تھا کہ ہر وقت یہی سوچتے تھے کہ انگریزوں کی زیادتی اور زبردستی بندگان حضرت کے ذہن نشین کرائیں اور ادھر خدمت دیوانی کی ہوس بھی دل میں رکھتے تھے جس کا اظہار سی ولمٹ اور عماد الملک کے قول کے مطابق تامس سدنم نے اپنے رسل و رسائل میں اس طرح کیا ہے کہ راجہ مہیپت رام نے اپنے وکیل کو خفیہ طور پر ان کے پاس بھیجا جو ان کے حیدرآباد آتے وقت راستہ میں ان سے ملا اس کے ذریعہ انھوں نے کہلا بھیجا تھا کہ اگر اُن کا تقرر خدمت دیوانی پر ہو جائے تو وہ قیمتی جواہرات رزیڈنٹ کو دینگے لیکن رزیڈنٹ نے اس سے انکار کیا تو راجہ نے چار لاکھ روپیہ نقد دینے کا وعدہ کیا۔ اس کے بعد بھی ان کو جواب نفی ملا تو انھوں نے کھلم کھلا مخالفت شروع کردی اور انگریزی عہدہ داروں اور میر عالم کے خلاف اعلیٰحضرت کو مشتعل کرنے لگے انگریزوں پر تو یہ الزام تھا کہ وہ سرکاری علاقوں کو اپنے تصرف میں لا رہے ہیں اور میر عالم پر یہ اتہام تھا کہ وہ انگریزوں سے ساخت باخت رکھتے ہیں حالانکہ باعتبار خدمات ان کا انگریزوں سے خط وکتابت رکھنا فرائض سے خارج متصور ہو سکتا تھا اور نہ میل ملاپ شبہ کی نظروں سے دیکھا جا سکتا تھا۔ بہر حال جب مہیپت رام نے مخالفت کا آغاز کیا تو میر عالم نے بھی مدافعانہ طور پر مہیپت رام کے ذمہ باقاعدہ سرکاری مطالبات عائد کئے اور مختصراً مغفرت منزل کو معروضہ کیا جس پر سے اعلیٰحضرت کو خیال ہوا کہ مہیپت رام ہوا خواہِ سرکار رہے اس کے خلاف چونکہ معروضہ کیا گیا ہے لہٰذا یہ خود دولت خواہ سرکار نہیں ہے اسی بناء پر میر عالم کی نسبت جو

سوءظن اعلیحضرت کو پیدا ہوا تھا درجہ یقین تک پہنچ گیا۔ اودھر گورنر جنرل اور رزیڈنٹ اس امر پر تلے ہوے تھے کہ راجہ جی کو حیدرآباد سے رخصت کردیا جائے تاکہ اُن سے انگریزوں کے خلاف اعلیحضرت کو اشتعال دلانے کا موقع نہ ملے اسی غرض سے اُس نے میرعالم کو لکھا کہ ملک برار میں قیام انتظام کی ضرورت ہے چونکہ یہ علاقہ راجہ مہیپت رام سے متعلق ہے اس لئے ان کو وہاں بھیجدیا جائے اس انتظام میں جو کچھ فوائد ہیں وہ آپ سے پوشیدہ نہیں۔ میرعالم نے اس کی اطلاع اعلیحضرت کو کی چونکہ وہ پہلے ہی سے پُردِل تھے میرعالم پر برس پڑے اور عدم دولتخواہی وغیرہ کے الزام اُن پر عاید فرمائے جن کی صفائی کیلئے انھوں نے بخشی بیگم صاحبہ (والدۂ اعلیحضرت) سے معروضہ کیا جس پر سے مہیپت رام کو سکرشاہ پور چلے جانے کا حکم ہوا اس کی اطلاع ملنے پر راجہ نے کرنیل کلوس سے اپنے معاملہ میں سفارش چاہی لیکن انھوں نے ٹال دیا اس کے بعد راجہ نے تامس سدنم کو لکھا کہ

"بندہ حسب ارشاد بلا تامل خط پہنچنے سے پیشتر رائے ستیل داس کو ملک اور سپاہ کا جائزہ دیکر روانہ سکرشاہ پور ہوتا ہے میرے متعلقین کو جلد میرے پاس پہنچنے کی اجازت دلادی جائے۔ بقایا حساب سرکار کے مقدمہ میں میر صاحب (میرعالم) بار بار ارشاد فرماتے ہیں میری دانست میں ۱۵ رمضان تک کا حساب سپاہ داخل کرچکا ہوں اور ہر محال کے عامل کو علٰحدہ رجوع کرکے حوالہ کرچکا ہوں اس کے سوائے اور کونسا حساب بندہ کے ذمہ باقی رہا ہے سکر کو روانہ ہونے میں یہی تامل ہے کہ متصدیان سرکار پھر حساب کی کشمکش درمیان لائیں گے لہٰذا مستدعی ہوں کہ ایک بار بندہ کو اپنے پاس بُلاکر سرکاری حساب کا

تصفیہ کرکے سکر کو جانے کی اجازت دلائیں یا یہ لکھدیں کہ سکر میں حساب کا مواخذہ پیش نہ ہوگا جواب کا انتظار ہے۔

میرے متوسلین و رفقا میں سے دو سو اشخاص جو سواروں میں ملازم ہیں میرے ہمراہ ہیں اور پانسو آدمی احشام قلعہ سے ہیں ان سب کی جائداد کا تعین فرمادیا جائے تاکہ آئندہ کوئی بات درمیان نہ آوے جان و مال بندگا نعالی کے حکم اور تمام صاحبوں کی بھلائی کیلئے تصدق ہے طوفان واتہام سے نوبت یہاں تک پہنچی خوب انصاف فرمائے کہ کس طرف سے مایوسی کے باوجود انگریز بہادر کے دشمنوں میں داخل ہوا اگر رؤسا میں سے کسی کے ساتھ کوئی نوشت وخواند یا کوئی اور خیال رکھا ہوتا تو فی الفور تمام امور سے کیوں دست بردار ہو جاتا۔ انگریز صاحبان کا انصاف مثل آفتاب روشن اور ارشاد مبارک بھی یہی ہے کہ کسی کی عرضی پر بے تحقیق انگلی نہیں دھرتے ہیں اب میرے مقدمہ کو عدالت سرکار کے سپرد کرکے تحقیقات فرمائیں گے ہرگز میرا قصور ثابت نہ ہوگا اگر مجھے ترپتی میں رہنے کی اجازت سرکار انگریزی سے دلادیں جو سکر سے نزدیک ہے تو مجھے قلعۂ سکرا اور واجب العرض مقدمہ سے کوئی غرض نہیں ہے ترپتی یا بنارس کا جانا سرکاری محاسبہ کے اندیشہ سے جی میں نہیں آتا ہے جس جگہ سرکاری حساب کی پرسش ہو جواب کے لئے حاضر ہوں"

اس کے جواب میں رزیڈنٹ صاحب موصوف نے ۲۹ شوال ۱۲۲۱ھ کو ایک خط لکھا جس کا اقتباس یہ ہے :-

"متعلقان آں مہربان را بعد وصول سکر ازیں جا پروانگی روانگی وہانیدہ خواہد شد

رسیدن بلدہ بنوعے متصور نیست و ہرگاہ از سرکار مطالبہ حساب واجبی است خود راچہ گنجایشِ دخل در آن است و آں مہربان راچہ جائے اندیشہ ...... ہیچ گونہ در رفتن سکر تامل نہ نمایند......... بودنِ دو صد سواران ملازم آں مہربان و پانصد مردم احشام قلعہ و تعیین جا ہا دراں آنہا مفوض بہ تجویز میر صاحب مشفق مہربان کرم فرمائے مخلصان میر عالم بہادر است و دریں باب میر صاحب ممدوح ایما خواہد شد از نوشتہ جات آں مہربان ہمگی جمعیت ہمراہی ہفت صد بدریافت می آید و اینجا بہ تحقیق و ثبوت پیوستہ کہ یکہزار سوار و پانصد بار و دو صد عرب وغیرہ قریب دو ہزار جمعیت ہمراہ ایشان است ایں راچہ تصور تواں نمود۔

بابت سکونت ترپتی یا بنارس پیش ازیں بقلم آمدہ وحالا نیز قلمی می شود کہ بتقدم قیام سکر اگر ایں اندیشہ حقیقۃً دامنگیر حال شدہ است اول اطلاع بحضور لامع النور نواب گورنر جنرل بہادر ساختہ جواب آں نوشتہ خواہد شد........"

ان دونوں خطوط کو دیکھنے کے بعد معلوم ہو سکتا ہے کہ مہیپت رام کی نیت بخیر نہیں تھی غلطی حساب اور حساب فہمی کے وقت بیجا تاویلات اور آخرکار سپاہ ہمراہی کی تعداد کے متعلق غلط بیانی یہ سب ظاہر کرتے ہیں کہ طبیعت میں کچھ شر ضرور تھا اسی بدنیتی کا ثبوت اس سے بھی ملتا ہے کہ ہولکر کی مہم کے موقع پر فراہمی جمعیت میں کتنی کچھ سہل انگاری انھوں نے نہیں کی اس سے اُن کی غرض یہی معلوم ہوتی تھی کہ عہد نامہ کمپنی و نظام سے اختلاف کا الزام سرکار نظام پر عاید کر کے انگریزوں سے اُن کو لڑا دیں

اور اُدھر کمک کی عدم فراہمی سے انگریزوں کی کمی قوت کا باعث ہو کر ہولکر کو فائدہ پہنچا ہیں

جب یہ امر تحقیق کو پہنچ گیا کہ مہیپت رام کے ساتھ ہزار ڈیڑھ ہزار سے زیادہ فوج ہے اور ان کی نیت فاسد معلوم ہوی تو یہاں سے انگریزی فوج ان کے مقابلے کے لئے بھیجی گئی۔ مقابلے میں انگریزی فوج کا ایک سردار کام آیا اس کے بعد حملہ شدید ہوا راجہ جی وہاں سے آگے نکل گئے اور ہولکر کے حدود میں پناہ ملی۔ تعاقب کرنے پر وہاں سے نکل کر بنارس کی طرف راہی ہوے جہاں سنا گیا کہ ان کا انتقال ہو گیا۔ ان کے انتقال کے بعد انگریزی کمپنی نے ان کے پسماندوں کے ساتھ یہ سلوک کیا کہ ان کی پرورش کے لئے سرکار نظام سے بر بناء معاہدہ یہ کچھ رقم مقرر کرا کے اُن کے لئے بعض علاقہ اپنے قبضہ میں لے لیا۔

یہ ہیں وہ واقعات جو ہم کو اصل خطوط اور کاغذات سے معلوم ہو سکے لیکن صاحب خزانہ رسول خانی اور گوہر شاہوار کے بینہ واقعات کچھ اور ہیں باختلافات خفیف وہ کہتے ہیں کہ راجہ مہیپت رام حشمت جنگ کے ایما سے دیوانی کی توقع پر اپنے علاقہ (برار) سے حیدرآباد آئے۔ یہاں پہنچنے کے بعد راجہ صاحب مذکور نے بڑی دھوم سے اعلیحضرت کی ضیافت کی اور کثرت باریابی سے اعلیحضرت کے مزاج میں دخل پیدا کیا اور میر عالم کی جانب سے سوء مزاجی پیدا کر دی اور آپ بھی اُن سے بد دماغیاں کرنے لگے۔ میر عالم سمجھ گئے کہ مہیپت رام نے دیوانی کی ہوس میں بندگانعالی کو مجھ سے بدگمان کر دیا ہے وہ پیشکاری سے سرفراز ہوے تو اس خدمت کے پانے سے اُن کے خیالات اور بلند پروازی کرنے لگے اور وہ حصول دیوانی کی سرگرمی کے ساتھ کوشش کرنے لگ گئے۔ حضرت مغفرت منزل نے ان کو ارا(کچھ)

حکم دیا کہ درستی آئین کے لئے نظم و نسق ممالک محروسہ اور ترتیب اخراجات افواج کا ایک تفصیلی تختہ و نقشہ مرتب کر کے پیش کریں مہیپت رام نے حسب الحکم فرد نقشہ و تختہ ملاحظہ میں گزرانی اعلیٰحضرت نے اس کو پسند فرمایا اور اس کے بعد میر عالم سے اور زیادہ ناخوش ہو گئے اس کی اطلاع میر عالم کو ہوئی کہ ایسا کوئی تختہ مہیپت رام نے ملاحظہ میں گزرانا ہے جس کے دیکھنے سے اعلیٰحضرت اُن سے خوش ہوے اور ان سے ناخوش۔ میر عالم کو اس نقشہ کا معلوم کرنا ضروری تھا کہ آخر وہ کیا تھا۔ راجہ چندو لال کو جو ان دنوں اُن کے پیش دست اور ہوا خواہوں میں تھے اشارہ کیا کہ بہر صورت اس سے آگہی حاصل کریں راجہ چندو لال کو اپنے ایک سرپرست مدار المہام کے احکام کی متابعت کرنا لازم تھا دوسرے یہ کہ پیشکاری کی خدمت کے متوقع ہونے کی وجہ سے خود مہیپت رام سے ان کو حق مخالفت پیدا ہو گیا تھا ان وجوہ کی بناء پر انھوں نے کریم بیگ خاں (جو اس زمانے میں مہر خانہ مبارک کے داروغہ تھے اور وہ کاغذات انہیں کی تحویل میں تھے) کو فراہم کیا اور دس ہزار روپیہ کا لالچ انکو دیکر اس تختہ اور نقشہ کے مطالب معلوم کئے اور اس کے بعد اس کے مضامین سے میر عالم کو اطلاع کی۔ انھوں نے اس سے آگاہ ہو کر مناسب خیال کیا کہ گذاشت محالات کڑپہ وغیرہ لیکر باریاب ہوں لیکن قبل اس کے کہ ملاحظہ میں اُن کو پیش کریں مغفرت منزل کا مزاج حد اعتدال سے گزر گیا اور سوء اتفاق سے میر عالم کو اس کے پیش کرنے کا موقع نہیں ملا۔ اور اعلیٰحضرت کی تلخ کلامی سے متاثر ہو کر بے نیل مرام واپس ہوے اور ریسڈ معاز ریذیڈنسی چلے گئے جہاں اُن کو مشورہ ملا کہ تا وقتیکہ تمام کاروبار حسب دلخواہ طے نہو جائیں میر عالم ریذیڈنسی

میں رہیں۔ اس کی اطلاع پر حضور نے بھی کوئی درشتی نہیں کی بلکہ کاروبار حسب سابق بحال رکھے

میر عالم کا استعفاء | اس واقعہ کے چوتھے روز مغفرت منزل نے ماما چمپا اور ماما بڈن کو میر عالم کی فہمایش کے لئے بھیجا میر عالم حضور کی تلخ کلامی سے آزردہ خاطر تھے کہلوایا کہ غلام سے دیوانی کی کارا جرائی نہیں ہوسکتی سرکار مختار ہیں جس کو چاہیں اس خدمت سے سرفراز فرمائیں رزیڈنٹ نے اصیلان مذکور سے استعفاء کے دفع دخل کے طور پر یہ کہا کہ اگر حضور کو میر عالم کی پرورش و پرداخت منظور ہے تو ان کے معروضہ کو قبول فرمائیں اصیلوں نے دریافت کیا کہ وہ کیا ہے سدہنام نے کہا کہ اگر باریابی کی اجازت ہو تو میں خود سرکار سے عرض کرونگا اصیلوں نے یہی معروضہ کیا دوسرے دن سدہنام باریاب ہوے اور معروضہ کیا کہ مہپت رام کو شاہ پور روانہ فرمائیں اور منشی اسمٰعیل یار جنگ کو (ترتیب تختہ و فرد نقشے میں جن کا زبردست ہاتھ تھا) ان کی جاگیر بھیجدیں اور مہر خاص کو مہر میر عالم کے ساتھ منظور فرمائیں اور ایسے ہی چند اور شرائط پیش کئے آخر اپنے اور انگریزوں کے تعلقات پر اور میر عالم کی خدمتوں پر نظر تعمق ڈالکر ان شرائط کو منظور فرمالیا۔ اس موقع پر مورخ مذکور نے ان دفعات کو بھی بیان کیا ہے جو میر عالم نے اعلحضرت کی خدمت میں پیش کئے تھے۔ خود بدولت نے ان پر شرح منظوری کردی تھی یہاں ہم ان دفعات کو بجنسہٖ لکھتے ہیں۔

دوازدہ دفعات میر عالم

ف میر عالم مختار دولت آصفیہ و وکیل مطلق سرکار مابدولت و اقبال و از طرف سرکار عظمت مدار آنزیبل کمپنی انگریز بہادر وکیل مطلق شدہ اند۔

ف ۲ مہرِ خاص با مہرِ میر عالم بہادر مختار دولت آصفیہ و وکیل مطلق ہر دو سرکارین عظمیٰ داشتن سرفرازی یافتہ۔

ف ۳ بدون مشاورہ و مطارحہ میر عالم بہادر مختار دولت آصفیہ وکیل مطلق ہر دو سرکارین عظمیٰ وچہ ظاہراً وچہ باطناً روانگی عنایت نامہ جات مہری و یا دستخطی بکسے سمت نخواہم فرمود۔

ف ۴ راجہ جہپت رام را از قلع و قمع از سرحد ممالک محروسہ بدر خواہم کرد و وابستگان راجۂ مذکور را در بلدہ نخواہم داشت۔

ف ۵ اسمٰعیل یار جنگ منشی را در جاگیر رخصت فرمودہ و نور الامرا بہادر را باز طلب نخواہم فرمود۔

ف ۶ نیر الملک بہادر را بوقت سواری در خواصی نشانیدن سرفرازی خواہد یافت

ف ۷ جمعیت سواران و پیادگان و پلٹن بار بموجب قرار داد اندازۂ میر عالم بہادر مختار دولت آصفیہ و وکیل مطلق ہر دو سرکارین عظمیٰ حکم نو نگہداشت نخواہم فرمود

ف ۸ چہ ظاہراً وچہ باطناً با معاندان سرکار عظمت مدار آنریبل کمپنی انگریز بہادر عنایت نامہ مہری و یا دستخطی روانہ نخواہم فرمود۔

ف ۹ بدون کارپردازان ہر دو سرکارین عظمیٰ احکام تیاری لوازمات توپخانہ صادر نشود۔

ف ۱۰ مخالفان کارپردازان ہر دو سرکارین عظمیٰ را باریاب نفرمودہ و معروضۂ شان را قرین صدق تصور نفرمودہ خواہد شد۔

فاا وقتیکہ برائے سیر وشکار از دولت خانہ بیرون بلدہ متوجہ شوم ہمراہ سواری کارپردازان سرکارین را بدارم و جائے فرودگاہ خیمۂ مبارک ہر دو وکلایان سرکارین عظمیٰ را از باریابی سرفراز کنم و تا بہ بودن آنجا ہمراہ خود بدولت بدارم۔

فا۱۲ بدون اطلاع مختار دولت آصفیہ و وکیل مطلق ہر دو سرکارین عظمیٰ از دولت خانہ برآمدن و ارادۂ سیر وشکار بیرون بلدہ نخواہم فرمود۔

دوازدہ دفعات میر عالم کا فائدہ کمپنی کے حق میں

ممکن ہے کہ یہ دفعات صحیح ہوں اگر ایسا ہی ہے تو ہم یہ قیاس کر سکتے ہیں کہ ان کی ترتیب میر عالم کے منشا سے نہیں ہوی۔ بلکہ تامس سدنہام نے اپنی صوابدید سے ان کو مرتب کر لیا ظاہر ہے کہ سوائے پہلے فقرے کے میر عالم کے لئے کوئی فقرہ مفید نہیں ہے چھٹا فقرہ جو نیر الملک کی خواصی کی نسبت ہے وہ امتحاناً ان کے لئے رکھا گیا ہے جس سے ایک غرض یہ ہے کہ میر عالم خوش ہوں اور دوسری غرض یہ ہے کہ نیر الملک پر احسان رہے جو آئندہ اپنی نوبت پر اس کا خیال رکھیں اس کے باقی تمام فقرے کسی نہ کسی طرح کمپنی کے حق میں مفید ہیں۔ اس میں میر عالم کے متعلق ایک نئی بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ کمپنی نے اپنی جانب سے اون کو وکیل مطلق قرار دیا۔ اور اس اعتبار سے جو کچھ مسائل کہ اس میں طے ہوے وہ سب منجانب کمپنی بھی گویا مسلم قرار پائے اس واسطے کہ میر عالم کی حیثیت منجانب کمپنی وکیل کی تھی اگر اس وقت یہ کمپنی کے وکیل مطلق قرار نہ دئے جاتے تو ان دفعات کا کوئی فائدہ کمپنی اٹھا نہیں سکتی تھی ما بہ البحث معاملہ چونکہ میر عالم اور حضرت مغفرت منزل کے مابین تھا اس لئے اس عہد و قرار
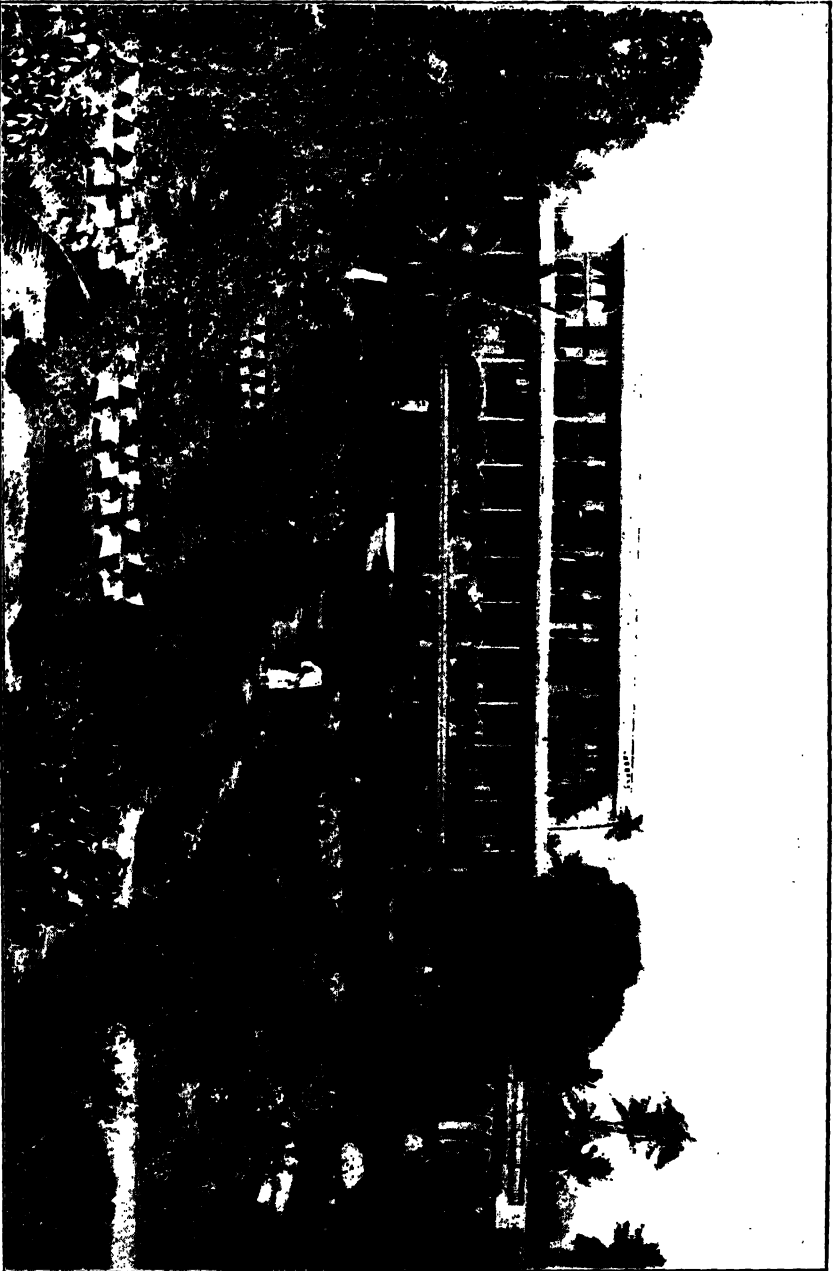
بارہ دری کے محل کی تصویر جو میر عالم کے باغ میں واقع ہے

میں کسی شخص ثالث کا مثلاً رزیڈنٹ کا شریک ہو جانا اور اپنے متعلقہ کچھ اقرار حاصل کرنا۔ پسندیدہ نظروں سے دیکھے جانے کے قابل نہیں تھا ان امور کی بناء پر ظاہر ہو سکتا ہے کہ ان دفعات دوازدگانہ کی ترتیب و تدوین و تکمیل میر عالم کے ایماء سے نہیں بلکہ کارپردازان کمپنی کی تدبیروں سے وقوع میں آئی لیکن ان کا اثر میر عالم کی ذات پر ریاست میں اچھا نہیں پڑا اس واسطے کہ اس سے امرائے ریاست اور دوسرے عام اشخاص یہ سمجھنے لگ گئے کہ یہ دفعات دراصل میر عالم ہی کے قرار دادہ ہیں جس سے ان کی دولت خواہی پر بُرا اثر پڑا اس قول و قرار کے بعد مہپت رام کو قلعہ شاہپور کی طرف روانہ کر دیا گیا اور منشی خاص اسمٰعیل یار جنگ کو اپنے جاگیر میں رہنے کا حکم ہوا اور کریم بیگ خاں دارو غہ مہر خانہ کو قلعہ گولکنڈہ میں بھیج دیا گیا۔ لیکن جب مہپت رام قلعہ مذکور کے قریب پہنچے اس امر کی اطلاع پر کہ انھوں نے فوج جمع کرنی شروع کی ہے یہاں سے بھی فوج بھیجی گئی۔ راجہ نے معذرت کی اس پر ان سے مطالبہ کیا گیا کہ اس نقشہ قرارداد جمعیت کی نقل بھیجیں جو انھوں نے اعلیٰحضرت میں داخل کیا ہے لیکن وہ افشاء راز کا عذر کر کے اس سے باز رہے اور سراسیمہ و پریشان ممالک محروسۂ سرکار عالی سے باہر نکل گئے۔ جب مہپت رام کا اخراج ہو گیا تو میر عالم راجہ کی بھڑکائی ہوی آگ سے بے فکر ہوے۔

میر عالم باغ میں جشن سالگرہ مغفرت منزل

اعلیٰحضرت جب میر عالم سے صاف ہوے تو اس خوشی میں میر عالم نے سنہ ۱۲۲۰ھ کا جشن سالگرہ اپنے اہتمام اور اپنے خرچ سے ترتیب دیا بارہ دری ملی (واقع لب جھیل موسی) میں اعلیٰحضرت کی ضیافت کی خود بدولت رونق افروز مہماں سرا ہوے اس جشن کی

ترتیب میں میر عالم نے سات لاکھ روپے صرف کئے۔ اس لحاظ سے اس زمانہ میں جو کچھ تیاری ہوی ہوگی اس کا قیاس کرلیا جاسکتا ہے ہم اس کی تفصیل سے اپنے مطلب کو طول دینا نہیں چاہتے۔ اسی جشن میں اعلیٰحضرت نے مہیپت رام کے عوض راجہ چندولال کے بھائی راجہ گوبند بخش کو لشکر پر مامور فرمایا میر عالم نے بہت سے جواہر گراں بہا نذر گزرانے اور اس موقع پر اُن کے بعض اقارب خطاب سے سرفراز ہوے چنانچہ:۔

(۱) حسن علی بیگ کو جو میر عالم کے سببی رشتہ داروں میں تھے اور ان کی نظربندی کے زمانہ میں ان کے شریک رنج و راحت رہے تھے حسین یاور جنگ خطاب ہوا انھیں کو میر عالم نے اپنی عرض بیگی کی خدمت دی۔

(۲) اُن کے خلیرے بھائی میر عباس علیخاں نظام یار جنگ حُسام الملک خطاب اور منصب پنجہزاری سہ ہزار سوار و علم و نقارہ و نوبت سے سرفراز ہوے۔

سفارت سرکار دولت مدار کی گورنر جنرل کے دربار میں موقوفی

میر عالم دیوانی سے سرفراز ہونے کے بعد اپنے چچیرے بھائی سید عبد اللطیف شوستری (مصنف تحفۃ العالم) کو جو اُن دنوں بمبئی میں تھے اور اکثر انگریزوں سے ملاقات رکھتے تھے طلب کیا اور ان کے یہاں آنے کے بعد ان کو گورنر جنرل کے پاس اپنی نیابت پر مامور کر کے کلکتہ روانہ کیا مگر سال ڈیڑھ سال کے اندر اندر وہ واپس ہوے ان کی واپسی پر یاور الدولہ[1] ابن شرف الدولہ اس خدمت پر مامور ہوے اور لارڈ منٹو صاحب کی

---

[1] یاور الدولہ۔ میر احمد یار خاں۔ تہور جنگ شرف الدولہ شرف الملک کے چھوٹے بیٹے تھے جو رکن الدولہ کے بھائی تھے ہوں نے سفارت سے واپسی کے ایک زمانہ بعد ۱۲۳۲ھ میں انتقال کیا اور تین لڑکے چھوڑے۔ میر واحد علیخاں[1] میر رضا علیخاں[2] میرزین العابدین خان[3]

اس شکایت کی بنا پر کہ وہ (یاورالدولہ) معینہ اوقات میں لارڈ صاحب کے دربار میں حاضر نہیں ہوتے۔ وہاں سے واپس طلب کرلئے گئے جن کے بعد پھر کوئی اس خدمت پر یہاں سے مامور کرکے بھیجا نہیں گیا اور خدمت تخفیف ہوگئی ممکن ہے کہ سرکارین میں باہمی کوئی سمجھوتہ اسکی نسبت ہوگیا ہو لیکن صاحب تاریخ رشید الدینخانی لکھتے ہیں:۔

"واضح ہو کہ بعد یاورالدولہ کے تاحال کوئی ایلچی سرکار دولت مدار سے پھر مقرر نہوا اور کسو کو سرکار دولت مدار نے ہرچند کہ ممانعت نہ تھی مامور نہ فرمایا۔"

بہرحال یہ امر مسلم ہے کہ یاورالدولہ کے بعد کوئی سفیر یہاں سے انگریزی دربار میں مامور نہیں کیا گیا

میر محمد سعید الدولہ میر عالم سے قرابت قریبہ رکھتے تھے اور اکثر ان کی رفاقت میں بھی رہے میر عالم کی سفارش پر اعلیحضرت نے ان کو خلعت و جواہرات مرحمت فرمائے اور سراج الدولہ والاجاہ کے پاس چینا پٹن (مدراس) کو اپنی نیابت کے طور پر روانہ فرمایا تھا انھوں نے کچھ عرصہ کی حضور باشی سے اعلیحضرت کے مزاج میں دخل پایا اور اکثر باریاب ہونے لگے بعض مقدمات کلیات میں اعلیحضرت انھیں کے ذریعے میر عالم کو تاکید و تہدید کرتے تھے یہ سن وسال اور رشتہ میں میر عالم سے چھوٹے تھے اس وجہ سے انھیں ناگوار ہوا تو ان کو سرکاری لشکر کی سرکردگی سے سرفراز کرکے برار اور اورنگ آباد روانہ کرنا چاہا۔ مگر اعلیحضرت نے اجازت نہیں دی اور فرمایا کہ ہم نے ان کو اپنے رفع ملال اور خوش مزاجی کی خاطر اپنے یہاں رکھا ہے تم ہم سے جدا کرنا چاہتے ہو یہ نہو سکیگا۔ البتہ ہم ان کو نیابت صوبہ داری حیدرآباد پر سرفراز کرتے ہیں وہ اپنے فرائض منصبی کے پورا کرنے کے بعد ہر روز حاضر دربار رہا کریں۔

فوجی بغاوت اور اوس کی غلط افواہ — سنہ ۱۲۲۰ھ کے آخر آخر میں کمپنی کی افواج کے ڈریس میں بعض جزوی تبدیلیاں کی گئی تھیں جس کی وجہ سے کمپنی کی اکثر دیسی افواج برانگیختہ ہوگئیں اور یہ خیال کیا کہ انگریزی کمپنی والے ڈریس کی تبدیلی کے ذریعہ سے رفتہ رفتہ اُن کو اپنے مذہب میں ملالینا چاہتے ہیں اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ بلاری، والاجاہ آباد، بنگلور، نندی درگ اور شنکر درگ کی افواج میں بدامنی پھیل گئی اور حیدرآباد کی افواج میں بھی آثار بغاوت نمایاں ہوئے چنانچہ ۱۱ جولائی سنہ ۱۸۰۶ء مطابق ۲ صفر سنہ ۱۲۲۱ھ کی شب میں فوج کے ایک عہدہ دار نے کرنل مانٹ ریسر کو فوج کے اس بدگمانی کی اطلاع دی اور یہ بدگمانی بعض لغو افواہوں نے زیادہ واثوق ہوتی جاتی تھی جیسے یہ افواہ اڑگئی کہ یوروپین بارکس میں ایک باؤلی ہے اس میں ایک خزانہ کا پتہ لگا ہے جس کا نکلنا اس وقت تک ممکن نہیں جب تک کہ چند آدمیوں کے سر اُس خزانہ پر قبضہ رکھنے والے جن کے بھینٹ نہ چڑھائے جائیں اور یہ قرار داد کرلی گئی تھی کہ یوروپین فوج کے بعض سپاہیوں کے سر رات کے وقت حاصل کئے جائیں اُسی شب ریزیڈنسی کے قریب ایک بے سری لاش کے پائے جانے سے آدمیوں کی جرأت اور بڑھ گئی۔ ۱۲ جولائی کی شب کو کنٹونمنٹ کے پیچھے کچھ آدمی جمع ہوئے طلایہ کے برسرمیدان تیار رہنے کے احکام جاری کئے گئے لیکن ان کے خدمات کی نوبت نہیں آئی۔ اس فوجی ہل چل کے باعث حیدرآباد کے عوام میں یہ افواہ پھیل گئی تھی کہ انگریزی فوج خدانخواستہ سرکار عالی کے خلاف تیاریاں کر رہی ہے جسکی اطلاع سربراہ کاران دولت کو ہوئی تو مغفرت منزل نے اپنی خاص فوج بے قاعدہ کو تیاری کا حکم دیتے ہوئے میر عالم سے اس کی اصلیت دریافت

فرمائی۔ میر عالم نے دریافت حال کے لئے رزیڈنٹ کو لکھا جس پر رزیڈنٹ نے افواہ کی بے بنیادی کا اظہار اپنے خط مورخہ ۳۔ صفر ۱۲۲۱ھ میں کیا اگرچہ کہ اس میں واقعہ کی صورت کا اظہار نہیں ہے تاہم اس سے یہ ضرور معلوم ہوتا ہے کہ حیدر آباد میں جو کچھ افواہ تیاری فوج کے متعلق اڑ گئی تھی محض بے بنیاد تھی یہاں ہم رزیڈنٹ تامس سدنہام کے اس رقعہ کی نقل کر دینا مناسب سمجھتے ہیں تاکہ اڑائی ہوئی افواہوں کی غلطی ثابت ہو جائے:۔

"از روئے اخبار ہنگامہ کہ دیشب در شہر برپا گشت بدریافت رسید تعجب فراواں و تاسف بے پایاں لاحق گردید و یقیناً محل تعجب است کہ خاطر مبارک حضور پر نور از ہمچنیں افواہ بے بنیاد ناممکن متوہم شدہ بقدر دقیقہ ہم دریں مقدمہ بے اصل اندیشہ و تامل را کار نفرمودہ رعایا و سکنہ شہر را ازیں رہگذر در بحر تفکر و تحیر انداختہ اجتماع مردم نمایند و محل تاسف بہ ایں است کہ خیال ایں چنیں حرکات دور از اتحاد و یگانگت و اعتبار و اعتماد کہ بسرکار کمپنی و افواج انگریزی است بخاطر مبارک مناسب نیست چرا کہ افواج انگریزی در ینجا محض متعین برائے حفاظت شہر و حراست ممالک محروسہ و تنبیہ اعداء درونی و بیرونی خصوصاً جہت صیانت مند و ذات حضرت حضور پر نور است پس از ہمچنیں فوج کہ حقیقتاً ملازم سرکار و بجان و دل مطیع و فرمانبردار باشد خیال توہم و وحشت کجا گنجایش دارد و نیز از چندے اکثر اخبار استماع می یابد کہ بعضے مفسدان غرض گو و مفتریان تابو جو بسعی و کوشش ذہن نشین خاطر مبارک حضور پر نور می نمایند و غرض اصلی و مقصد دلی آنہا انہدام بنیان اتحاد و یگانگت است دریں صورت لازم افتادہ کہ ایں ہمہ مدارج بالمشافہ بر حضور پر نور گذارش شود تا شکوک و اوہام از خاطر مبارک بدر رفتہ اطمینان تام د

خاطر جمعی لاکلام حاصل آید و تا گذارش ایں مقدمات خاطر مبارک حضور پر نور از اقوال لاطایل مفسدان متوحش و متوہم نشدہ محل اطمینان باشد کہ ایں ہمہ افواج محض برائے نگاہبانی و آسایش سکنہ شہر و حراست ذات مبارک حضرت حضور پر نور است پس حضرت ہمہ وقت وہر آن بہ اطمینان مشغول عیش و عشرت و مصروف دولت و نعمت بودہ کام روائے زمانہ و زمانیاں و عقدہ کشائے مشکلات جہان و جہانیاں باشند وہمیں آرزوئے دلی است کہ حضرت بدولت تا زمانِ دراز بر مسند جاہ و جلال بہ ہزاراں مسرت و انبساط ظل گستر و سایہ افگن ہواخواہان قریب و بعید باشند و نا بایستی بخاطر اشرف و اقدس راہ نیابد۔"

راجہ چندولال کی خدمت پیشکاری — راجہ ہمپت رام کی علٰحدگی کے بعد سے پیشکاری کی جائداد تقرر طلب تھی ۱۲۲۰ھ میں میر عالم نے راجہ چندولال کو اس خدمت کے لئے منتخب کیا لیکن راجہ سورج[1] پرتاب ونت نے جو دفتر مال کے مختار اور میر عالم کے پیش دست تھے ان کو اس تجویز سے باز رکھا چونکہ میر عالم چندولال سے خوش تھے اور ان کو اپنے پاس ہی رکھنا چاہتے تھے اس لئے انھوں نے چندولال کو اپنے اور حضور کے درمیان وکیل مقرر کیا اور جب سورج پرتاب فوت ہوئے تو چندولال کو (۲۲۔ صفر ۱۲۲۱ھ) پیشکاری کے عہدہ پر ترقی دلائی۔ ممکن ہے کہ میر عالم کو اپنے اس انتخاب سے باز رکھنے کے لئے سورج پرتاب ونت نے راجہ چندولال کے خلاف کچھ کہا ہو اور باوجود اُن سے خوش ہونے کے سورج پرتاب ونت کی

---

[1] منالال کے بیٹے تھے اور ابتدا اُو راجہ خوش حال چند کے دادا ساگرمل کے محررین کے زمرہ میں ملازم تھے رائے مذکور کی وفات کے بعد ان کے لڑکے خدمت سررشتہ داری صوبہ حیدرآباد و محمد آباد پر مامور ہوئے اور ان کے زمانے میں سورج پرتاب ونت ہی اجراو کار دفتر کرتے تھے جب راجہ راجندر ارسطوجاہ کے ہمراہ پونہ سے آکر مامور ہوئے تو سورج پرتاب ونت کا اخراج ہوا حتیٰ کہ ارسطوجاہ کے انتقال سے دو تین سال قبل پھر طلب کیے گئے ارسطوجاہ کے انتقال کے بعد ڈیڑھ سال تک فردداری کی خدمت کا اجرا کرتے رہے حتیٰ کہ میر عالم کے عہد دیوانی میں لاولد انتقال کیا ۱۲

تصویر تحریر راجہ چندو لال

اُس فہمایش سے وہ متاثر ہوے ہوں اس لئے راجہ چندولال سے صفائی کے لئے اس سے بہتر میر عالم کو اور کوئی امر معلوم نہیں ہوا کہ اُن سے کوئی اقرار نامہ حاصل کر کے اپنے پیدا شدہ سوء ظن کو رفع کریں اسی بناء پر انھوں نے راجہ چندولال کے دو اقرار نامے اس موقع پر حاصل کئے۔ یہ راجہ صاحب مذکور کی فراخ حوصلگی اور عاقبت اندیشی کی بیّن دلیل ہے کہ ایک صاف وصریح اقرار میں انہیں ذرا بھی پس وپیش یا باک نہیں ہوا۔ اُن اقرار ناموں کو لفظاً لفظاً معلوم کرنے کے لئے مناسب یہ ہے کہ اُن تحریرات کے فوٹو ملاحظہ کئے جائیں جو انھیں صفحات میں موجود ہیں۔

انتظام ڈاک | ممالک محروسۂ سرکار عالی میں ڈاک کا انتظام سب سے پہلے انھیں کے عہد وزارت میں ہوا حیدر آباد سے کلکتہ چینا پٹن (مدراس) مچھلی بندر۔ پونہ۔ بمبئی وغیرہ مقامات کو اور اُن مقامات سے حیدر آباد کو مراسلت ہو سکتی تھی۔ ٹپہ کا انتظام اس طرح رکھا گیا تھا کہ ان مقامات کی راہوں میں ہر دو کوس کے فاصلہ پر دو دو ہرکارے مقرر تھے جو خطوط لیجاتے تھے سرکاری مراسلتوں کے علاوہ خانگی خطوط بھی جا سکتے تھے اُن پر ایک خاص محصول لیا جاتا تھا اور ایسے محصول کی آمدنی سے ٹپہ کے ملازمین کی ماہوار ادا ہوتی تھی صاحب خزانہ رسُول خانی کہتے ہیں کہ رزیڈنٹ سد نہام نے اپنے عہد میں روانگی خطوط اور ملازمان ٹپہ کا تعلق اور ٹپہ کی آمدنی کے انتفاع کے حقوق انگریزی کمپنی سے متعلق کرلئے ہیں اس کی تحقیق نہیں کہ ٹپہ کے متعلقہ حقوق پہلے علاقۂ سرکار عالی سے وابستہ تھے اور بعد میں کمپنی نے اُن پر قبضہ کیا۔ ہمارا خیال یہ ہے کہ اس زمانے میں ٹپہ کا سلسلہ اور اُس کا

تعلق بمبئی ۔ مدراس اور کلکتہ کے مابین منجانب کمپنی قایم تھا۔ اس کو سرکار عالی سے کوئی واسطہ نہیں تھا صرف سرکاری مراسلت کی حد تک سرکار عالی کو اس سے حق انتفاع حاصل تھا جس کا حق اب بھی قایم ہے ظاہر ہے کہ سلسلہ جس کا قایم کیا ہوا ہو اور اُس پر جس کی نگرانی ہو وہی اس کی آمدنی سے انتفاع کا حق رکھتا ہے ایسی صورت میں نہ نظام کی کوئی زیادتی تھی اور نہ میر عالم کی کوئی غلطی ۔

ریاست آصفیہ کا سب سے پہلا ڈاکٹر | حیدرآباد میں ڈاکٹری کی تاریخ اگر لکھنا چاہیں تو اس کی ابتدا خاندان آصف جاہی سے بہت پیشتر قطب شاہیہ دور تک پہنچتی ہے لیکن اس کو سرکاری حیثیت نہیں ملی تھی حتیٰ کہ سرکار آصفیہ میں میر عالم مسند وزارت پر متمکن ہوے انھوں نے جہاں رفاہ عام کے اور کام کئے وہیں عوام کی حفظان صحت کے خیال سے ایک ڈاکٹر مسمی بور کو دو ہزار روپیہ ماہوار سے مامور کیا۔ اس ماہوار میں اخراجات ادویہ و آلات بھی شامل ہیں یہ سب سے پہلا ڈاکٹر ہے جو ریاست آصفیہ میں سرکاری ملازم ہوا ہے میر عالم کی وزارت سے قبل اور اس کے بعد بھی یہ رزیڈنٹ کے اسٹاف میں تھا چنانچہ جب کرک پاٹرک نے علیحدگی فوج فرانسیس کے عہدنامہ کی شرط علیحدہ کو غفراں مآب کے ملاحظہ میں پیش کیا تو اُس وقت ان کے ہمراہ یہ ڈاکٹر بھی تھا اور اس موقع پر رزیڈنٹ کے ہمراہیوں میں سے مسٹر مالکم کو جیغہ اور سرپیچ کی سرفرازی ہوی اور ڈاکٹر بور کو صرف سرپیچ عنایت ہوا ۔

گرانی غلہ اور اس کا انتظام | سنہ ۱۲۲۰ھ اور سنہ ۱۲۲۱ھ میں حیدرآباد میں غلہ کی گرانی ہوگئی غریب غربا کو فاقوں کی نوبت پہنچی۔ میر عالم نے اس خیال سے کہ نرخ اجناس کچھ تو اُترے گا غلہ پر سے
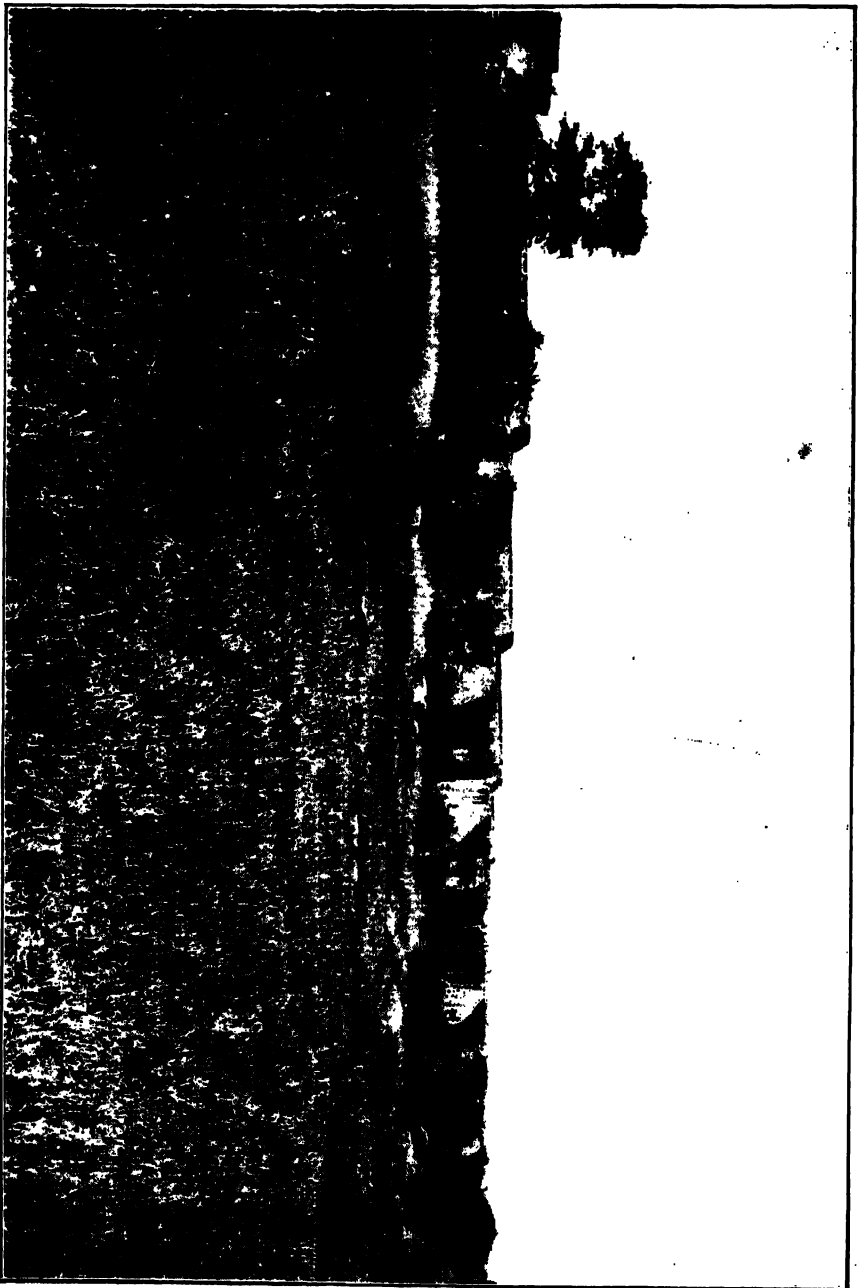
میر عالم کے تالاب کے بند کی تصویر پچھلی طرف سے

محصول اٹھالیا۔ مگر اس سے نرخ میں کوئی فرق نہیں آیا اور سیٹھ ساہوکار۔ بنیے اور بقال گراں فروشی سے باز نہ آئے۔ اس پر میر عالم نے یہ تدبیر کی کہ ہزار ہا روپیہ کا غلہ دور دراز ممالک سے منگوایا اور یہاں بطور خود ارزاں نرخ پر فروخت کرنیکا انتظام کیا۔ اس کے بعد کہیں غلہ فروش نرم پڑے اور غلہ سستا ہوتا چلا (واقعی گورنمنٹ کا ناخن تدبیر جب تک اس قسم کی عقدہ کشائیاں کرتا نہ رہے مفلوک الحال اور متوسط لوگ امن چین کی زندگی بسر نہیں کر سکتے) اسی گرانی کے زمانہ میں انھوں نے اپنی تعمیرات کے کام کھولدئے تاکہ مزدوری کی کثرت ہو اور غربا آسانی سے اپنا آذوقہ کما سکیں۔

انتظام مملکت اور حق خدمت دیوانی میر عالم کے عہد میں انتظام مملکت بطور عملداری یا بطور تعہد ہوتا تھا یعنے اضلاع اور تعلقے ایک سربستہ رقم پر معتبر اشخاص کے سپرد ہوتے تھے۔ جن پر لازم تھا کہ وہ مقررہ رقم بخرچہ اوقات معینہ پر داخل سرکار کر دیا کریں۔ اس رقم میں سے اخراجات دیوانی و مال بشرح مقررہ وضع ہونے کے بعد باقی رقم خالص آمدنی متصور ہوتی تھی۔

صاحب تاریخ گوہر شاہوار اور صاحب خزانۂ رسولخانی اس امر پر متفق ہیں کہ میر عالم اپنی خدمت دیوانی کے متعلق سالانہ پینتیس[۳] لاکھ روپئے بشرح سہ آنی پاتے تھے۔ سہ آنی کے معنے یہ ہیں کہ جو رقم تعہد خزانۂ سرکار عالی میں داخل ہوتی اس میں سے بحساب فی روپیہ تین آنے حق خدمت دیوانی وضع ہو کر دیوان وقت کو ملتے تھے یہ پینتیس[۳] لاکھ پورے کے پورے میر عالم کی تنخواہ میں شمار نہیں ہوتے تھے بلکہ یہ جملہ رقم تمام اخراجات انتظام دیوانی سے متعلق ہوتی تھی۔ اس میں شک نہیں کہ بہ نسبت عہد ارسطو جاہ کے اخراجات دیوانی میں تقریباً گیارہ لاکھ کا

اضافہ ہوا۔ جو نتیجہ ہے ملک کی آمدنی کی توفیر کا۔ اس واسطے کہ حق خدمت دیوانی کی شرح
ان کے عہد میں بھی وہی تھی جو ان سے پہلے تھی اب ملک کا محاصل بڑھا تو اسکی مجموعی تعداد
میں بھی اضافہ ہوا اس اضافے سے خلق اللہ کا فائدہ بھی بہت ہوا بہت ساری اجرائیاں ہوئیں
مستحقین کو مدد معاشیں دیگئیں قابل افراد کو خدمتوں سے لگایا گیا۔ میر عالم کے مخالف مورخین
بھی اُس کو تسلیم کرتے ہیں چنانچہ صاحب تاریخ گو ہر شاہوار گو ان کا مخالف ہے لیکن کہتا ہے
" ہزارہا بیوہ را از یومیہ پرورش کردہ و چہار صد آسامی منصبداران مزین دستخط کرد"
بہرحال یہ سہ انی کی رقم پینتیس لاکھ ہر طرح میر عالم کے قبض و اختیار میں تھی جس کے اندر
تصرف کے لئے کسی منظوری یا حکم کی ضرورت نہیں تھی۔

ایچ۔ جے۔ برگس نے اپنی کتاب دی نظام میں یہ بیان کیا ہے کہ میر عالم کو برٹش گورنمنٹ
سے سالانہ چوبیس ہزار روپے کا پنشن ملتا تھا لیکن اس نے یہ نہیں بتایا ہے کہ یہ پنشن کس صلے
میں مقرر ہوا تھا اور کب۔ انگریزی کمپنی کا ایسا ہی ایک اور پنشن ان کے پیشرو مدار المہام
ارسطو جاہ کو بھی ملتا تھا جس کی مقدار ایک لاکھ روپئے سالانہ تھی اور جو ۱۸۰۰ء کے صلح نامہ
کی تکمیل کے بعد ان کے نام جاری ہوا تھا۔ ہمارا خیال یہ ہے کہ میر عالم کو یہ وظیفہ اُن کی اُس
خدمت کے عوض میں ملا کرتا تھا جو مابین سرکارین بہ حیثیت وکیل وہ ادا کرتے تھے۔

نبیرگان نادر شاہ کا ورود میر عالم کے آخری زمانۂ وزارت میں سلطان محمد جعفر مرزا اور سلطان مرزا
نادر شاہ ایران کے پوتے بعض وجوہ کی بناء پر خراسان سے حیدر آباد آئے میر عالم نے
اُن کے ورود کی اطلاع سرکار میں دی اور اُن کے لئے سفارش کی جس پر اعلیحضرت نے

ان کو ایک پاکیزہ محل اترنے کے لئے مرحمت فرمایا اور علی بیگ[1] خاں کے ذریعے ضروری اخراجات کے واسطے بارہ ہزار روپے بھیجے اور چھ ہزار کی جاگیر عطا فرمائی۔ اس کے علاوہ علاقۂ دیوانی سے باستصواب راجہ چندولال ماہانہ چار سو روپیہ منصب جاری فرمایا۔

آل اولاد

میر عالم کے تین محلات تھے جن میں سے پہلی بیوی شہزادہ بیگم کے بطن سے ایک لڑکا مسمی سید رضی اور دو لڑکیاں نفیسہ بیگم و صاحب بیگم پیدا ہوئیں دوسری بیوی زینب النسا بیگم سے کوئی اولاد نہیں ہوئی ان کو میر عالم نے بر بناء وصیت ایک باغ موسوم بہ 'زیبا باغ' ہبہ کر دیا تھا۔ غفران منزل کے عہد سلطنت میں بیگم صاحبہ موصوفہ نے کچھ قرضہ سرکار فیض مبارک سے حاصل کیا تھا جس کی ادائی کے ضمن میں یہ باغ علاقۂ مذکورہ میں منتقل ہو گیا۔ تیسری ایک حرم تھیں جن کے بطن سے ایک لڑکی خیر النسا بیگم پیدا ہوئیں جو محمد تقی خاں[2] سے منسوب تھیں

میر عالم کے صاحبزادے سید رضی ۱۱۹۵ھ میں پیدا ہوئے ۱۲۰۳ھ میں غفران مآب نے ان کو میر دوران خطاب سے سرفراز فرمایا۔ انھوں نے اپنے لڑکے کو علاوہ علوم متداولہ کے زبان انگریزی

---

[1] علی بیگ خاں گیلانی تاجر تھے۔ میر عالم سے موافقت ہونے پر انھوں نے کلکتہ کو روانہ ہونے سے قبل ارسطو جاہ کے پاس سفارش کر کے ان کے نام ایک سو روپیہ ماہوار جاری کرائی اور اپنی مدار المہامی کے زمانے میں دو سو سوار مغلیہ کی جمعیت اور توپ خانۂ سرکاری کی داروغہ گری سے سرفراز کیا۔

[2] جاگیرداران کرنا تال انھیں کی یادگار ہیں۔

کی بھی تعلیم دی تھی امرائے حیدرآباد میں یہ پہلے امیر ہیں جنھوں نے انگریزی تعلیم حاصل کی،
مدراس کی فوج کے ایک عہدہ دار مسٹر الگزنڈر سے میر دوران کی بہت گہری دوستی تھی جن کی
باہمی خط و کتابت کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ انگریزی زبان جانتے تھے لیکن ابھی
پوری قدرت نہیں پائی تھی چنانچہ عہدہ دار موصوف نے اپنے ایک خط میں ان کو لکھا ہے
"اپنے خط میں انگریزی کے مقابل اس کا فارسی مطلب بھی لکھا کیجئے تاکہ مجھے سمجھنے میں آسانی ہو"

میر عالم نے ان کی شادی سرینگ پٹن کی مہم سے واپس آنے کے بعد ۱۲۱۴ھ میں
بہرام الملک کی لڑکی نور جہاں آرا بیگم سے کی جو ان کی حقیقی بھانجی تھی اس شادی کے لئے میر عالم
ارسطو جاہ کے مکان میں منتقل ہوئے تھے۔

میر صاحب اپنے صاحبزادے کو سفر میں اپنے ہمراہ لیجاتے تھے چنانچہ میسور کی چوتھی
جنگ میں بھی یہ ہمراہ تھے اور بندوبست ملک میں بھی میسور کی چوتھی جنگ میں کچھ عرصہ
میر دوران انگریزی عہدہ داروں کے پاس مدراس میں تنہا بھی رہے ہیں میسور کی آخری[۱] جنگ
کے اختتام کے بعد اعلیٰحضرت سے رائیدرگ اور اس کے ساتھ کچھ اور مواضع عوض جمعیت میں
میر دوران کو جاگیر میں ملے جس کے متعلق جاگیرات میر عالم' کے باب میں ہم نے تفصیل سے
بیان کیا ہے اس سرفرازی کی مبارکبادی میں ان کے دوست احباب نے بہت سے
تہنیت نامے لکھے جن میں سے پورنیا[۱] کا خط (موسومۂ میر عالم) قابل ذکر ہے جس کا ایک حصہ

---

[۱] انگریزی کمپنی نے ٹیپو سلطان کی شہادت کے بعد میسور کی سلطنت پر حیدر علی کے معزول کردہ راجہ کے پوتے کرشنا راج اوڈیار کو گدی نشین کیا اوس وقت وہ صرف تین سال کا لڑکا تھا اس لئے اس کے ولی اور دیوان کی حیثیت سے پورنیا کو انگریزی کمپنی نے مامور کیا جس کا اظہار بیوگان چکا کرشن راج اور چام راج (مسماتان لچھمی امنی و دیوا جی امنی) کے خط مورخہ ۲۴ ربیع الاول ۱۲۱۴ھ

بقیہ بر صفحہ ۱۳۹

ذیل میں درج کیا جاتا ہے :۔

"رائیدرگ وغیرہ محالات کہ از پیشگاہ حضور پر نور بجاگیر صاحب مشفق مہربان میر دوران بہادر تفویض یافتہ موجب کمال سرور وابتہاج موفور گردید نظر بر توجہات گرامی و موالات صمیمی گویا جاگیر نیاز مند است آں الطاف مظہر مدام در حضور لامع النور می باشند بمیر دوران باید فرمود کہ توجہات دلی مصروف دارند........"

میر عالم کی دونوں لڑکیاں یکے بعد دیگرے منیر الملک علی زماں خاں فرزند عزیز جنگ سے بیاہی گئیں پہلی لڑکی نفیسہ بیگم کی شادی ۱۴ ربیع الثانی ۱۲۰۷ھ م یکم جنوری ۱۷۹۰ء کو ہوئی غفراں مآب نے شادی کے لئے اپنا دولت خانہ گلشن محل نوشہ کو دیا خود بدولت شریک بزم ہوئے اور دست خاص سے دولہا کو سرپیچ ۔ جیغہ ۔ کلغی ۔ طرہ ۔ مرصع دستبند باندھا۔ دوسری ربیع الثانی کو اپنے محلات مبارک کے ہمراہ میر عالم کے مکان میں تشریف لائے اور دولہن کو جواہر گراں بہا عنایت فرمائے اور میر عالم نے ایک کشتی جواہر اور کئی خوان ملبوسات نذر کئے ۔ اٹھائیسویں محرم ۱۲۱۴ھ کو میر عالم کی ان صاحبزادی کا وضع حمل ہوا اور اس کے دو گھنٹے بعد ان کا انتقال ہو گیا ۔ غفراں مآب نے بغرض تعزیت ارسطو جاہ کو ان کے گھر روانہ

(بقیہ صفحۂ گذشتہ) سے پتہ ہے جو گورنر جنرل بہادر کو لکھا گیا تھا اس کے ایک حصّہ کا ترجمہ یہ ہے ۔

"آپ نے میسور کی حکومت ہمارے لڑکے کو سرفراز فرمائی ہے اور پورنیا کو دیوان بنایا ہے جو ہماری خوشی کا باعث ہوا ہماری حکومت منتزع ہو کر چالیس برس ہو گئے اب آپ نے اپنی عنایت سے ہمارا ملک پھر ہم کو دیدیا اور پورنیا کو ہمارا دیوان مقرر کیا ہے جب تک مہر و ماہ تاباں و درخشاں ہیں ہم آپ کی سلطنت کے خلاف نہ ہوں گے"......

پورنیا ایک ہوشیار اور لائق برہمن تھا اور ۱۸۱۲ء تک اپنے مفوضہ خدمات انگریزی رزیڈنٹ باری کلوز کے ساتھ ادا کرتا رہا۔

فرمایا نومولود کا نام خود بدولت نے عبداللہ رکھا۔ کپل بہادر بنڈہ تین لاکھ کی جاگیر میں انہیں کو سرفراز ہوا تھا۔ (۱۲۱۹ھ) میر سید محمد نام ایک صاحب نے تواریخ اوصاف نیر کے نام سے ایک کتاب مدون کی ہے اس میں جعفری[1] تخلص کسی شاعر کی ایک تاریخ اس جاگیر کی سرفرازی کی نسبت لکھی ہے جس کی رو سے سن سرفرازی جاگیر کپل ۱۲۲۲ھ ظاہر ہوتا ہے اور خزانہ رسول خانی سے ۱۲۱۹ھ میں اس کی سرفرازی ثابت ہوتی ہے جعفری کے تاریخی اشعار یہ ہیں :-

نیر الملک با بخت ہمایوں　　بیا بد اقتدار روز افزوں

. . . .　　. . . . .

بنور چشم شمس عبداللہ صاحب　　عنایات الٰہی ہست مقروں

بہار تازہ یابد از ترقی　　بباغ زندگی آں سرو موزوں

بہ او صد ملک بخشد حق چو کپل　　بود دوار تا دوران گردوں

شنو تاریخ جاگیر از دل شاد　　کہ "ایں ملک خوش کپل ہمایوں"

اس سے سن سرفرازی بارہ سو بائیس معلوم ہوتا ہے جو واقعہ کے خلاف ہے اس کے بیان کو ہم قابل اعتماد اس وجہ سے نہیں سمجھتے کہ اس نے تاریخ ایک مورخ کی حیثیت سے

---

[1] یہ وہی جعفری ہیں جنہوں نے مذہب و اخلاق میں ایک کتاب موسوم بہ حجۃ البالغہ لکھی جو اردو زبان کی نظم میں ہے اور اس کا سن تالیف مصنف نے اس مصرعہ سے (رکھا تحفۂ جعفری اس کا نام) ۱۲۵۵ھ ظاہر کیا ہے یہ اسی مصنف کے عہد پیری کی کتاب ہے ۱۲

نہیں بلکہ ایک شاعر یا مداح منیر الملک کی حیثیت سے لکھی ہے ایسی صورت میں اس کا فریضہ یہ نہیں تھا کہ تاریخ کی تحقیق کرتا اس جاگیر کے متعلق باب آئندہ میں ہم نے صراحت کی ہے

میر عالم نے اپنی دوسری لڑکی صاحب بیگم کو ۱۲۱۹ھ میں منیر الملک کے عقد میں دیا، ان سے دو لڑکے ہوے (۱) محمد علی خاں شجاع الدولہ (۲) عالم علی خاں سراج الملک عالیجناب میر یوسف علی خاں نواب سالار جنگ بہادر انہیں محمد علی خاں شجاع الدولہ کے پر پوتے ہیں۔

جاگیرات

۱۔ میر عالم کی جاگیرات میں ایک جاگیر ان کی آبائی تھی جس کا نام پسلوادی تھا اور محاصل دو ہزار چھ سو چھیاسٹھ روپے اور وہ پرگنہ پٹنچرو میں واقع تھی یہ جاگیر غفراں مآب نے میر عالم کے والد کو عطا کی تھی ان کے انتقال کے بعد وہ ان کے نام پر منتقل ہوئی ان کے بعد ان کے حسب وصیت یہ موضع ان کے نواسے عبداللہ صاحب اشجع الدولہ کی ملکیت میں آیا اور پھر وہ سراج الملک کے پاس منتقل ہوا ممالک محروسۂ سرکار عالی کے بندوبست (۱۲۹۵ف) تک بھی یہ موضع برابر جاگیر ہی میں شامل تھا۔ لیکن جب رویژن (۱۳۱۱ف) ہوا تو اس وقت یہ جاگیرات سے خارج ہو کر شریک خالصہ ہو گیا یہ وہ زمانہ ہے کہ نواب لائق علی خاں سر سالار جنگ بہادر کے انتقال کے بعد اُن کا تمام اسٹیٹ زیر انتظام کورٹ آف وارڈز تھا۔ اب یہ تعلقہ کلبرگہ کے مواضعات میں داخل ہے اس شمول و خروج کے متعلق ہماری تحقیق و تلاش نتیجہ خیز نہیں ہوئی۔

۲۔ میسور کی تیسری جنگ کے صلح نامہ کی روسے جو علاقہ سرکار نظام کے حصہ میں آیا اُس میں سے ان کوپل کا علاقہ جاگیر میں ملا جس کے انتظام پر میر عالم نے عبدالعزیز خاں کو مامور کیا تھا انھوں نے آس پاس کے زمینداروں کی وست درازی کی اطلاع اپنے ایک خط مورخہ ۱۷ رجمادی الثانی ۱۲۰۷ھ میں بیر جنگ کو کی جس میں وہ لکھتے ہیں :۔

"دریں ولا بتکرار بدریافت می رسد کہ مفسدان خیرہ سر تعلقہ متعلقہ آں مہربان ...... بر دیہات تعلقۂ نظام گڈھ عرف کوپل دست درازی و بارعایائے آنجا درمقام اذیت پردازی می باشند از آنجا کہ تعلقۂ مذکور از حضور در جاگیر نواب صاحب معلی القاب نواب میر عالم بہادر مقرر واین معنی از خارج بسمع شریف ہم رسیدہ باشد.........."

اس سے ظاہر ہے کہ اسی زمانے میں ان کوپل سرکار نظام سے جاگیر میں مل چکا تھا اس کے بعد ۱۲ اکٹوبر ۱۸۰۰ء م ۲۲ رجمادی الاول ۱۲۱۵ھ کے عہد نامے کی پانچویں دفعہ کے اعتبار سے منجملہ اور اضلاع کے یہ بھی انگریزی افواج متعینہ کی تنخواہ میں سرکار انگریزی میں ضم ہوگیا لیکن اسی عہد نامہ کی چھٹی دفعہ کی روسے دریائے تنگبھدرا سرحدِ سرکارین قرار پائی اور اس وجہ سے انگریزی سرکار نے بعوض دوسرے اضلاع کے اس کو واپس کردیا اس کے بعد (۱۲۱۹ھ) اُس زمانے میں جبکہ میر عالم اور مہیت رام میں باہمی مخالفت تھی سکندر جاہ نے اس کی سند میر عالم کے نواسے عبداللہ صاحب اشجع الدولہ کے نام عطا کی لیکن ۲۱ رمئے ۱۸۵۳ء م ۱۲ رشعبان ۱۲۶۹ھ کے عہد نامہ کی دفعہ ششم کے بموجب علاقہ دوابہ کے ساتھ کپل پھر انگریزی سرکار میں منتقل ہوگیا اس کے بعد جب مختار الملک کے

عہد میں بروئے عہد نامہ ۱۸۵۳ء علاقہ برار سرکار عالی سے انگریزی سرکار میں منتقل ہوا تو
اس میں سراج الملک کی جاگیر کے آٹھ موضع بھی انگریزی میں جاتے رہے جن کے معاوضہ
میں مختار الملک کی خواہش اور ان کے انتخاب پر علاقہ کپل سرکار انگریزی سے اُن کو جاگیر
ملا اور اب تک بھی اسی طرح نواب سالار جنگ بہادر کی جاگیرات میں داخل و شامل ہے۔

۳۔ میسور کی چوتھی جنگ میں جو حصہ سرکار نظام کو ملا اس کے بندوبست کے لئے
میر عالم نامزد ہوئے تھے اسی زمانے میں ان کے صاحبزادے میر دوران کو عوض جمعیت
(جس کی تعداد پانسو سوار اور دو ہزار جوانان بار تھی) میں تعلقۂ رائیدرگ وغیرہ جاگیر میں
ملا چنانچہ اس کا ذکر میر عالم نے اپنے ایک خط میں کیا ہے جو انھوں نے ۲۷ رجب ۱۲۱۴ھ کو
لارڈ کلیف گورنر مدراس کو لکھا ہے اس کی اصل عبارت یہ ہے:۔

"دریں ولا از پیشگاہ حضور پر نور برخوردار کامگار میر دوران بہادر را در عوض جمعیت
پانصد سوار و دو ہزار جوانان بار تعلقۂ رائے درگ وغیرہ محالات تفویض یافتہ و مخلص
حسب الحکم حضور پر نور بر بنائے انتظام و انتساق ملک ایں طرف دریائے کرشنا شرف دستوری
یافتہ بتاریخ بست و سیوم رجب المرجب عبور دریائے مذکور بعمل آمد..........."

اس سرفرازی کے بعد میر عالم نے اعلیٰحضرت سے معروضہ کیا کہ اگر حکم ہو تو فوج کے
سردار انگریز مقرر کئے جاتے ہیں جس پر ارشاد ہوا کہ یہ ہماری عین خوشی ہے اس پر جب
اس خطۂ ملک کے بندوبست کے لئے روانہ ہوئے تو انھوں نے جنرل ہاریس کو ایک خط
(مورخہ ۱۹ ر شعبان ۱۲۱۴ھ) لکھا جس میں انھوں نے بعض انگریزی سرداروں کے اپنے پاس

تقرر کی تحریک کی لیکن جہاں تک ہم کو معلوم ہے اس پر کوئی عمل نہیں ہوا اور انگریزی گورنمنٹ نے ۱۲ اکتوبر سنہ ۱۸۰۰ء کا عہد نامہ طے کرلیا جس کی دفعہ پنجم کے اعتبار سے رائے درگ اور اس کے ساتھ کے چھ تعلقات انگریزی سرکار میں مفوض ہوگئے اور اس جاگیر سے میر عالم یا ان کے صاحبزادے بھی اسی طرح محروم ہے جس طرح خود ارسطو جاہ یا سلیمان جاہ جن کے حق میں غفراں مآب نے اس علاقہ کی سند لکھ دی تھی جو میسور کی چوتھی جنگ میں ان کے حصہ میں آئے جس کا ذکر تقسیم ملک میسور کے ضمن میں کیا گیا ہے۔

ان کے علاوہ اور کئی موضع ہیں جن کا داخلہ میر عالم کے وصیت نامہ میں ملتا ہے چنانچہ

۱۔ ایک موضع موسومہ بہ چنگل جمعی [illegible] انھوں نے اپنی لڑکی صاحب بیگم کو دیا تھا

۲۔ ایک موضع قاضی پلی نام جمعی [illegible] اپنی بہو نور جہاں آرا بیگم کو دیا تھا۔

۳ و ۴۔ دو موضع موسومہ بہ کولن پلی و محمد شاہ پور جمعی [illegible] اپنی ایک اور لڑکی خیر النسا بیگم کو دئے تھے۔

۵ تا ۸۔ اپنی بیوی زیب النسا بیگم کے نام چار[1] موضع جمعی [illegible] دئے تھے۔

ان سب مواضع کے ساتھ "بموجب سند حضور پر نور" کے الفاظ تحریر ہیں جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ قبل وصیت نامہ ان مواضع کے متعلق اعلیٰحضرت کی منظوری اور ان کی سند حاصل کرلی گئی تھی۔

اسی باب میں میر عالم کی جملہ جائداد منقولہ اور غیر منقولہ کی تفصیل اور اس کی تقسیم بعد الموت کا بیان کردینا مناسب معلوم ہوتا ہے وَھِیَ ھٰذا۔

---

[1] ان مواضع کے نام وصیت نامۂ مذکور سے صحیح طور پر معلوم نہیں ہوسکے ۱۲

انھوں نے ، ر ذیحجۃ الحرام ۱۲۲۰ سنہ ہجری کو ایک وصیت نامہ مرتب کیا تھا جو قاضی شریعت اللہ خاں[1] کی مہر سے مزین ہوا اور اس کی ایک نقل رزیڈنٹ کے پاس اور ایک دفتر قضائت میں داخل کردی گئی اس کی رو سے ان کی تمام جائداد کے وصی رزیڈنٹ تامس سدنہام تھے۔ ریاست میں اور امراء و روساء کے ہوتے میر عالم نے رزیڈنٹ ہی کو وصی بنایا اس کی کوئی وجہ سوائے اس کے نہیں معلوم ہوتی کہ وصیت نامہ اس زمانے سے بالکل ہی قریب میں مرتب ہوا ہے جبکہ مہیپت رام اور میر عالم میں جھگڑا تھا اور مہیپت رام کی طرف سے یکسوئی نہیں ہوئی تھی اور میر عالم سے اعلیٰحضرت ابھی صاف نہیں ہوے تھے۔ اس جھگڑے میں رزیڈنٹ مذکور نے میر عالم کے ساتھ جو سلوک کیا تھا اس کا اظہار ہم نے اپنے موقع پر کردیا ہے اس وجہ سے ممکن ہے کہ انھوں نے رزیڈنٹ کو اپنا موتمن قرار دیکر وصی گردا ننے کو مناسب تصور کیا ہو۔ بہرحال ان کے موصی لہم چھ تھے ایک زوجہ دو لڑکیاں ایک نواسہ (عبداللہ صاحب) ایک بہو اور ایک داماد۔ اور وقف جائداد کی نسبت یہ وصیت تھی کہ پنجہ شاہ کی دو کانات اور مسجد وسرائے وقف فی سبیل اللہ کی گئی ہیں ان کے متعلق بموجب وقف نامہ مصدقہ عمل ہو۔ باقی جائداد میں جاگیرات کے علاوہ طلاء و نقرہ و جواہر اور دو باغ ایک مکان اور ایک تالاب بھی تھا۔ جنمیں سے عبداللہ صاحب کو ایک لاکھ کا زر و جواہر اور زیب النسا بیگم کو

---

[1] قاضی شریعت اللہ خاں موسوم بہ محمد یوسف خاں قاضی القضات افغانی شاہجہاں پوری عہد غفراں مآب میں وارد بلدہ حیدرآباد ہوے پہلے درس تدریس اور پھر افتاء اور اس کے بعد ۱۲۱۱ھ میں خدمت قضائت بلدہ پر مامور ہوے۔

ایک لاکھ کے زیورات وجواہر اور ایک باغ اور ایک لاکھ کا زر وجواہر اور حویلی معہ دو کانات اور جلوخانہ صاحب بیگم کے حق میں اور پچاس ہزار کی مالیت کا زیور نور جہاں آرا بیگم کو اور پچیس ہزار کا خیر النسا بیگم کو اور تالاب داماد کے حق میں ہبہ ہوا تھا۔

عمارات و آثار

میر عالم کی وزارت چار سال چھ مہینے چار دن رہی اس قلیل عرصے میں اپنے بقائے نام کے بہت کچھ اسباب انھوں نے مہیا کئے۔ خیر خیرات کی۔ تعمیرات کے کام کئے لوگوں کے ساتھ اچھے اچھے سلوک کئے۔ یومیّے ماہواریں جاری کیں۔ ایسے ہی کام بقائے نام کے موجب ہوتے ہیں ان کی تعمیرات کی تفصیل ذیل میں بتائی جاتی ہے جس سے معلوم ہوگا کہ اُن کو اس سے کس قدر دلچسپی تھی جو جو عمارتیں انھوں نے بنوائیں اس زمانے کی بہترین عمارتوں میں شمار ہوتی تھیں عام لوگ اُن کو عجوبۂ روزگار سمجھ کر دیکھتے تھے

مساجد اور سرائیں (۱) میر عالم نے حیدرآباد سے چینا پٹن مدراس تک اور اورنگ آباد پونہ اور بمبئی تک کے راستوں پر مسافروں کے لئے سرائیں اور مسجدیں بنوائیں اور باؤلیاں کھدوائیں جن میں سے اکثر آج تک بھی قایم ہیں جیسے نانڈیڑا اور نلگنڈہ کی سرائیں ان سب کی تعمیری شکل ایک ہی وضع پر ہے یعنے مغربی سمت میں ایک چھوٹی سی مسجد اور اس کے شمال وجنوب میں سرائے پنجہ شاہ کی چوکھنڈی کی تصویر سے اس کا نقشہ معلوم ہو سکتا ہے

باغ کی تعمیر (۲) ۱۲۲۱ھ میں بلدۂ حیدرآباد کی شمالی سمت میں شہر پناہ سے ملحق

رود موسیٰ کے جنوبی کنارے پر ایک وسیع باغ معہ عمارات عالیشان تعمیر کروایا جو اب تک بارہ دری کے نام سے مشہور ہے اس کی تعمیر میں تین لاکھ روپیہ صرف ہوا اور اہتمام تعمیر علی بیگ خاں اور ابواحمد خاں اور بخشی اسمٰعیل خاں[1] کے سپرد تھا۔ میر عالم نے اپنی بارہ دری کی تعمیر کے لئے افسر الدولہ[2] کی حویلیاں لے کر ان کو اس میں شامل کرلیا اور اس کے معاوضہ میں ان کی جاگیر میں اضافہ کیا اور ان کے بھائیوں (غلام حیدر خاں و حسین علیخاں) کو تنخواہ مقرر کرکے راجہ چندولال کے رسالۂ خاص میں داخل کیا اس بارہ دری میں بالا محل اور پائین محل کے نام کے دو محل تعمیر ہوے۔ حمام خانہ بارہ دری اور جلوخانہ بھی اس میں بنائے گئے۔ باغ کی وسعت نئے پل[3] کے قریب سے محلۂ دارالشفا تک ندی کے کنارے کنارے ہے۔

جب یہ مکان اور باغ تیار ہوچکا تو اس میں میر عالم نے اعلیٰحضرت کی سالگرہ کا جشن ترتیب دیا حضور مہمان ہوے مراجعت کے وقت وہ تمام جواہر جو میر عالم نے فتح سرنگ پٹن میں اعلیٰحضرت کے حصہ میں وصول کئے تھے بندگانعالی کی نذر کئے۔ ان

---

[1] یہ قوم کے تنبولی تھے۔ داراجاہ کے زمانہ میں مسلمان ہوے ٹیپو سلطان کی جنگ میں داراجاہ کی رفاقت کے باعث ترقی پائی اور ان کے انتقال کے بعد یہ اپنی جمعیت کے ساتھ میر عالم کے پاس حاضر ہوے انہوں نے بخشی کو عمارات کی داروغگی بخشی اور جمعیت بھی حسب سابق بحال رکھی۔ ان کی جمعیت کی تنخواہ کے عوض میں تعلقہ پاپینا پٹیہ ان کے تفویض ہوا۔

[2] ناصر علی نامی ایک منصبدار تھے ان کے یہ فرزند تھے صوبہ برار میں ان کی جاگیر تھی اول شمس الامراکی رفاقت میں رہتے تھے ان سے الگ ہوکر میر عالم سے موافقت پیدا کی۔

[3] یہ پل افضل الدولہ آصف جاہ پنجم کے عہد کی عمارات سے ہے جو دہلی دروازہ کے متصل تعمیر ہوا ہے وجہ الدینخان معنی نے اسکی تاریخ تعمیر کہی ہے جس کا مادہ ہے "صراط مستقیم رود موسیٰ" اس سے سن تعمیر ۱۲۷۶ء نکلا ہر ہوتا ہے یہی مادہ پل کے دروازے پر ابتک بصورت کتبہ موجود ہے۔

جواہرات کی قیمت ساہوکاری کاروان اور ندی پار[1] کے تمام جوہریوں نے بالاتفاق تین لاکھ روپے آنکی۔ ان مشخصہ جواہرات کے علاوہ دو قابل الذکر اجزا یہ تھے (۱) ایک ہار جس میں سو دانے یاقوت کے تھے ان میں سے ہر ایک جنگلی بیر کے برابر تھا اور رنگ کا اصلی رمانی تھا۔ تمام جوہریوں نے اس ہار کو لاقیمت ٹھیرایا اس سبب سے کہ انھوں نے ایسے یاقوتوں کا ہار بچشم خود نہیں دیکھا تھا اور جو چیز دیکھی نہ گئی ہو اس کی قیمت کس طرح لگائی جائے (۲) ایک طلائی مرصع پاندان جس میں اعلیٰ اعلیٰ درجہ کے الماس یاقوت زمرد جڑے ہوے تھے اور اس پاندان کے ساتھ سات برگ پان ایک ایک زمرد کے تراشے ہوے تھے میر عالم نے یہ جواہر مستقیم الدولہ کے پاس رکھائے تھے جب وہ شہر بدر ہوے تو یہ انھیں کے پاس رہے باوجود مطالبہ وہ کہتے رہے کہ بلدہ آکر میں خود دونگا مجھے آنے کی اجازت دلوائیے منیر الملک داماد میر عالم جو امور دیوانی میں ان کے شریک تھے مستقیم الدولہ کا یہاں آنا پسند نہیں کرتے تھے اور ہمیشہ میر عالم سے ان کے خلاف کہا کرتے تھے آخر میر عالم نے مستقیم الدولہ کے پاس اپنے چچیرے بھائی محمد علی شوستری اور میر عبداللطیف شوستری علی بیگ خاں سوداگر۔ راجہ بالمکند (پیشکار خانگی میر عالم) اور شیخ دوست علی خاں کو جواہر کے وصول کرنے کے واسطے بھیجا یہ سب گئے وصول کی کوشش کی مگر کام نہ آئی آخر خواجہ غلام حسین خان زمان خان (مصنف گلزار آصفی) نے مستقیم الدولہ کو نشیب و فراز بتاکر جواہر مذکور کے حوالہ کرنے پر آمادہ کیا

---

[1] ندی پار یہ حیدرآباد کے ایک محلہ کا نام ہے جو تیرھویں صدی کے ختم ہونے کے بعد بھی ایک عرصہ تک اسی نام سے نامزد رہا اس محلہ کا کوئی خاص مقام نہیں بلکہ حیدرآباد سے دہلی دروازہ یا نئے پل کے اس پار ادھر بیگم بازار تک ادھر زرپ بازار اور رنگیلی بنسی تک پورا محلہ ندی پار کے نام سے موسوم تھا اس خطہ میں کئی محلے مختلف ناموں سے ہوگئے ہیں جن میں سے افضل گنج عثمان شاہی گولی گوڑہ مہاراج گنج مشہور ہیں۔

بادل ناخواستہ انھوں نے جواہر و فد مذکور کے حوالے کئے اور اس نے میر عالم کو پہنچایا اور انھوں نے اعلیحضرت کی نذر کئے۔

باغ میں جنگ بارہ دری میں اعلیحضرت کے رونق افروز ہونے کے بعد میر عالم نے عام اجازت دیدی کہ جو شخص چاہے بارہ دری کی سیر کو آئے اور انھوں نے اس باغ میں آنیوالوں کے واسطے اپنے پاورچخانہ کے داروغہ کو یہ حکم بھی دے رکھا تھا کہ جو لوگ کھانے کے وقت وہاں موجود ہوں ان کے لئے کھانے کے خوان بھیجدئے جایا کریں۔ تفریح کی اس عام اجازت کی بناء پر ایک دن نیاز بہادر خاں[1] اپنے چند ہمراہیوں کے ساتھ بارہ دری میں آکر آئینہ خانہ کی متصلہ چھت پر پتنگ بازی کر رہے تھے۔ شام شام کو سلطان[2] میاں بھی اپنے چند سواروں کے ہمراہ سیر کی غرض سے آئے ان دنوں کسی بنا پر نیاز بہادر خاں اور سلطان میاں میں باہمی نزاع تھی۔ سیر کرتے ہوئے سلطان میاں اور ان کے ہمراہی آئینہ خانہ کی طرف نکل آئے اور چاہتے تھے کہ اس کی بھی سیر کریں اس میں داخل ہونے کا ایک ہی راستہ تھا نیاز بہادر خاں

---

[1] نیاز بہادر خاں۔ بہادر بیگ خاں ابن نیاز بیگ خاں کے فرزند ہندوستان کے باشندے تھے اور حیدرآباد میں پیدائش روزگار کے لئے بذات خود آئے اور پہلے نور الامرا کے رسالہ میں اور پھر عاشور بیگ خاں کے رسالہ میں ملازم ہوئے اور عاشور بیگ خاں کے انتقال کے بعد ان کی لڑکی سے شادی کی اور اس قرابت کے ذریعہ سے عاشور بیگ کے رسالہ پر (جو ایک ہزار سوار اور ساڑھے تین سو جوانان علی غول پر مشتمل تھا) سرفرازی پائی۔

[2] سلطان میاں۔ افغان قوم کے پیرزادے تھے ہندوستان کے علاقہ کندیلہ کے باشندے تھے غفراں مآب کے عہد میں حیدرآباد آئے پہلے تجارت کرتے تھے پھر جب ارسطوجاہ کی ہمشیرہ نواب بیگم کی دوسری لڑکی سلطان میاں کے لڑکے دادامیاں سے منسوب ہوئی تو ان کو (سلطان میاں کو) پہلے دو سو سوار کی سرفرازی ہوئی اور ان کی تنخواہ میں پرگنہ اکل کوٹ عطا ہوا اور پھر پانچ سو سوار تک اضافہ ہوا۔

نے خیال کیا کہ "سلطان میاں مجھ سے لڑنے آیا ہے" معاً اس نے دروازہ بند کر لیا۔ اس پر سے جانبین میں تند و تلخ گفتگو ہوی اور بندوق و قرابین کی دو ٔں داں چلی۔ اس کے بعد دروازہ کھلا۔ اور شمشیر پر ہاتھ پڑا تلوار کی کھپا کھپ سے جانبین میں کئی ایک زخمی ہوے دو ایک مرے بھی مغرب تک جنگ رہی آخر نیاز بہادر خاں موقع پاکر پائیں محل کے اوپر کی عریض دیوار پر سے ندی میں کود پڑے اور کوٹھی میں داخل ہو گئے۔ یہ واقعہ ایسا ہوا کہ اس کے بعد سے سیر کی عام اجازت موقوف ہو گئی اور بارہ دری کا دروازہ عوام پر بند ہو گیا۔

میر عالم نے بارہ دری کے محل کے بالاخانہ کی پیشانی پر نادر قلم خاں[۱] سے کچھ اشعار لکھوائے تھے یہ اشعار بہت معنی خیز ہیں اور میر عالم کی خاص طبیعت اور جدت کا پتہ دیتے ہیں اس لئے ہم ان کو یہاں نقل کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔

مقصد ز کاخ و صفہ و ایوان نگاشتن ۔۔۔ کاشانہ ہائے سر بفلک بر فراشتن

گلہائے رنگ رنگ و درختان میوہ دار ۔۔۔ در باغ و بوستان ز سر شوق کاشتن

دانی کہ چیست تا بمراد دل اندر آں ۔۔۔ یک لحظہ دوستی بتوان شاد داشتن

ورنہ چگونہ مردم عاقل بنا کنند ۔۔۔ از گل عمارتے کہ بباید گزاشتن

مکانات (۳) اپنے رہنے کا مکان بنوایا تھا جس کے متعلق مورخین وقت کا خیال ہے کہ اس زمانہ میں میر عالم کے مکان کے جیسی خوشنما اور وسیع عمارتیں بہت کم تھیں اس کے

---

[۱] محمد علی عالمگیری کے بیٹے محمد باقر نام اور نادر قلم خاں خطاب تھا اچھے خوشنویس تھے اور مشہور خوشنویس محمد دلیر کے شاگرد تھے خط نستعلیق میں اتنی مشق بہم پہنچائی تھی کہ پو نسو طریقے سے نستعلیق لکھتے غفراں مآب کی سرکار میں دو سو روپیہ ماہوار پر ملازم تھے خط ناخن بھی خوب لکھتے تھے سنہ ۱۲۳۰ میں ان کا انتقال ہوا۔
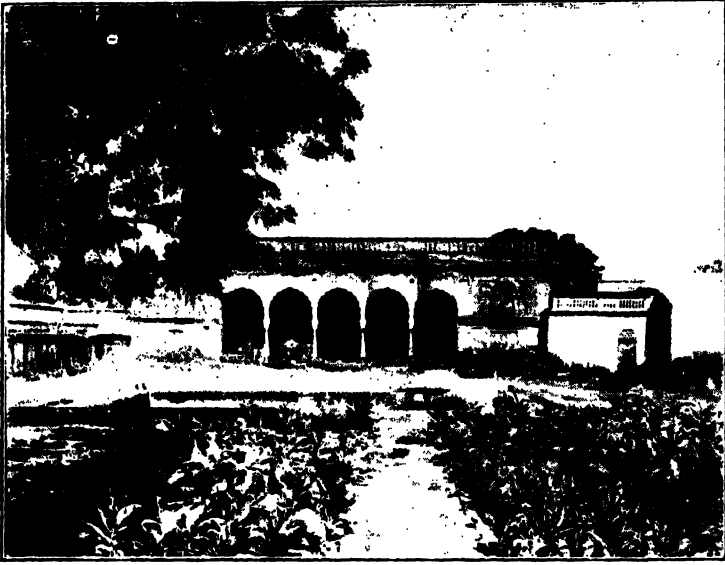
میر عالم کے مکان کے شمالی حصہ کی تصویر

میر عالم کے مکان کے جنوبی حصہ کی تصویر
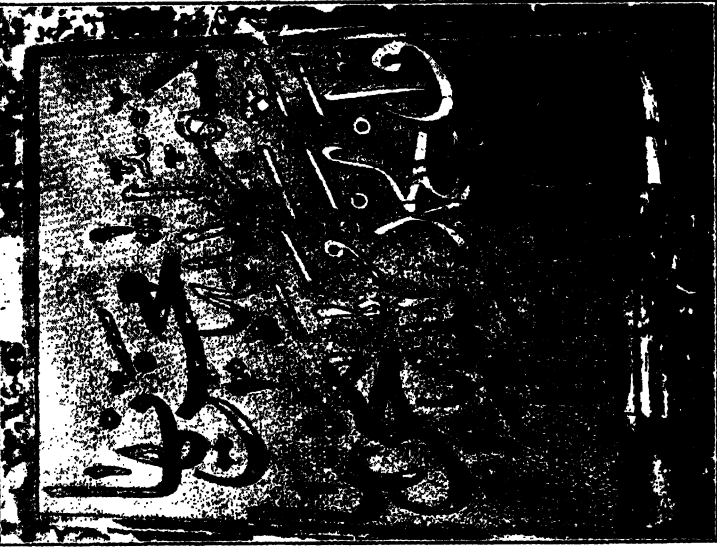
تصویر تربت میر عالم - واقع دائرہ میر مومن

میر عالم کے مہر کے نقش کی تصویر
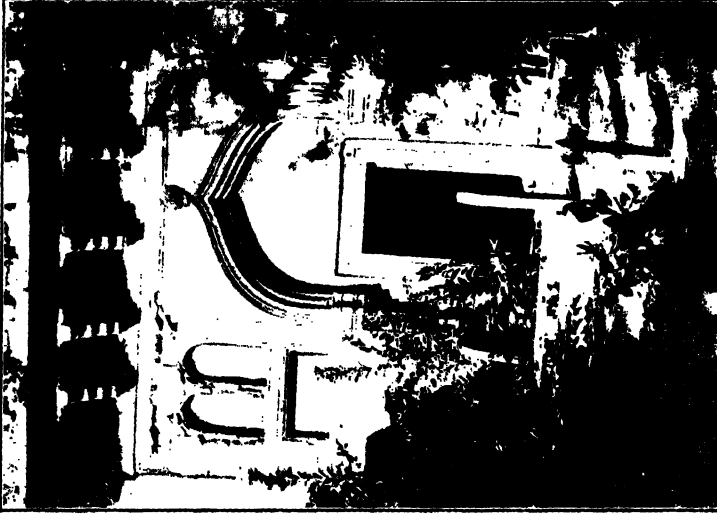
کئی حصّے تھے زنانہ مکان کا حصہ میر عالم کی منڈی کے شمالی رُخ پر واقع تھا اور منڈی کے شمال رُخ پر واقع تھا اور اُس کے شمال مشرقی گوشہ میں پھاٹک ہے وہ اس زنانہ حصہ کی دیوڑھی کا دروازہ تھا زنانہ مکان میں شمال رویہ اور جنوب رویہ دو بڑے بڑے دالان اور در دالان اور پیش دالان تھے شمال رویہ حصہ کے اوپر بالاخانہ بھی تھا اور مشرقی اور مغربی سمت میں بیوتات تھے دالانوں کے درمیان ایک وسیع صحن تھا جس کے درمیان ایک بڑا مربع حوض تھا اب اس مکان کی حالت خستہ ہوگئی ہے جابجا منہدم ہوتا جا رہا ہے جس وقت ہم اس کو دیکھنے گئے ہیں تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ بعض غربا اس کے مختلف حصص میں فروکش ہیں اور صحن میں جو کیاریاں بنی ہوی تھیں اُن میں تماکو کی کاشت ہوی ہے زنانہ مکان کے مغربی سمت میں دیوان خانہ خاص تھا جس میں میر عالم برآمد ہوتے اور مشتاقان ملاقات سے ملتے جلتے تھے اور درباریوں کا آداب مجرئی بھی اسی میں ہوتا تھا۔ اس مردانہ مکان کا دروازہ منڈی کے شمالی سمت میں واقع ہے۔

ایک حصۂ مکان مرغ خانے کی باولی کے پاس واقع ہے جو عاشورخانہ کے نام سے موسوم ہے جہاں علم مبارک استادہ ہوتے تھے اور یہیں جشن حیدری بھی منایا جاتا تھا اسی مکان کے جنوب مشرقی سمت میں ایک اور حصہ مکان ہے یہ بھی انہیں کا بنایا ہوا ہے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اون کی زندگی میں اون کی صاحبزادی کے لئے مخصوص تھا اب اس مکان کی حالت نہایت ابتر ہوگئی ہے اگرچیکہ پندرہ بیس سال پیشتر نواب شجاع الملک کی

بیگم صاحبہ نے جو عالیجناب نواب فخر الملک بہادر کی صاحبزادی ہوتی ہیں اپنی بود و باش کے لئے اس کی تعمیر و ترمیم کی تھیں لیکن اس کے بعد سے ابتک اس کی طرف کوئی توجہ نہیں کی گئی اسی وجہ سے یہ مکان قریب ہے کہ منہدم ہو جاوے۔

بہر حال میر عالم کے مکان اور باغ کی تمام عمارات کی شان اور وضع قریبًا ایک سی ہے جس سے یہ قیاس ہوتا ہے کہ یہ خاص وضع میر عالم کو بہت مرغوب تھی۔

منڈی کی تعمیر (۴) اپنے مکان سے متصل ایک بڑی منڈی تعمیر اور قائم کی جس کا نام مغفرت منزل کے خطاب سکندر جاہ پر سکندر گنج رکھا گیا تھا لیکن اس نام سے مشہور نہ ہوی اس میں جو مسجد موجود ہے وہ بھی انھیں کی تعمیر کردہ ہے مسجد کی درمیانی کمان کی پیشانی پر ایک سیاہ پتھر کا کتبہ لگا ہوا ہے جس میں خط نسخ سے "ویبقیٰ وجہ ربک ذوالجلال والاکرام" کندہ ہے اس کے تحت سنہ ۱۲۲۰ھ لکھا ہوا ہے جس سے ظاہر ہے کہ اس مسجد کی تعمیر اسی سن میں ہوئی۔ لیکن اس عربی فقرے سے بارہ سو چون اعداد حاصل ہوتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ فقرہ تاریخی نہیں ہے۔

یہ منڈی اب "میر عالم کی منڈی" کہلاتی ہے اس کی چار سمتوں میں چھ کمانیں ہیں جن میں سے مغربی دو کمانوں میں سے ایک کمان ایرانی گلی کے راستہ پر واقع ہے اس میں ہو کر ایرانی گلی پنجہ شاہ۔ کالی کمان۔ گلزار حوض کو جا سکتے ہیں اور دوسری مغربی کمان کوچہ نسیم کے رستہ پر ہے۔ جس میں سے مچھلی کمان کو راستہ نکلتا ہے۔ شمال رویہ پھاٹک میر عالم کے دیوانخانۂ خاص کا دروازہ ہے مشرقی دروازوں میں سے صرف درمیانی دروازہ
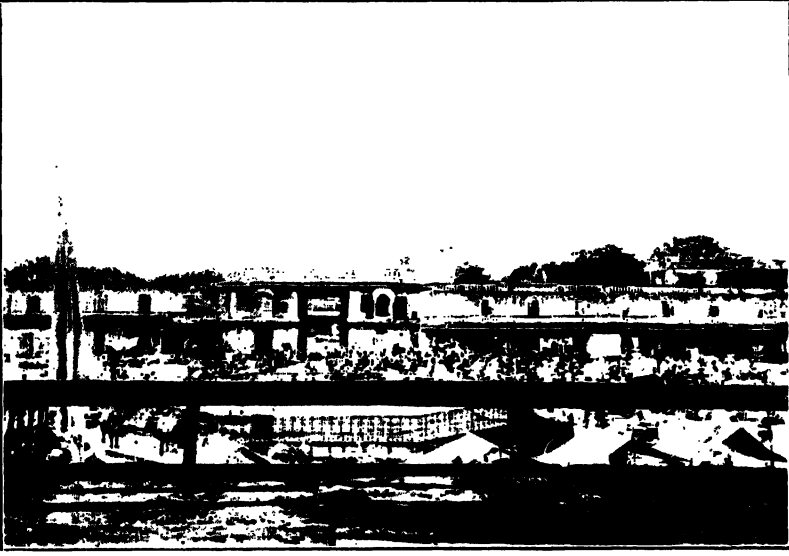
میر عالم کی منڈی کے شمالی رخ کی تصویر

میر عالم کی منڈی کے مغربی رخ کی تصویر

میر عالم کی منڈی کے جنوبی رخ کی تصویر

میر عالم کی منڈی کے مشرقی رخ کی تصویر

نافذہ ہے جس میں سے راستہ پرانی حویلی ایلچی بیگ کی کمان عرض بیگی کی ڈیوڑھی کی طرف نکلتا ہے جنوب مشرقی کمان میں سے بنڈی خانے کا راستہ ہے یہ منڈی ایک زمانہ سے خستہ حالت میں تھی۔ حال میں عالیجناب نواب سالار جنگ بہادر کی توجہ اس کی طرف منعطف ہوئی ہے۔ اس منڈی کے بیچوں بیچ جو بڑا حوض تھا اس کو توڑ کر اس میں ایک ہشت پہلو سائبان خوبصورتی سے ڈالا گیا ہے اور یہ مقام قصابوں کے بیوپار کے لئے مخصوص کر دیا گیا ہے۔ اس کے اطراف قریباً مثلث شکل کی جگہ مشرقی دروازہ سے لیکر مغربی رخ پر مسجد کے قریب تک چھوڑ دی گئی ہے اور اس کے اطراف پختہ سڑک ڈالدی گئی ہے جس کے دونوں طرف حسب ضرورت و نشاء بیوپاری اپنی اپنی اٹھاؤ دوکانیں قایم کرلے سکتے ہیں۔ بیوپاریوں پر ایک مقامی محصول مقرر ہے جس کے روزانہ ادا کرنے پر وہ اس جگہ اپنی دوکان قایم کرنے یا وہاں اپنے اجناس کے رکھنے اور فروخت کرنے کے مجاز ہو جاتے ہیں۔ یوں تو ہمارے حیدرآباد میں ایک اور منڈی "سبزی منڈی" کے نام سے مشہور ہے لیکن انتظام اور عمارت اور مقام وقوع کے اعتبار سے اس کے مماثل نہیں۔

تالاب میر عالم (۵) فتح سرینگ پٹن میں میر عالم کو جو انعام ملا تھا خاص اسی انعام کے روپے سے حیدرآباد کی مغربی جانب پانچ میل کے فاصلے پر ۲۲ سنہ ۱۸۰۶ء میں انھوں نے ایک تالاب بنوایا تھا جو انھیں کے نام سے ابتک مشہور ہے اس کا اہتمام تعمیر انگلینڈ کے ایک ماہر فن کے سپرد تھا۔ اس کی تعمیر اس طرح ہوئی کہ عیسیٰ ندی پر (جس کو عام تو

ساکل کہتے ہیں) موضع کوتوال گوڑہ کے قریب ایک بند ساٹھ ہزار روپے کے خرچ سے بنایا گیا۔ اوراس سے ایک نالہ نکالکر عیدگاہ کے قریب کی نشیبی زمین میں پہنچایا گیا اوراس کی شمالی اور جنوبی بلندیوں کو ایک کٹہ کے ذریعے سے ملادیا گیا۔ تالاب کے کٹہ کی شکل فی الجملہ ایک بڑے سے نصف دائرے کی ہے جو اکیس چھوٹے چھوٹے نصف دائروں پر مشتمل ہے اور ہر دو نصف دائروں کے مفصل پر آگے کو بڑھی ہوئی ایک بندش فصیل کے برج کی سی ہے تالاب ۸ میل محیط ہے اور کٹہ کا طول ایکہزار ایک سو بیس گز ہے اس کٹہ کی تعمیر میں تین لاکھ روپیہ صرف ہوا مہتمم تعمیر ایک انگریز انجنیر ہنری رسل نامی تھا جو فرنگی عمارات کا داروغہ تھا۔ نواب عماد الملک بلگرامی اور سی و لمیٹ نے اپنی تاریخ میں یہ بیان[۱] کیا ہے کہ اس تالاب کی تعمیر ان فرانسیسی انجنیروں کے ذریعہ ہوی جو گورنمنٹ کی ملازمت میں تھے ممکن ہے کہ ان کا استدلال گلزار آصفیہ پر ہو اس واسطے کہ اس کا بیان بھی یہی ہے لیکن ہم اس بیان کو تسلیم نہیں کرتے اس کی وجہ یہ ہے کہ میسور کی چوتھی جنگ کے قبل ۱۲۱۳ءم ۱۷۹۰ء میں جو صلح ہوئی اس کے ذریعہ فرانسیسی فوج اور تمام فرانسیسی عہدہ دار جو فوج میں گورنمنٹ کے ملازم تھے برطرف اور ممالک محروسہ سرکار عالی سے خارج کردئے گئے تھے اور تالاب کی بناء ۱۲۲۱ء میں پڑی اس واسطے یہ صحیح نہیں ہوسکتا کہ اس کی تعمیر فرانسیسی انجنیروں کے زیر اہتمام ہوی۔ اس تالاب اور کتوے کی تاریخ تعمیر اوراس کے تعمیر کنندہ انجنیر کا نام اس کتبہ سے بھی صاف ظاہر ہوتا ہے جو اس کی تعمیر کے

---

[۱] ہسٹاریکل اینڈ ڈسکرپٹیو اسکیچ آف ہز ہائنس دی نظامس ڈومی نی انس جلد ۲ صفحہ ۶۰۹۔

ختم پر تیار کر کے کوتوال گوڑے کے بند کے پاس ایک بلندی پر نصب کیا گیا تھا اور تعمیر تالاب حمایت ساگر تک بھی یہ وہیں موجود تھا لیکن جب حمایت ساگر میں پانی روکا جانے لگا نواب سالار جنگ بہادر نے اس خیال سے کہ کہیں یہ کتبہ بھی غرقاب نہ ہو جائے اس کو وہاں سے نکلوا کر اپنے باغ واقع تالاب میر عالم کے مکان کے سامنے فرش زمین پر رکھوا دیا ہے۔ یہ کتبہ سنگ سیاہ کی دو سلوں پر مشتمل ہے جن کا مجموعی طول و عرض ۴ × ۳ فٹ ہے اس کی تحریر انگریزی زبان میں اور ۹ سطروں میں ہے جس میں بند کے بنانے اور بنوانے والے کا نام اور تاریخ آغاز و اختتام کار درج ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ انگریزی کمپنی کے مقبوضات علاقہ مدراس کے ایک انجینئر مسمی لیس تیج رسل کے زیر نگرانی اس کی تعمیر ہوئی اصل کتبہ کی صورت حال منسلکہ فوٹو سے معلوم ہوگی۔

تالاب کے کٹہ کی پچر | جب اس تالاب کے کٹہ کی تعمیر مکمل ہو گئی اور تالاب میں پانی جمع ہونے لگا تو پتھروں کے جوڑوں میں سے پچر ہونے لگی ہے اور اس پچر کے ساتھ چونہ بہنے لگا۔ جس سے قیاس ہوتا تھا کہ کمان کے پتھر چونہ کی گرفت سے چھوٹ کر پانی کے زور سے ڈھل جائینگے میر عالم نے انجینئر کو لکھا کہ یہاں کے لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ چونہ بہنے سے پتھر علیحدہ ہو کر کٹہ ٹوٹ جائیگا۔ اس نے جواب دیا کہ تالاب کی ریگ ابھی کمانوں کی دروازوں میں بیٹھی نہیں ہے اور ریگڑا اور چونہ گھل مل کر ان میں چپکا نہیں ہے اس لئیے یہ ریزش جاری ہے دو سال کی مدت میں تالاب پورا بھر جائیگا تو پھر کٹہ میں ایسی کوئی پچر نہیں رہیگی اگر دو سال کے اندر اندر کٹہ ٹوٹ جائے تو انگریزی کمپنی اس کی ذمہ دار ہے وہ اس کی تعمیر کا پورا پورا خرچ

دیدیگی اس انجینئر نے اس کے ساتھ یہ بھی لکھا تھا کہ اگر کٹہ کی مزید مضبوطی کا خیال ہے تو بہتر ہوگا کہ اس کا پچھلا عمیق حصہ مٹی سے پاٹ دیا جائے اور اس کام کے لئے تخمیناً ایک لاکھ روپیہ اور صرف ہوگا۔ پھر ہزار سال تک کٹہ کو کوئی دھوکا نہیں۔ دو سال میں جب تالاب بھر چکا تو پجر کے ساتھ جونا آنا بھی بند ہوگیا۔ میر عالم کو موت نے مہلت نہ دی کہ وہ کٹہ کے پیچھے مٹی ڈلوا کر اس کو اور پائدار کر دیتے اب بھی ہم دیکھتے ہیں کہ کٹہ کے بیرونی رخ پر پتھروں میں یہ پجر پائی جاتی ہے باایں ہمہ کٹہ کی مضبوطی میں کوئی فرق نہیں آیا ہے کٹہ کی بڑی خوبصورتی اور عمدگی یہ ہے کہ اس کے لئے کوئی چادر جسے النگ بھی کہتے ہیں علحدہ نہیں بنائی گئی ہے تالابوں میں بالعموم کٹوں کے ایک طرف ذرا بلندی پر چادر بنائی جاتی ہے تالاب میں اس کی مقررہ مقدار سے جتنا زیادہ پانی آتا ہے اس کے ذریعہ نکل جاتا ہے۔ اس تالاب میں سارا کٹہ ایسا بنایا گیا ہے جو از اول تا آخر چادر کا کام دیتا ہے۔ کٹہ تک پانی اس میں جمع رہ سکتا ہے اور اس سے جتنا زیادہ ہوتا ہے کٹہ ہی پر سے بہ کر دوسری طرف نکل جاتا ہے جس سے فاضل پانی کا کوئی زاید بار کٹہ پر نہیں پڑ سکتا۔ اسی وجہ سے اب تک بھی اس کٹہ میں کوئی خرابی یا کمزوری کہیں نہیں پائی جاتی۔ کوتوال گوڑہ کے کتوے کے جب نالے کے ذریعہ سے اس تالاب میں پانی کی آمد تھی وہ حمایت ساگر[1] کی تعمیر کے زمانہ سے

---

[1] سنہ ۱۳۲۶ف میں موسیٰ ندی کو شدید طغیانی ہوئی تھی جس سے بلدہ حیدرآباد کا بہت بڑا حصہ متاثر ہوا تھا۔ اس کے بعد انسداد طغیانی کے مسئلہ پر سربراہ کارانِ دولت نے غور کی ان میں بعض تجاویز طے پائے جن میں سے ایک یہ تھا کہ موسیٰ ندی اور عیسیٰ ندی میں سے ہر ایک پر ایک ایک بند قایم کر کے خزانۂ آب تعمیر کیا جائے پہلے موسیٰ ندی پر عثمان ساگر نام سے ایک تالاب تعمیر ہوا۔ اس کی تعمیر کے ختم ہونے کے بعد قلعۂ گولکنڈہ کے جانب جنوب اور حیدرآباد کے مغرب میں بارہ میل فاصلے پر اس تالاب کی تعمیر کا آغاز سنہ ۱۳۳۳ف میں ہوا اس کا نام شاہزادۂ ولی عہد نواب میر حمایت علیخاں اعظم جاہ بہادر

بند ہوگئی ہے اس لئے تالاب کے پانی کی مقدار گھٹنے لگ گئی ہے۔ آج سے چھ سال قبل اسی تالاب کا پانی کٹہ کے بالکل برابر رہتا تھا اب ہم دیکھتے ہیں کہ کٹہ سے کوئی دو ڈھائی گز سے زیادہ نیچے اُتر گیا ہے۔ اس تالاب سے ایک نالہ نکالکر رکن الدولہ کے بم (حوض) سے اوپر غازی بنڈہ کے قریب ایک بڑا بم تیار کرکے اسمیں اس نالے کو پہنچایا گیا اور اس بم سے ایک نہر نکالکر شہر کی طرف لائی گئی اور اس سے چھوٹی چھوٹی نہریں نکالکر مکانوں اور باغوں میں جگہ جگہ پہنچائی گئیں اس بم کی تعمیر کی تاریخ اُس کتبہ سے معلوم ہوتی ہے جو اس کی دیوار پر ایک پتھر میں کندہ کراکے نصب کیا گیا ہے کتبہ میں بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖهَا وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ مَجْرٖهَا دو سطروں میں لکھا گیا ہے اور ان کے نیچے سنہ ۱۲۲۱ ڈالا گیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تالاب کے کتوے اور بم کی تعمیر کا ایک ہی سال ہے اس کتبہ کو بھی نواب سالار جنگ بہادر نے یہاں سے نکلوا کر اپنے باغ واقع تالاب میں منتقل کردیا ہے کتبہ سنگ سیاہ کا ہے جو طول و عرض میں ۲ × ۲½ فٹ ہے بم کی حالت فی الجملہ خستہ ہے اب اس سے پانی کی تقسیم کا کام بھی نہیں لیا جاتا ہے مولوی نور اللہ[1] صفیا صاحب کا ایک فارسی قطعۂ تاریخ ہمیں دستیاب ہوا ہے جو تعمیر نہر سے متعلق ہے اس کے جملہ تین شعر ہیں

(بقیہ حاشیہ صفحۂ گذشتہ کے) نام نامی پر حیات ساگر رکھا گیا۔ اس کی تعمیر میں بیانوے لاکھ اٹھتر ہزار روپے سکۂ عثمانیہ کی لاگت آئی اور اس کے پہناؤ میں سات مواضع سالم اور گیارہ مواضع کا کچھ کچھ حصہ غرق ہوا۔ جس کی جملہ مقدار پانچ ہزار پانسو چھیالیس ایکر پچیس گنٹہ اراضی ہے اس کی تعمیر سات سال میں مکمل ہوی۔

[1] حضرت سید شاہ نور العلی کے بیٹے اور حضرت سید قمر الدین اورنگ آبادی کے پوتے تھے اپنے عہد کے مشاہیر علماء و فضلاء سے تھے شمس الامرا کی طرف سے راجہ چندولال کے پاس وکیل تھے اور جاگیر و تعلقداری سے سرفراز۔ خیر و خوش خلق آدمی تھے سنہ ۱۲۵۵ھ میں ان کا انتقال ہوا۔ عیدگاہ قدیم کے قریب موضع مادنا پیٹھ میں ان کا ایک خوشنما باغ تھا اسی میں وہ اور ان کے والد مدفون ہیں

اور پانچ تاریخی مادّے اس میں انھوں نے جمع کئے ہیں جن میں سے دو تعمیہ میں ہیں اور دو مرکب ہیں اور ایک مادہ مصرع میں ہے ان سے اس نہر کی تعمیر کا سن ۱۲۲۰ ہجری معلوم ہوتا ہے یہاں ہم اُس قطعہ کے جملہ مادہ ہائے تاریخی کے اشعار نقل کر دینا مناسب تصور کرتے ہیں۔

چوں بسوئے او شدم خندید و گفت اینک شنو
منقسم بر قلب اہل بلدۂ فرخندہ کن
باز بہر جستجوئے سال میمون وسعید
چار صد ہشتاد و ہشت الآف و لکتہا چار ده
گر نباشد میل طبعی تو سوئے تعمیہ
خیر جاریٔ حسین ساجد آمد سال او
مصرع سالم اگر منظور باشد بکوش بگو

طرز تازہ طرح نادر در پئے تاریخ و سال
فیض نہر میر عالم مخزن خلق نوال
خارج تقسیم را تضعیف کن بے قیل و قال
جذر منطق زیں عدد شد منطبق تاریخ و سال
قرعۂ دیگر زنم از بہر مقصود ت بفال
فیض نہر جاودانی ہم بود سال آل
نہر میر عالم بہادر منبع جمع نوال

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نہر ۱۲۲۰ھ میں تعمیر ہوی۔ ممکن ہے کہ شاعر نے آغاز تعمیر کار کے سن کو اپنی تاریخ میں لیا ہو۔

اس تالاب اور نالے کی تعمیر سے پیشتر بلدے میں پانی کی سخت قلت تھی لکن الّلہ کا بم بڑے بڑے امیر امرا کو پانی کی سربراہی کرتا تھا اور عام لوگ خانگی باؤلیوں سے مستفیض ہوتے تھے اس تالاب کی تعمیر سے بلدے میں پانی کی افراط ہوگئی اور اسی بنا پر

میر عالم کے انتقال کے بعد اُن کا نام اور یہ کام اس مقولہ کی صورت میں زبان زدِ عام ہوگیا :۔ "میر عالم مر گئے گھر گھر پانی کر گئے" تا حال (قبل تعمیر عثمان ساگر[1]) حیدرآباد کے تمام باشندے اسی تالاب کے پانی سے سیراب ہوتے رہے ۔

تصنیف و تالیف

میر عالم جہاں اپنی اور خوبیوں اور بھلائیوں سے متصف ہیں وہاں علمی دنیا میں مؤلف یا مصنف کی حیثیت سے بھی مشہور ہیں یوں تو کئی کتابیں اُن کے نام سے موسوم ہیں لیکن ان میں سے بعض ایسی ہیں کہ نہ میر عالم کی تصنیف ہیں نہ تالیف بلکہ ان کے اصل مصنفین نے ان کی خوشنودیٔ خاطر کے لئے ان کے نام سے منسوب کردیا ہے اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ میر عالم علم سے خود دلچسپی رکھتے تھے اور علم دوست

---

[1] یہ اُن دو تالابوں میں کا ایک ہے جو انسداد طغیانی کی تجویز کے تحت تعمیر ہوا ہے ۔ عثمان ساگر اور حمایت ساگر کے پلان سر ڈی وشویشورایا بی اے یم ای سی ای سپرنٹنڈنگ انجینیر علاقہ بمبئی نے مرتب کئے اور اس کو نواب علی نواز جنگ بہادر یچ سی ۔ یف چیف انجینیر و معتمد تعمیرات و آبپاشی نے اپنی نگرانی میں مسٹر سی ٹی ولال سپرنٹنڈنگ انجینیر کے ذریعہ صورت عمل میں لا کر کام انجام کو پہنچایا ۔ یہ تالاب بلدہ حیدرآباد سے تقریباً بارہ میل شمال مغربی گوشہ میں اُس مقام پر واقع ہے جہاں پہلے موضع گنڈی پیٹھ آباد تھا اور اُس موضع میں ندی پر ایک قدیم زمانہ کا کتوہ بھی موجود تھا ۔

اس کی تعمیر ۱۳۳۰ئہ میں آغاز ہوئی اور سات سال میں ختم ہوئی ۔ اس کا نام اعلیٰحضرت بندگانعالی نواب میر عثمان علیخان بہادر خلد اللہ ملکہٗ و دولتہ کے نامی نامی پر عثمان ساگر رکھا گیا ۔ اس تالاب سے آبرسانی کے لئے نل بھی لگائے گئے جس کے نلوں سے حیدرآباد اور اس کے مضافات کے اکثر مقامات کے باشندے فیض یاب ہوتے ہیں اسکی تعمیر میں آبرسانی کے انتظام کی لاگت کو ملا کر جملہ ایک کروڑ انیس لاکھ روپے سکہ عثمانیہ کے مصارف ہوے اس میں چھ مواضع سالم اور چھ مواضع کی کچھ کچھ اراضی غرقاب ہوئی ہے جس کی جملہ مقدار چار ہزار دو سو ستاسی ایکر نو گنٹہ ہے ۔

اصحاب کو نیک علمی مشورے دیتے تھے وہ نثر فارسی کے لکھنے میں جس طرح ماہر تھے اسی طرح فارسی نظم کے لکھنے پر بھی قادر تھے ان کی نثر کے نمونے ان کے منشآت سے ملتے ہیں اور نظم کے بعض نمونے ہم نے قبل ازیں حسب موقع بیان کر دئے ہیں ان کے علاوہ اور جو کچھ ہیں ان کا ذکر اسی باب میں مناسب مقام پر کیا جائیگا۔

میر عالم کی جتنی تصنیفات اب تک دریافت ہوی ہیں۔ ان میں سے صرف تین چار ایسی ہیں جو حقیقتاً اُن کی ذاتی محنت کا نتیجہ ہوسکتی ہیں اور وہ یہ ہیں۔

۱۔ مصباح العارفین | یہ ایک رسالہ ہے جو عبادت میں ہے۔ اس میں نماز شب کے طریقے میر عالم نے بیان کئے ہیں اس کتاب کے دیباچے کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے پیشتر ایک کتاب نماز شب ہی کے بیان میں انھوں نے تالیف کی تھی لیکن وہ تحریر آداب و ترجمہ اذکار اور بعض تحقیقاتی مسائل کی وجہ سے کسی قدر طویل ہو گئی تھی اور عام فہم نہیں رہی تھی۔ اس لئے اس کو مختصر کر کے انھوں نے اس رسالے کو لکھا اور اس کے نقش اول کے مثل اس رسالے کو بھی ایک مقدمہ اور تین فصول اور ایک خاتمہ پر مرتب کیا ہے چنانچہ دیباچے کی عبارت ذیل سے واضح ہوگا۔

"اما بعد چوں دریں ایام ساعتے چند از عمر سرمایہ طلب صرف نوشتن سطرے چند شد در بیان نماز شب و ہنگام تحریر آداب و تسطیر ترجمۂ اذکار عنانِ اشہب قلم بے اختیار از دست رفتہ بوادی تحقیقاتے افتاد کہ در خورِ فہم ہمہ کس نبود لاجرم بخاطر فاتر رسید کہ ثانیاً آں رسالہ را بقسمے مختصر نماید کہ مشتمل باشد بر بیان آداب در کمال اختصار

ترجمہ ضروری الفاظ ادعیہ واذکار............واین

مختصر مانند رسالۂ اول مرتب است بر یک مقدمہ وسہ فصل و یک خاتمہ۔"

اس رسالے کی تالیف ۱۲۱۸ھ میں ہوی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اپنے انزوا کے زمانۂ بیکاری میں جہاں انھوں نے خداپرستی کے اور کام کئے وہیں مذہبی رسائل بھی تصنیف یا تالیف کر کے سعادت حاصل کی۔

۲۔ زیارت عاشورہ | ایک مختصر رسالہ اور لکھا ہے جو زیارت عاشورہ کی ترکیب میں ہے اس کی وجہ تالیف تمہیداً یہ بیان کی ہے کہ زیارت حضرت امام حسین علیہ الصّلوٰۃ والسلام کے بڑے فضائل ہیں جن کا اظہار حیطہ تحریر و تقریر میں ممکن نہیں بعض زیارتوں کے اوقات و احوال لکھنے کا خیال ہوا تاکہ لوگوں کو سفر و حضر میں بھی زیارت کے لئے آسانی ہو اس رسالے کو پانچ فصلوں پر تقسیم کیا ہے جو یہ ہیں۔

۱۔ فصل اول۔ زیارت عام۔ ۲۔ فصل دوم اوقات زیارت۔ ۳۔ فصل سوم زیارت عاشورہ

۴۔ فصل چہارم زیارت اربعین۔ ۵۔ فصل پنجم۔ زیارت جامعہ صغیر۔

عبادات کے ان رسائل کے نسخے نواب سالار جنگ بہادر کے کتب خانے میں موجود ہیں اور ہماری نظر سے گزرے ہیں ان کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ میر عالم پر مذہبیت غالب تھی اور ان مذہبی رسائل کے مدون کرنے کی مہلت ان کو اس وقت ملی جب کہ وہ گوشۂ عزلت میں بسر کر رہے تھے۔

۳۔ مثنوی میر عالم | میر عالم کو شاعری سے بڑی دلچسپی تھی بعض کتب سے یہ پتہ چلتا ہے کہ میر عالم کا

فارسی دیوان مرتب و مکمل تھا لیکن وہ مفقود ہے ان کی شاعری کا نمونہ جو ہم تک پہنچا ہے فقط ایک مثنوی ہے جو غلام حسین خاں جوہر، صاحب تاریخ ماہ نامہ کے بیان کے مطابق ماہ لقا[1] کے سراپا میں انھوں نے نظم کی ہے۔ سلاست و صفائی بیان کے اعتبار سے مثنوی نہایت شستہ ہے۔ اس کی نسبت غلام حسین خان جوہر اپنی تاریخ ماہ نامہ میں لکھتے ہیں:-

"نظم مثنوی در وصف سراپائے آں سرو جویبار دلبری در بحر مخبون[2] بفصاحت محاورہ تصنیف فرمودہ اند چنانچہ اکثر اشتہار دارد۔"

اس مثنوی کے جملہ دو سو انیس شعر ہیں اس میں ماہ لقا کا سراپا ہے اور کچھ داستان حسن و عشق اس میں شک نہیں کہ یہ مثنوی اسی زمانہ میں مشہور ہو گئی ہو گی کچھ تو اس وجہ سے کہ زبان سلیس اور شستہ تھی اور کلام میں آمد و بے ساختگی اور موافق مذاق زمانہ تھی اور کچھ اس وجہ سے کہ میر عالم جیسے شخص کی کہی ہوئی تھی اور پھر ماہ لقا جیسی ہر دلعزیز کے لئے کہی

---

[1] ماہ لقا بائی راج کنور کی لڑکی تھی جس کی بہن مہتاب جی رکن الدولہ میر موسیٰ خاں کے یہاں تھی اس کا نام چندا بائی تھا اور ماہ لقا خطاب غفران مآب نے مہم پانگل سے واپس تشریف لانے کے بعد اس کو اس خطاب اور نوبت و گھڑیال سے سرفراز کیا تھا دربار کی طوائف سے تھی حضوری میں جب اس کا مجرئی ہوتا تو سرکار سے ہر مجرئی کے ایک ہزار روپے انعام پاتی تھی صاحب کمال شاعر اور حاضر جواب تھی اس کا دیوان مدون ہے اور شائع بھی ہو چکا ہے ۵۶ سال کی عمر میں ۱۲۴۰ھ میں مرض ہیضہ سے فوت ہوئی۔

[2] غلام حسین خاں صاحب تاریخ ماہ نامہ شاعر تھے اور جوہر تخلص کرتے تھے لیکن معلوم ہوتا ہے کہ علم عروض سے واقف نہیں تھے اور باوجود عدم واقفیت کے وہ اپنے قارئین کو شاید یہ باور کرانا چاہتے ہیں کہ وہ علم عروض سے بھی واقف ہیں اور اسی غرض سے انھوں نے مثنوی مذکور کے متعلق لکھا ہے "در بحر مخبون بفصاحت محاورہ تصنیف فرمودہ اند"۔ عروض میں کوئی بحر اس نام کی نہیں ہے البتہ خبن نام ایک زحاف تو ہوتا ہے یہ رکن کے اس تغیر کا نام ہے جو اس کے دوسرے ساکن حرف کو گرانے سے پیدا کیا جاتا ہے جیسے رکن فاعلن سے دوسرا حرف ساکن (الف) گرا کر فعلن بنا لینا جس رکن میں یہ زحاف واقع ہو اس کو رکن مخبون کہتے ہیں مثنوی کو ہم پڑھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ بحر ہزج مسدس اخرب یا اخرم مقبوض محذوف میں ہے جس کے اشعار کی تقطیع مفعول مفاعلن فعولن، یا مفعولن فاعلن فعولن سے ہوتی ہے جس کی اصل دائرے میں مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن ہے۔

گئی تھی۔ ماہ لقا کو جب یہ مثنوی ملی ہو گی تو خود اس نے شہرت کے لئے اس امر کی کوشش کی ہو گی کہ لوگ اس سے واقف ہو کر اس کی قدر کریں کہ یہ بھی ایک ایسے فرد روزگار کی ممدوحہ ہے یہاں ہم یہ تسلیم کئے بغیر نہ رہیں گے کہ اس مثنوی سے حقیقتاً ماہ لقا کے نام و نمود میں اور چار چاند لگ گئے

ماہ لقا اور میر عالم کا تعلق اس امر کے متعلق کہ میر عالم اور ماہ لقا کے تعلقات کیسے تھے اس کے ہوا خواہ منشی غلام حسین خاں جوہر نے ان الفاظ میں خاص روشنی ڈالی ہے:-

الف "میر عالم بہادر اکثر می فرمودند کہ تلمیذے برسائی فہم و ذکاوت طبع و جدت مزاج در زمرۂ تلامذۂ خود مثل ماہ لقا ندیدہ ام باوصف ایں ہمہ متانت و اقتدار و فضیلت بہمدمی و مصاحبت ایں ماہ لقائے زہرہ نوائے اختیار می داشتند و مصاحبت ایں گل گلزار رعنائی تخم انتعاش در مزرعۂ طمانیت می کاشتند"۔

ب "چندا بائی (ماہ لقا) اکثر مصاحبت (میر عالم) اختصاص یافت چوں مزاج میر عالم بہادر قدردان اہل کمال بود و در فصاحت و بلاغت و نظم و نثر گوے سبقت از حسان و سحبان می ربود مصاحبت و مجالست ایں لطیفہ گوے حاضر جواب را از جملہ انتعاش و شگفتگی گل خاطر پنداشتہ در استحضار طریق استبداد می داشت و اکثر صحبت شعر و نظم و نثر درمیان بود میر عالم بہادر اکثر بزبان فصاحت ترجمان می فرمود کہ جلیس باتمیز و تلمیذی بایں جدت طبع و رسائی فہم مثل ماہ لقا کم دیدہ شد"۔

صاحب ماہ نامہ کے اس کلام سے ایک امر یہ مستنبط ہوتا ہے کہ میر عالم شاعر ہونے کے علاوہ شاعر گر بھی تھے چنانچہ اس جملہ سے "تلمیذی برسائی فہم و ذکاوت طبع و جدت مزاج

درزمرۂ تلامذۂ خود مثل ماہ لقا ندیدہ ام" یہ معلوم ہوتا ہے کہ فن شعر گوئی میں ماہ لقا کے علاوہ عالم کے
اور شاگرد بھی تھے لیکن ان کے نام معلوم نہ ہو سکے اور نہ اصلاح سخن کے طریق روشنی میں آئے
اس مثنوی کے آغاز میں ایک رباعی لکھی ہے اور اس سے پیشتر یہ مصرعہ بطور عنوان لکھا ہے ؏
افسونِ جنونِ عالم ست ایں۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ عالم تخلص کیا کرتے تھے تخلص
عالم خطاب میر عالم کا جزو ہے جو ان کو اس وقت ملا تھا جبکہ ان کی عمر تقریباً سینتیس سال تھی
اور شاعری کا شغل اس سن سے قبل کا ہے اس سے نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ وہ خطاب سے پہلے کچھ اور
تخلص کرتے تھے اور خطاب پانے کے بعد انھوں نے اس کو بدل دیا اور عالم تخلص کرنے لگے

اشعار مثنوی | یہاں مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس مثنوی کے آغاز و اختتام کے چند اشعار
نقل کئے جائیں تاکہ ان سے میر عالم کی شاعرانہ طبیعت کا کچھ اندازہ ہو سکے ؎

اے ماہِ سپہر روشنائی — سر تا پائے تو دلربائی
اے مردم دیدۂ محبت — سر تا قدمت طلسم الفت
شکل تو بہ کلک دل مصور — جسم تو بہ آب جاں مخمر
تصویر تو از فرنگ حسن ست — نقش تو شریک رنگ حسن آست
اے حسن تو دلربائی عشق — آئینۂ خود نمائی عشق
تا حسن تو ناخنم بدل زد — عشقت رہِ عیش متصل زد
از شوق تو شد چناں جہاں شور — از رگ رگ من عیاں چو طنبور
شور تو عیاں نہ بر زبانم — سوز تو نہاں بہ مغز جانم

از شعلۂ حسنت اے دل آرا   در عشق بہ سوختم سراپا
اے جلوہ فروش جاں خریدار   اے غمزہ متاع و عشوہ بازار
تا روئے ترا بمن نمودند   در ہائے بلا بمن کشودند

. . . .

تا راہ سخن بمن کشودی   راہے بہ خموشیم نمودی
گفتار و خموشی تو باہم   در شعلہ فشانیند باہم
کز شمع زباں زبانہ افروخت   یاقوت لبت بخاموشی سوخت

. . . .

اے باد صبا توئی وفا سنج   آگاہ خبر ز راحت و رنج
بیماری تو شفائے جاں ہا   غمخواری تو دوائے جاں ہا
از راہ وفا دلے گر آری   بر منزل ماہ من گزاری
یک رہ ز کرم تو اے وفا کوش   شرح ہجراں کہ کردہ گوش
رازے کہ بہ گوش دل شنیدی   رازے کہ عیاں بہ چشم دیدی
پنہاں پنہاں بہ گوش آں ماہ   القصہ بگو و قصہ کوتاہ

۴۔ رقعات میر عالم | میر عالم کے خطوط کا ایک مجموعہ ہے جس میں وہ تمام خطوط جمع ہیں جو میر عالم نے یا تو خود اپنی طرف سے کسی کو لکھے ہیں یا غفراں مآب یا ارسطو جاہ کی طرف سے ان نشآت کو ان کے منشی خاص حسین علیخاں نے جمع و مرتب کر کے "باغ و بہار" تاریخی نام
۱۲۱۷ھ

رکھا ہے۔ خطوط کو تین اقسام میں منقسم کیا ہے۔

قسم اول میں وہ خطوط ہیں جو حضرت غفراں مآب کو یا حضرت غفراں مآب کی طرف سے اورامراء و رؤساء کو لکھے گئے ہیں۔

قسم دوم میں وہ خطوط ہیں جو ارسطو جاہ کی طرف سے لکھے گئے یا خود ارسطو جاہ کو لکھے گئے

قسم سوم میں وہ خطوط ہیں جو میر عالم نے اپنے اعزہ و احبا کو لکھے۔

اس کا ایک نسخہ خود ہمارے پاس موجود ہے۔ ہشتم رجب ۱۲۳۴ھ اس کی کتابت کی تاریخ ہے اور کاتب میر محمد کاظم ابن میر محمد تقی خاں بہادر ابن میر محمد رضا صاحب ہیں۔ اس نسخے میں کتابت کی غلطیاں بکثرت پائی جاتی ہیں۔

نواب عماد الملک کا خیال ہے کہ میر عالم نے اپنے رقعات و مکتوبات خود جمع اور مدون کئے اور انشاء میر عالم نام رکھا۔ اگر اصل رقعات کا نسخہ ہمارے پاس نہ ہوتا اور ہم عالیجناب نواب سالار جنگ بہادر کے کتب خانے میں اس کو نہ دیکھے ہوتے تو ممکن تھا کہ ہم نواب صاحب مذکور کے اس خیال سے متفق ہو جاتے۔ منشآت میر عالم کا نسخہ ہمارے سامنے موجود ہے ان کے مرتب حسین علیخاں کا لکھا ہوا دیباچہ اس کے شروع میں دو تین صفحات پر مشتمل ہے ان کو یہ امر تسلیم ہے کہ حسب الحکم میر عالم انھوں نے رقعات کے مسودات جمع کئے۔ چنانچہ اُن کی عبارت یہ ہے:۔

"ہر چند ایں بے سواد دار الانشاء سخن گستری و ابجد خوان دبستان دانشوری حسین علی مخاطب بخطاب خانی قابلیت آں ندارد کہ ایں گوہر ہائے گراں بہا

را در سلک ترتیب واین جواہر بے ہمتا را بہ کلک تحریر توانڈ آورد لیکن از آنجا کہ
بمقتضائے پرورش و رعایت خداوندی نہال قامت عقیدت استقامت
بہ آبیاری تربیت آں نخل بند ریاض فضیلت نشو نما یافتہ بامر منشی گری ماموست
(بحکم المامور معذور) دست جرأت بہ اجتماع سودات مسطور کشیدہ
ہر سہ قسم منقسم ساختہ........."

اس سے ظاہر ہے کہ خود میر عالم نے ان کی تدوین نہیں کی بلکہ اس کی تدوین و ترتیب کا
حکم انھوں نے اپنے منشی حسین علی خاں کو دیا جنھوں نے بہ امتثال امر اپنی کوشش سے ان کو
جمع کیا اور خود اس پر دیباچہ لکھ کر کتاب کو مکمل کیا۔ یہ ضرور ہے کہ اس کی تدوین میر عالم ہی کے
عہد میں اور انہیں کے حکم سے ہوی لیکن اس سے یہ نہیں سمجھا جا سکتا کہ خود میر عالم نے ان
کو جمع کیا۔ بہر حال رقعات کی زبان فارسی ہے جو اس عہد میں تعلیم یافتہ طبقہ کی اور دفاتر
کی اور جملہ کاروبار کی تحریری زبان تھی۔ رقعات پر قدامت کا رنگ ہے استعارات اور
تشبیہات گوناگوں سے اور تلازمات بدیہی سے اپنے مطالب کو خوشنما لباس میں پیش
کیا ہے لیکن اس سے مضامین گورکھ دھندا بھی نہیں بن گئے ہیں جن کا سمجھنا بوجھنا بہت مشکل ہو
باوجود استعمال صنائع و بدائع ان کی زبان میں سلاست ہے صنائع کی پرکاری کے ساتھ
اظہار مطلب رمز و کنائے میں کرتے ہیں بعض ترکیبیں معینہ استعمال کرتے ہیں جیسے خاتمہ کا جملہ
"ایام عاطفت مدام باد" یا خاتمہ پر دُعا کے ساتھ" بالنون والصاد" وغیرہ لغات غریب
استعمال نہیں کرتے رقعات میں ایک دو رقعے عربی بھی دیکھے گئے جن سے معلوم ہوتا ہے

کہ وہ عربی زبان کے سمجھنے اور پڑھنے کے علاوہ اس کے لکھنے پر بھی قادر تھے اس مجموعے

میں وہ خطوط نہیں ہیں جو میسور کی چوتھی جنگ میں اور اس کے بعد میر عالم اور گورنر جنرل

ویلزلی کے مابین آئے گئے ہیں یہ نواب سالار جنگ بہادر کے قلمدان خاص میں محفوظ ہیں

ان سے اس زمانے کے ایسے تاریخی واقعات پر روشنی پڑتی ہے جن میں میر عالم کا تعلق

رہا ہے ہم نے ان تمام خطوط کو مفید معلومات کے ساتھ علیحدہ ترتیب کیا ہے۔ طرز تحریر معلوم کرنے

کے لئے ہم یہاں صرف چند رقعے نقل کرتے ہیں:۔

رقعہ از طرف غفراں مآب بہ جارج سیوم بادشاہ انگلینڈ

کوکب دولت و اقبال و اختر شوکت و اجلال بادشاہ خورشید کلاہ معدلت دستگاہ والا شان

فرخندہ دودماں برآزندہ اریکہ رفعت و عظمت فرازندہ الویہ اُبہت و حشمت مالک ممالک

نام آوری سالک مسالک عدل گستری ممہد قوانین جہانداری مشید قواعد کامگاری ناہج

مناہج ارجمندی عارج معارج سربلندی کامگار کشور نامداری شہریار اقلیم عالی تباری شعشعہ افروز

افسر و اورنگ رونق آموز دانش و فرہنگ جارج سیوم بادشاہ گریٹ برٹین وغیرہ ولایت

فرنگ از وفق حصول امانی و آمال طالع و لامع باد

اما بعد نگاشتہ کلک فصاحت می گردد کہ مشاہدۂ محاسن اوضاع و اطوار کہ مقناطیس

قلوب بالغ نظران کامل عیار است آرند و مخالطت رعایائے ولایت فراست خیز انگریز

با اہل ایں دیار و حصول آگہی از اصابت قوانین و متانت آداب و آئین سلاطین آں سرزمین

علی الخصوص انضباط و استحکام و لوازم مصادقت و وفاق و ثبات و قیام و رسم مخالفت و اتفاق

در نظر دقیقه شناساں مراتب کمالات به بنی نوع انسان برآمد فضائل وبهترین خصائل است
وبه تخصیص تذکار مکارم صفات ومآثر ملکات آں شهریار کامگار نامدار که در تهذیب ضوابط ریاست
وسروری وترتیب روابط جهانبانی ومعدلت گستری بصفت مزیت از امثال واقران بر السنهٔ
افواه جمهور مذکور ودر اطراف واکناف این نه طاق لاجوردی رواق بسمت امتیاز ورجحان از
سائر جهانداران معروف مشهور است همیشه خاطر تودد مظاهر را مائل تحریک سلسلهٔ صحبت وداد
وراغب تاسیس مبانی مودت واتحاد است از آنجا که هر امرے موقوف بر وقت خویش
می باشد درین ولا امارت وایالت مرتبت شهامت وبسالت منزلت منیع الشان سمو المکان
مسٹر هیٹین اعتماد الدوله بهادر که بحسن معاشرت ونیک ذاتی اهالی اینجا را بمرتبه از خود راضی داشته
که اکثر رؤسا وحکام بلاد هندوستان از روانگی مشار الیه افسرده خاطر ودل گراں اند عزیمت خدمت
آں بادشاه والاجاه نمودند وتشید ارکان موالات بتاسیس بنیان مراسلات بوساطت آں رمز شناس
دقایق فطانت آگاهی پرده کشائے غوامض صداقت وهواخواهی مناسب نمود وبعض امور
قرارداد که بمزید تشید این اساس شهر مماس مخصوص بود بمعروضه مسٹر مشار الیه حواله نموده شد
تا بنیاد این بنائے عظمت انتبا، قواعدے قرار گیرد که دست سوانح حدثان از دامان تخلل بنیانش
کوتاهی پذیرد وبحکم تهادوا وتحابوا یک حلقه انگشتر الماس موافق رسم این دیار بسبیل
هدیه ابلاغ یافت ترصد که قبول خاطر تلطف مآثر بود همواره ابواب مراسلات طرفین مفتوح وطریقه
اینقه اتحاد ویکرنگی از جانبین مرعی ومسلوک باشد زیاده ایام دولت بکام باد۔

۲- رقعه از طرف نواب ارسطو جاه بہادر به لارڈ کورنوالس بہادر

دریں ایام اختلالے که از نیرنگی ہائے تقدیر بواسطه سوئے تدبیر حافظ فرید الدین خاں بظہور آمد نه فقط موجب برہمی کار محاصره گورم کنده شد بلکه ایں تخلل به بعضے جہات از نزدیک قلعه مذکور بجاہائے دور سرایت کرده تعلقات و طرق و شوارع تا پانگل غبار آلوده تکدر واقعه طلباں گردید ہر چند از انتہاض رایات فیروزی آیات مرشدزاده بلند اقبال جمعیت مفاہیر زیاده بریک شبانه روز فرصت توقف نیافت معہذا تسکین ایں آشوب که بیک ناگاه پدیدار شده فرو نشانیدن جوش و خروش فرصت جویاں قابو طلب و تصفیه راه ہا و اطمینان متردین امتداد ایامے می خواست لیکن چوں متواتر از نوشته میر صاحب جلیل القدر عظیم الامر صاحب میر عالم بہادر معلوم شد که آں مہربان بمقتضائے اتحاد عزم سرینگ پٹن را به محض انتظار وصول موکب اجلال مرشدزاده بلند اقبال و رسیدن مخلص رہین توقف داشته فوق الحد چشم براه اند لہٰذا انتظام کارہائے ایں حدود را بروفق خاطر خواه موقوف بر وقت دیگر داشته بعد بندوبست ضروری بتاریخ پانزدہم جمادی الاول از گورم کنده نہضت بعمل آمد و در یک ہفته مقام فلاں به نصب خیام نصرت ارتسام مرشدزاده بلند اقبال رونق افروز گشت دو سه روز توقف ضرور تا منظور و الا کمند جاذبه اشتیاق رساتر از آں است که بے ضرورت وقفه مانع تعذر کوچ تواند گشت انشاء اللہ تعالیٰ المستعان- بتاریخ فلاں ازیں جا نیز اراده انتہاض مصمم بفضله تعالیٰ عنقریب شاہد اشتیاق پرده از روئے حجاب می اندازد و سرور مواصلت عاجل تلافی امتداد ایام مفارقت ہائے اتفاقی می پردازد زیاده ایام شادمانی مدام باد-

۴۔ رقعہ از طرف میر عالم بہادر بہ کرک پیاٹرک۔

دریں آوان مسرت اقتران نوید بہجت افزائے عزیمت آں مہربان بہ ایں نواح بہ تقرر اقامت حضور پرنور نہ آں قدر موجب سرور خاطر محبت مآثر گردید کہ شرح شمۂ از آں مانند محاسن اخلاق آں مہربان مقدور خامۂ طویل اللسان تواند بود و نسایم بہجت شمایم ایں خبر مسرت اثر نہ آں چناں باعث شگفتگی و خرمی دل دوستاں گشت کہ عشر عشیر آں رقم تواں نمود چوں آتش شوق و آرزومندی مواصلت ہا زیادہ از احاطۂ تقریر و ما فوق اندازۂ تحریر است۔ اللہ تبارک و تعالیٰ بہ اسرع اوقات بخوبی و خرمی زمان ملاقات ہا را قریب الوقوع گرداند و گلشن تمنائے دوستاں را بہ آبیاری وصال آب و رنگ تازہ حاصل فرماید۔ زیادہ۔ زیادہ۔

۵۔ حدیقۃ العالم | اس کتاب کے متعلق تین امور مشہور ہیں۔

(۱) یہ میر عالم کی تصنیف ہے (۲) اس کو میر عالم کے نام پر سید عبد اللطیف شوستری نے لکھا ہے (۳) یہ کسی اور کی لکھی ہوی کتاب ہے۔

پہلے پہل یہ سراج الملک کے عہد وزارت میں انہیں کے نام سے چھپ کر شایع ہوی ہے اور پھر حسب ایمائے عالیجناب نواب فخر الملک بہادر کتاب دو مقالوں پر مشتمل ہی مطبوعہ نسخوں کے پہلے مقالے میں ایک مقدمہ اور سات باب ہیں اور دوسرے مقالے میں چار باب اس کے متعلق نواب عماد الملک سید حسین[1] بلگرامی کہتے ہیں کہ حدیقۃ العالم کو میر عالم کے نام

---

[1] نواب صاحب مذکور نے مختار الملک سر سالار جنگ کے حیات کے کچھ واقعات انگریزی زبان میں لکھے ہیں جس کا ترجمہ مرقعہ عبرت کے نام سے فتح نواز جنگ سید مہدی حسن صاحب نے کیا ہے اس کتاب میں انھوں نے اپنا یہ خیال ظاہر کیا ہے۔

مرزا عبداللطیف شوستری نے تصنیف کیا ہے نہیں معلوم کہ نواب صاحب ممدوح نے اس امر کا پتہ کہاں سے لگایا۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ مرزا عبداللطیف میر عالم کے ایک گہرے دوست تھے لیکن ہماری تحقیق میں سید عبداللطیف شوستری میر عالم کے چچیرے بھائی ہیں ان کے دادا شیخ الاسلام سید نورالدین کے آٹھ لڑکے تھے۔

(۱) سید عبداللہ (۲) سید نعمت اللہ معروف بہ سید آغائی (۳) سید حسن (۴) سید محمد (۵) سید فرج اللہ (۶) سید مرتضیٰ (۷) سید طالب (۸) سید رضی۔ سید طالب عبداللطیف کے والد تھے اور سید رضی میر عالم کے والد۔ عبداللطیف شوستری صاحب تصنیف ہیں انھوں نے ایک کتاب تحفۃ العالم بطور سفرنامہ لکھی ہے ممکن ہے کہ تحفۃ العالم اور حدیقۃ العالم کو ایک ہی کتاب سمجھنے میں غلطی ہوی ہو یا یہ ممکن ہے کہ حدیقۃ العالم کو عبداللطیف کی تصنیف باور کرنے میں اس وجہ سے غلطی ہوی ہو کہ حدیقۃ العالم کا متداول نسخہ مطبع سیدی (حیدرآباد دکن) میں مالک مطبع سید عبداللطیف کے اہتمام سے طبع و شایع ہوا۔ جو شوستری نہیں بلکہ شیرازی ہیں نواب صاحب مرحوم کا خیال انھیں عبداللطیف کی طرف مبادرت کر گیا ہو۔

اس کا ایک قلمی نسخہ نواب سالار جنگ بہادر کے کتب خانے میں ہمارے دیکھنے میں آیا جس کے دوسرے مقالے کی تمہید یہ ہے:۔

"مخفی نماند کہ اضعف عباد اللہ القوی سید محمد مدعو بہ میر ابوتراب ابن سید احمد الرضوی عاملہا اللہ بلطفہ الخفی والجلی حسب الحکم واجب الانقیاد عالیجناب سید مکرم معدن احسان و کرم وزیر اعظم حضرت خلیفۂ دوراں سکندر زماں دام ظل رحمتہ علی رؤس العالم میر ابوالقاسم المخاطب

بنواب میر عالم اعلی اللہ مقامہٗ چوں کتاب حدیقۂ عالم متضمن دو مقالہ مقالۂ اولی در ذکر مآثر ملوک قطب شاہیہ نور اللہ مراقدہم و مقالۂ ثانیہ در بیان احوال خیر مآل سلسلۂ عالیہ آصفیہ جلّلا اللہ دولتہم وغیرہ کہ در فہرس ایں مقالہ مرقوم تالیف نمودہ بنام نامی آں وزارت انتساب منسوب گردانیدہ بیضہ مقالۂ اولی آں کہ متداول بین الایدی و مشتہر بین الناس گردید بخلاف مبیضہ مقالہ دویمش کہ جزیک دو نبود مشہور و مروج نگردید و اکثر اعزہ از اولی الابصار درخواست کنندہ و طلبگار مبیضہ ایں مقالہ بودند تا اینکہ دریں زمان فیض قرآن سن یکہزار و دو صد و بست و سوم از سنین ہجریہ و علی صاحبہا افضل الصلوٰۃ والتحیہ بفحوائے آنکہ ظہور ہر شئے منوط بوقت آنست چوں ہنگام شہرت و رواجش رسید خاطر فیض مآثر فیض رسان عالمیان دامَ ظلہٗ فیضہٗ بداں گرائید کہ مبیضہ از مسودۂ منتشر الاوراق کہ نزد مؤلف است منتظم سلک ترقیم گشتہ بغازۂ رواج چہرہ افروز گردد ...."

اس تمہید سے ظاہر ہے کہ حدیقۃ العالم سید محمد معروف بہ میر ابو تراب کی تصنیف ہے اور چونکہ انھوں نے اس کو حسب الحکم میر عالم تصنیف کیا ہے اس لئے اس کا انتساب انہیں کے نام سے کیا اور اپنی کتاب کے دوسرے مقالے کے دیباچے میں بالتفصیل اس کا اظہار کر دیا مصنف کے نام کی اسی تبدیل و تحریف کو برٹش میوزیم اور انڈیا آفس کی فہرستوں کے مرتب کرنیوالوں نے بھی بتایا ہے چنانچہ چارلس ریو برٹش میوزیم کی فہرست مخطوطات میں یہ لکھتے ہیں کہ حدیقۃ العالم کے قلمی نسخہ (مخزونہ برٹش میوزیم) کے مقدمہ سے معلوم ہوتا ہے، کہ محمد ابو تراب بن سید احمد الرضوی اس کے مصنف ہیں جو دوسرے مقالے کے دیباچے میں

لکھتے ہیں کہ پہلے مقالے کو جسکی تمہید میر عالم کے نام سے موسوم ہے ختم کرنے کے بعد میں دوسرے
مقالے کو شروع کرتا ہوں اس قلمی نسخے میں چارلس ریواس کا بھی ذکر کرتے ہیں کہ مطبوعہ نسخہ
میں میر عالم جہاں اپنا ذکر کرتے ہیں تو اپنے آپ کو " این خیر خواہ " کے الفاظ سے بیان
کرتے ہیں بخلاف اس کے اس قلمی نسخے میں جہاں میر عالم کا ذکر آیا ہے وہاں اُن کے نام
کے لئے ضمائر واحد غائب استعمال ہوئے ہیں جس سے ظاہر ہے کہ اس کا لکھنے والا کوئی اور
ہے اور گرانٹ ڈف نے اپنی تاریخ مرہٹہ (جلد اول صفحہ ۴۲۸ کے فٹ نوٹ) میں بھی حدیقۃ العالم
کے مؤلف کا نام محمد ابو تراب ہی بتایا ہے اور یہ لکھا ہے کہ اُس نے اس کتاب کو میر عالم کے
نام پر معنون کیا ہے اور یہ کہ اس کے دو نسخے اس کے پاس تھے جن میں کا ایک نسخہ مسٹر ولیم ارسکن
نے اُسے دیا تھا۔ ہرمن ایتھے نے کتب خانہ انڈیا آفس کی فہرست مخطوطات میں اپنی مزید
تحقیق یہ بتائی ہے کہ میر ابو تراب بن سید احمد الرضوی اپنی کتاب کی تمہید میں یہ لکھتے ہیں
کہ وہ میر اکبر علی خاں سکندر جاہ کے حکم پر شاہان قطب شاہی کی تاریخ لکھنے پر مامور ہوئے اور
انھوں نے ایک کتاب تصنیف کی جس کا نام 'قطب نمائے عالم' رکھا اُس کا سن تصنیف ۱۲۲۱ھ
مطابق ۱۸۰۶ء ہے اس کتاب میں بھی ایک مقدمہ اور سات باب اور ایک خاتمہ ہے جو
حدیقۃ العالم کے جملہ ابواب کے ساتھ بعینہٖ مطابق ہے ہر چند ہم نے تلاش کی لیکن ہم اس کا
پتہ لگانے میں قاصر رہے کہ اس کتاب کو میر ابو تراب نے سکندر جاہ کے حکم پر لکھا اور
'قطب نمائے عالم' نام رکھا۔

قلمی نسخے کو اگر مطبوعہ نسخے کے مقابل رکھ کر پڑھا جائے تو جزوی لفظی اختلاف کے

قطع نظر یہ معلوم ہوگا کہ اکثر مستقل احوال و بیانات کا الحاق ہوگیا ہے لیکن قطعی طور پر یہ معلوم کرنا کہ الحاق کس زمانے میں ہوا یا کس نے کیا مشکل ہے البتہ بعض الحاقات کے مطالعہ سے یہ قیاس ہوتا ہے کہ کسی نے منیر الملک کی دیوانی کے زمانے میں ان کی خوشنودی کے لئے بعض اضافے کر دئے چنانچہ مطبوعہ نسخے میں شیر جنگ اور درگاہ قلی خاں سالار جنگ کا احوال صریحی الحاق ہے قلمی نسخہ میں اس کا مذکور نہیں ہے اور چونکہ ان کا ذکر متن کتاب میں بے محل معلوم ہوتا تھا اس لئے الحاق کرنے والے نے یہ تمہید لکھ کر احوال بیان کیا:

"وچوں دریں مقالہ اکثر جا ذکر نواب حیدر یار خاں بہادر شیر جنگ و نواب درگاہ قلی خاں بہادر سالار جنگ رحمۃ اللہ علیہما تقریباً در مطاوی کلام بزبان قلم آمد لازم شد کہ احوال ایں ہر دو امیر کبیر عالی شان کہ از اعیان دولت آصفیہ بودند بمعرض بیان آید۔"

خود اس عبارت سے ظاہر ہے کہ اس کو اصل متن سے کوئی تعلق نہیں یہ اور اس کے بعد کے احوال فٹ نوٹ کی حیثیت سے داخل کتاب ہوئے ہیں اس کے علاوہ احوال مرتبہ بھی اسی طرح الحاق کیا گیا ہے۔

مطبوعہ کتاب کا دیباچہ نہایت شاندار ہے اور بڑی قابلیت کے ساتھ لکھا گیا ہے مقالۂ اول میں شاہان قطب شاہی کی تاریخ ہے تفصیلی مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ لکھنے والے نے تاریخ قطب شاہی کو بہ تبدیل الفاظ نقل کیا ہے بعض مقام پر اختلافات روایات بھی نقل کئے ہیں لیکن تحقیق واقعہ کی نسبت کوئی بحث نہیں کی مقالہ دوم کے دیباچہ میں اس کے پانچ باب بتائے گئے ہیں لیکن پانچواں باب نہ کتاب مطبوعہ میں موجود ہے نہ قلمی میں۔ اصل کتاب کے

دیباچہ میں مصنف نے جہاں کتاب کی اجمالی تقسیم بتائی ہے وہاں یہ ذکر بھی کیا ہے کہ اس کے دوسرے مقالے میں احوال سلسلۂ عالیہ آصفیہ ادام اللہ ایام دولتہم کا ذکر ہوگا اور خاتمہ میں مجمل احوال مؤلف لیکن نہ مطبوعہ نسخوں میں مؤلف کا حال ملتا ہے اور نہ قلمی میں۔ بہرحال کتاب میں قطب شاہی زمانے سے ٹیپو سلطان کی آخری جنگ تک کے واقعات ہیں اگر یہ میر عالم ہی کی تصنیف ہوتی تو ان واقعات تاریخی کی جن میں میر عالم کا تعلق رہا ہے بہ نسبت اس عہد کی اور تاریخوں کے کچھ تفصیل زیادہ ہوتی۔ ہم کو اس تاریخ سے میر عالم کے متعلق تزک آصفیہ سے کچھ بھی زیادہ معلومات حاصل نہیں ہوتے ایک بات اس میں البتہ یہ پائی جاتی ہے کہ مصنف ارسطوجاہ سے شکستہ دل نظر آتا ہے ایک دو مقام پر ان کی کفایت شعاری اور آئین پر اجمالی نظر ڈالی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ میر عالم کو خوش کرنے کے خیال سے مصنف نے ارسطوجاہ کے خلاف خامہ فرسائی کی ہے جیسا کہ عبداللطیف شوستری نے بھی اپنی کتاب تحفۃ العالم میں کیا ہے۔ کتاب کا دوسرا مقالہ ٹیپو سلطان کی آخری جنگ پر ختم کیا ہے اُن کی شہادت کا ذکر کرتے ہوئے مصنف نے اس جملہ پر کتاب کو ختم کر دیا "قصہ کوتاہ تمشیت ایزدی چناں بود چنیں شد"

۶۔ دہ مجلس :- یہ کتاب زبان اُردو میں ہے اور میر عالم ہی کے نام سے مشہور ہے اس میں واقعات کربلا اُردو زبان میں نظم کئے گئے ہیں تقریبًا ہر مجلس کے خاتمہ کے شعر میں میر عالم نام بطور تخلص کسی نہ کسی دعا کے تحت لایا گیا ہے۔ جس سے یہ گمان ہوتا ہے کہ اس کے لکھنے والے میر عالم ہی ہیں اور ہر مجلس کے آخری شعر میں تخلص رکھا ہے لیکن ہم نے جب اس کو شروع سے

آخر تک تفصیل سے پڑھا تو معلوم ہوا کہ ہر مجلس کے ختم سے دو تین شعر قبل ایک شعر میں بالالتزام محکم تخلص رکھا گیا ہے چنانچہ دوسری مجلس کے آخر میں (جو خاتون جنت حضرت فاطمۃ الزہرا علیہ السلام کی رحلت کے بیان میں ہے) یہ اشعار ہیں۔

اے محکمؔ عرض کر صد التجا سے | جناب حضرت خیر النسا سے
کہ روز حشر یا خاتونِ کونین | بچا لینا مجھے تم بہر حسنینؑ
جناب کبریا میں عرض ہے اب | سخن سرسبز میرا ہووے یارب
جو کوئی اس غم سے اب کرتے ہیں زاری | انھوں کی عفو ہو تقصیر ساری
کرم سے میر عالم پر اے سبحاں | حساب حشر کو تو کیجیو آساں

دسویں مجلس کے خاتمے کے اشعار یہ ہیں:—

عزاداروں کو کب محشر کا ہے غم | حسینؑ ابن علی ہے شاہ محکمؔ
یہی ہے عرض اے امت کے سردار | رہوں دل سے تمھارا تعزیہ دار
یہ ہووے میر عالم پر عنایت | شفا دنیا میں عقبیٰ میں شفاعت

بہر حال ہر مجلس میں تخلص محکمؔ رکھا گیا ہے اور سب سے آخری شعر میں میر عالم لایا گیا ہے اور جس شعر میں میر عالم ہے اُس میں کسی نہ کسی دینی یا دنیوی دعا کا التزام رکھا گیا ہے۔ محکم کو میر عالم کا تخلص تصور کرنے میں تامل اس وجہ سے ہے کہ جب تخلص بتا دیا گیا تو پھر خطاب میر عالم کے اظہار کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ اگر اس سے یہ مقصود ہوتا کہ لوگ یہ معلوم کرلیں کہ میر عالم ہی کا تخلص محکم ہے تو کسی ایک مجلس میں اس کا صریحی اظہار ممکن تھا ہر مجلس میں دونوں ناموں کی تکرار سے

یہ پایا جاتا ہے کہ لکھنے والے محکم نے وہ مجلس لکھی ہے اور میر عالم کی خوشنودی کے لئے ان کا نام ہر مجلس کے آخری شعر میں لکھدیا۔

اخلاق و عادات

ابتک ہم نے جو کچھ لکھا ہے وہ ایسا نہیں ہے کہ اُس سے میر عالم کے عادات وخصائل پر روشنی پڑ سکے اگر کہیں کسی واقعے سے ان کے اخلاق وعادات معلوم بھی ہوتے ہیں تو بہت ناکافی ہیں۔ اس لئے ایسے ایک باب کے علیحدہ قایم کرنے کی ہم کو ضرورت معلوم ہوی جس میں میر عالم کے جملہ خصائل وعادات وطرز کلام وطرز روش اور خانگی ملاقاتوں پر تفصیلی علم ہو سکے۔ جو کچھ کہ ہمیں ملا۔ اگرچیکہ بہت کم ہے تاہم ان کی شخصیت کے مطالعہ کے لئے یہ بھی غنیمت ہے۔

یہاں اُس رسالے کا ذکر کرنا بے محل نہ ہوگا جو میر عالم کے بعض خصایل کے بیان میں میر محمد علی یکساں نے تصنیف کیا ہے چونکہ مصنف نے میر عالم کی صرف سات صفات کا ذکر اس میں کیا ہے اس لئے یہ رسالہ سبعہ صفات میر عالمؔ ہی کے نام سے موسُوم ہوگیا۔ اس رسالے کی تمہید میں مصنف نے لکھا ہے۔

" دریں ایام خجستہ آغاز و فرخندہ انجام نقاوۂ خاندان مصطفوی سلالۂ دودمان مرتضوی ...... نواب میر عالم بہادر .... بتوجہات نمایاں و عنایات فراوان بادشاہ جہاں پناہ بندگانعالی میر اکبر علیخاں بہادر سکندر جاہ .... امر وزارت را مامور گردید اگرچہ

جمیع صفات حمیدہ و خصائل پسندیدۂ جناب عالمیاں مآبش بتحریر در آید در نظم کمر بہ ترتیب دیوانے باید بست و در نثر بہ تصنیف تاریخے تواں نشست لاجرم بمقتضائے مالا یدرک کلہ لا یترک جزوہ سبعہ صفات خجستہ آنجناب بقلم نیاز رقم می انگارد۔"

ہر صفت کے ذکر میں پہلے تعریف کی ہے اور پھر کچھ اشعار لکھے ہیں جو ان کی اس صفت کے متعلق خود مصنف نے نظم کئے ہیں اچھا ہوتا اگر ان میں سے ہر ایک کے تحت ممدوح کا ایک ایک واقعہ بھی نقل کیا جاتا جس سے کتاب زیادہ وقیع ہو جاتی اور حالات میر عالم پر زیادہ روشنی پڑتی اس میں مصنف نے میر عالم کے حسب ذیل صفات کا ذکر کیا ہے۔

(۱) سیادت (۲) سخاوت (۳) عدالت (۴) دانشمندی (۵) شجاعت (۶) حسن نیت (۷) صیانت۔

یہاں ہم ان کے فضائل و خصائل پر صاحب سبعہ صفات سے کسی قدر زیادہ تفصیلی نظر ڈالیں گے۔

میر عالم خوش مزاج و آشنا پرست تھے۔ اسی وجہ سے وسیع الملاقات تھے۔ تنہائی کو پسند نہیں کرتے تھے۔ جو دن کہ مجبوراً عزلت میں ان کو گزارنے پڑے وہ ان کی زندگی کے نہایت تلخ ایام تھے بڑی خوبی یہ رکھتے تھے کہ کسی کے نقصان کے درپے نہیں ہوتے۔ جہاں تک ہو سکے فائدہ رسانی کو اپنا فرض اولین سمجھتے ان کے زمانے کے اکثر و بیشتر لوگوں کو ان کا ثنا خواں ہم اسی وجہ سے پاتے ہیں۔

جود و سخا | وہ طبیعتاً جواد و کریم تھے اُن کے باورچیخانہ سے روزانہ دو سو مساکین

شکم سیر ہوتے تھے بارہ دری کی تعمیر کے بعد جب انھوں نے سیر کی عام اجازت دیدی تو داروغہ باورچیخانہ کو یہ حکم بھی دیدیا تھا کہ اُن سیر کرنے والوں کو خوان بھیجدیا کریں جو کھانے کے وقت باغ میں موجود ہوں۔ قحط کے زمانہ میں اپنے خاص خرچ سے دو مہینے تک فی کس (مرد ہو یا عورت یا بچہ) ایک سیر چاول اور چار پیسے روزانہ تقسیم کرتے رہے۔ تعمیرات کے کام جو پھیلائے تھے اس سے ان کی ایک غرض یہ بھی تھی کہ ایام قحط میں غیر مستطیع لوگ محنت مزدوری سے اپنا پیٹ پال لیں۔ ان کا جود و سخا اپنی خانگی حیثیت ہی میں محدود نہیں تھا بلکہ انھوں نے سرکاری خدمات جو ادا کیں ان میں بھی اپنی اسی صفت کو کام میں لاکر غریب غربا اور رعایا، برایا کے ساتھ حسن سلوک مرعی رکھا اسی وجہ سے بعض مورخین کا خیال ہے کہ انھوں نے کفایت سرکار کا لحاظ نہیں کیا اسی کو بُرا خیال کر کے صاحب تاریخ گوہر شاہوار نے ان پر دولت خواہ سرکار آصفیہ ہونے کا الزام لگایا ہے چنانچہ وہ لکھتا ہے۔

"(میر عالم) ہزار ہا بیوہ را از یومیہ پرورش کردہ و چہار صد اسامی منصبداران مزین دستخط کردہ از تحریر دیوانی سی پنج لک روپیہ سالانہ سرفراز بود لیکن اجدے حرکات دولت خواہی سرکار آصفیہ عالیہ از ایشاں قاوٴے جلوہ ظہور یافتہ"

(تاریخ گوہر شاہوار قلمی وقائع میر عالم)

ارسطو جاہ اور میر عالم کے طرز عمل کا تقابلہ

گوہر شاہوار کے مصنف کو میر عالم سے مخالفت کا حق یا اس کا کوئی سبب تو سمجھ میں نہیں آتا یہاں البتہ جو اخراجات کہ سرکار پر انھوں نے

عائد کئے ہی اُس کے اِس خیال کی وجہ معلوم ہوتے ہیں۔ اُس زمانہ میں اس کفایت سرکار
کا لحاظ ہونا ضروری بھی تھا اس واسطے کہ ان کے قبل ارسطو جاہ دیوان تھے جن کی پالیسی
ان کے بالکل خلاف تھی وہ چاہتے تھے کہ اجرائیاں نہوں جائدادیں اور مال ضبط ہو کر کفایت
سرکار ہو اور خزانہ معمور۔ اور میر عالم کا اُصول حکومت یہ تھا کہ نئی نئی اجرائیاں ہوں اور بار احسانات
سے رعایا خوش دل ہو اور خیر خواہ سرکار بنے ایک قریب ترین زمانے میں اصول حکومت کا
اس قدر تغیر عام نظروں میں ضرور قابل لحاظ ہے لیکن اس تغیر سے جو مفاد کہ گورنمنٹ نے
حاصل کئے اُس پر ان کی آنکھیں نہیں پہنچتیں اس طرح ہم کہہ سکتے ہیں کہ میر عالم کے کیاریکٹر پر
برا اثر ڈالنے میں مصنف تاریخ گوہر شاہوار نے بالکل سطحی نظر سے کام لیا ہے جو درحقیقت اس کی
غلطی ہے اس کو چاہئے تھا کہ اس موقع پر تنقیدی نظر ڈالتا۔ اگر ہم آجکل کے حالات پر نظر
ڈالیں تو معلوم ہوگا کہ غیر ممالک کے کتنے ہی باشندے ہماری ریاست کے وظایف و مناصب سے
خصوصًا اس مبارک عہد عثمانی میں مستفید ہو رہے ہیں اگر اسی کو معیار دولت خواہی قرار دیا جاتا
تو یہ سب نیکی اور عوام الناس کی بہی خواہی برائی میں مبدل ہو جائے گی۔

فہم و فراست | میر عالم معاملہ فہمی اور رسائی طبیعت و فراست میں ممتاز حیثیت رکھتے تھے
اپنے انھیں اوصاف کی وجہ سے انہوں نے کلکتہ میں بڑی شہرت حاصل کی چنانچہ جس
زمانے میں وہ وہاں سفارت پر گئے ہوئے تھے لارڈ صاحب کی عدالت میں ایک مقدمہ
پیش تھا۔ جو تقریبًا نو سال سے زیر بحث تھا تصفیہ نہیں ہوتا تھا۔ واقعہ یہ تھا کہ ایک شخص نے
جواہرات سے بھرا ہوا ایک صندوق ایک ساہوکار کے پاس رہن رکھا اور مر گیا اور مرتہن کا

وہ گماشتہ بھی جس نے رہن لیا تھا فوت ہوگیا۔ اُس راہن کے بیٹے نے اس کا فک رہن کیا تو دیکھا کہ صندوق کے ایک خانے میں تو جواہر ہیں اور دوسرے خانے میں پتھر اور دونوں خانوں پر اور اصل صندوق پر مہریں برابر لگی ہوئی تھیں۔ جس سے چوری جانے کا شبہ بھی نہیں ہوسکتا تھا۔ لیکن جواہر کے ساتھ پتھر کا رکھا جانا خارج از فہم تھا دعویٰ یہ تھا کہ جس خانے میں پتھر تھے اسمیں بھی جواہر ہی ہوں گے جس سے مرتہن انکار کرتا تھا لارڈ صاحب بھی اس مقدمہ میں کشمکش و پنج میں تھے انھوں نے اس صورت واقعہ کو میر عالم کے سامنے پیش کیا میر عالم نے مدعی و مدعی علیہ سے واقعات دریافت کئے دونوں نے واقعات صحیح صحیح بیان کئے اور صندوق کی مہروں کے وجود اور اُنکی صحت کو دونوں نے تسلیم کیا۔ اس کے بعد اپنے قیاس یہ قایم کیا کہ وہ پتھر جواہر کا وزن بتانے کے لئے رکھے گئے تھے چنانچہ جب جواہر پتھر کے ساتھ تولے گئے تو وزن میں نہ جواہر پتھر سے زیادہ ہوئے اور نہ پتھر جواہر سے بڑھے ان کی اس رسائی فہم کی کلکتہ بھر میں شہرت ہوگئی اور اس کے چرچے حیدرآباد تک بھی پہنچے اب بھی بعض پرانے اشخاص کی زبان پر یہ قصہ مشہور ہے اس واقعہ کو پہلے پہل میں نے اپنے والد[ؒ] کی زبانی سنا تھا۔ جنہوں نے اس کو مختار الملک سر سالار جنگ سے منسوب کرکے بیان کیا تھا لیکن تاریخ خزانہ رسول خانی سے یہ واقعہ میر عالم سے متعلق معلوم ہوتا ہے اور اس کا مصنف میر عالم کے عہد سے قریب تر گزرا ہے۔

لہ کمال الدین نام۔ علاقہ سرکار عالی کے دوم تعلقدار۔ اس خدمت سے وظیفہ پانے کے بعد بفرمان جہاں پناہی حضرت ظل الٰہی آصف جاہ سابع نواب میر عثمان علیخاں بہادر خلد اللہ ملکہٗ و دولتہٗ مجلس انتظام پائیگاہ عالیجناب نواب معین الدولہ بہادر میں رکن مال مقرر ہوئے اور اب بھی اسی خدمت کو انجام دے رہے ہیں خدا ان کو دیر گاہ سلامت رکھے

رسل کا خیال میر عالم کی نسبت

مسٹر رسل ثابت جنگ رزیڈنٹ نے اپنے مراسلہ مورخہ ۲۱ ستمبر ۱۸۲۴ئہ میں میر عالم کے خصائل کا خاکہ حسب ذیل الفاظ میں کھینچا ہے۔

"وہ (میر عالم) ایک غیر معمولی قابلیت کے آدمی تھے تمام ہندوستانیوں کے برخلاف انکی فہم و فراست یوروپین دماغوں کے مماثل تھی کوئی معاملہ ان کے سامنے پیش کیا جائے تو وہ معاً اسکی تہ کو پہنچ جاتے تھے اور وہ معاملات و کاروبار میں ضوابط سے ایسے ہی اجنبی تھے جیسے کہ معمولی روزمرہ کی زندگی میں۔ اس میں شک نہیں کہ وہ پبلک کارروائیوں میں بڑی قابلیتوں کے آدمی تھے لیکن اس کے ساتھ ہی وہ اُن خصائل سے عاری تھے جو ذہنی قابلیت کی کمی کی تکمیل کرتے ہیں وہ حریص اور بے احساس کینہ پرور اور بے رحم تھے نہ ان کو کسی کا احسان یاد رہتا تھا نہ وہ اپنے ضرر کو بھولتے تھے اگرچیکہ وہ اظہار کرم کے مشتاق اور ہر دلعزیزی کے خواہاں تھے لیکن ان کو اپنے بنی نوع سے نہ انفراداً ہمدردی تھی نہ اجتماعاً اُن کا عہدہ اور اُنکی قابلیت ایسی تھی کہ وہ اپنی گورنمنٹ کے لئے اتنا کچھ کر سکتے تھے جتنا کہ انکی گورنمنٹ کے کسی اور ملازم نے نہ کیا تھا۔ بریں ہم انہوں نے بہت سی برائیوں میں اضافہ کیا اور ایک کو بھی کم نہ کیا۔ انھوں نے سارے ملک کے محاصل میں بہت زیادہ اضافہ کیا اور ایک خاص محصول فی روپیہ ایک آنہ یا ۶ ½ فیصدی تمام مالگزاری پر اپنے ذاتی فائدے کے لئے بڑھا دیا۔ نظام سے اختیارات و اقتدار کے حاصل کرنے کی جد و جہد میں ان کا عہد حکومت گزر گیا۔ ان کے انگیز کرنے اور نقصان رساں سلوک سے نظام کے تمام برے خصائل مشتعل اور مستحکم ہو گئے............"

یہ وہی رسل ہیں جو ان کے عہد میں مددگار رزیڈنٹ تھے اور حبیب حشمت جنگ کا

انتقال ہوگیا تو میر عالم نے ان کو اس عہدہ پر ترقی دینے کے لئے گورنر جنرل بارلو بارنٹ سے سفارش کی تھی جس پر لارڈ صاحب نے یہ عذر کیا تھا کہ ان کا سفارشی رقعہ پہنچنے سے پیشتر کپتان ٹامس سدنہام کا تقرر اس عہدہ پر کر دیا جا چکا ہے اس لئے مجبوری ہے وہ کپتان مذکور کے نائب رہیں گے۔ یہ خط ہنری رسل ثابت جنگ نے اس زمانے میں لکھا ہے جبکہ وہ رزیڈنٹ ہو گئے تھے اور میر عالم کا انتقال ہو کر عرصہ گزر چکا تھا۔ اس مخالفانہ تحریر میں بھی میر عالم کے خصائل حمیدہ پوشیدہ نہیں رکھے جا سکے چنانچہ ان کی فہم رسا اور جود و سخا کی تعریف اس نے بھی کی ہے میر عالم کی برائیاں جو بتائی گئی ہیں ان میں رزیڈنٹ موصوف نے محض سطحی نظر بلکہ معاندانہ طریق سے کام لیا ہے مثلاً سخاوت کی تعریف کرتے ہوئے یہ بتاتے ہیں کہ اس سے غرض صرف نمایش تھی فہم و فراست کی توصیف کرتے ہوئے اس کا بیجا استعمال بتاتے ہیں۔ حرص و کینہ پروری اور بے رحمی بے بنیاد ہے مناسب مناسب مقامات پر ہم نے ایسے واقعات پیش کئے ہیں جن سے ان کا استغنا حلم اور عفو مزاجی ظاہر ہوتی ہے محاصل کا اضافہ ایک بے معنی حجت ہے اس واسطے کہ حق خدمت دیوانی میں ارسطو جاہ کے عہد کی نسبت میر عالم نے جو اضافہ کیا وہ اپنے حسن انتظام کی بناء پر کیا اس کا بار سرکار پر نہیں پڑا اور نہ اس خفیف اضافہ سے رعایا کا کوئی قابل شکایت نقصان ہوا بلکہ رعایا ان کے حسن انتظام سے خوش و خرم اور نہایت مطمئن تھی۔ میر عالم نے یہ اضافہ محض اپنے ذاتی مفاد کے لئے نہیں کیا بلکہ اس سے دیوانی سے متعلق جتنے محکمہ جات تھے یا انھوں نے قایم کئے ان سب میں یہ رقم صرف ہوئی اسی تناسب سے

ممکن ہے کہ میر عالم نے بھی کوئی اضافہ الونس حاصل کیا ہو۔ اس زمانے میں انتظام مالگزاری تعہد پر قائم تھا ہر عملداری ایک سر بستہ رقم پر تعہد دار کو دیجاتی تھی ان کے حساب وکتاب اور اجرائی احکام کے دفاتر (مال دیوانی اور انشاء) دیوان کے تحت تھے جن کے اخراجات کی سر بستہ رقم دیوان حاصل کر کے اپنی صوابدید سے صرف کرتے تھے یہی انھوں نے کیا۔ نظام سے اختیارات حاصل کرنے کا جو الزام اس نے عائد کیا ہے اس کے متعلق ہم نے میر عالم اور مہیپت رام کی مخالفت کے باب میں تفصیل سے بتایا ہے کہ انھوں نے اپنی ذات کے لئے اختیارات حاصل کرنے کی کوشش نہیں کی۔

میسور کی تیسری جنگ میں ٹیپو سلطان سے صلح کرنے اور اس کے شرائط پر گفتگو کرنے کیلئے حسب میر عالم لارڈ کورنوالس کے پاس بھیجے گئے تھے اس مجلس میں شریک ہونے کے بعد ایک خط لارڈ صاحب موصوف نے اعلیٰحضرت کو لکھا جس میں اُن کے اکثر خصائل سے مجملاً بحث کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں

"اُنھوں (میر عالم) نے اپنے طرز عمل سے ثابت کر دیا کہ آپنے ان کا یہ انتخاب تھا نہایت عاقلانہ کیا اور میرے خیال سابق کو کہ آپ کی گورنمنٹ کے نہایت خیر خواہ ہیں مضبوط کر دیا اُن کی دلی خواہش ہے ہم دونوں میں استحکام وترقی محبت ہو اور اس وجہ سے مجھے ان کے آنیسے نہایت اطمینان ہوا بہ استثناء اس کے کہ فوجی معاملات سے کم واقف ہیں اور امور میں یہ بہت قدر کے لایق ہیں"

اس فقرہ سے میر عالم کے متعلق تین امور مستنبط ہوتے ہیں پہلے تو سرکار عالی کی خیر خواہی اور دوسرے اُس زمانے کے نظر کرتے سرکار دولت مدار کی بہبودی کے ذریعہ پر دوراندیشی (یعنی سرکار دولت مدار کی صلاح وفلاح اس زمانہ میں جبکہ ٹیپو سلطان اور مرہٹے زوروں پر تھے اسی طرح ہوسکتی تھی کہ انگریزی کمپنی سے اتحاد محکم پیدا کیا جائے) تیسرے یہ کہ فوجی معاملات سے

ناواقفیت اس میں شک نہیں کہ میر عالم میں یہ کمزوری ضرور تھی مگر اُن کی خوش تدبیریوں نے ان کی اس کمزوری کو چھپائے رکھا اور ان کی پالیسی سے اس ناواقفیت کا کوئی دھبہ ان کے دامن پر لگنے نہ پایا اور باوجود اس کے وہ میسور کی چوتھی جنگ میں سپہ سالار افواج رہے اور ان کی کارگزاری اچھی رہی۔ اگرچہ ایک موقع پر جس کا قبل ازیں ذکر آچکا ہے ان کی فوج نے آگے بڑھنے سے انکار کردیا اور وہ معاً اپنی فوج کے خیال کو پلٹا نہ سکے تاہم انھوں نے ترکیب اور حکمتِ عملی سے اپنے حکم میں لایا اور پھر کبھی کوئی قابل شکایت موقع ان کی کمان میں نہیں آیا۔

قبیلہ پروری | وہ قبیلہ پرور تھے ان کے اکثر اقربا انھیں کے زیر پرورش تھے۔ کئی اعزہ انھیں کے مہربانی و توسل سے بڑے بڑے مدارج و مناصب پر پہنچے۔ جن کا ذکر ہم نے اپنے اپنے موقع پر کردیا ہے۔

ایک لطیفہ کا بیان | میر عالم کلکتہ کی سفارت پر گئے تو ایک روز وہ لارڈ صاحب سے ملنے ان کے بنگلے گئے ہاتھ میں ایک لکڑی تھی جس پر ہاتھی دانت کا کام تھا۔ جب یہ کوچ پر بیٹھ گئے تو ہاتھ کی لکڑی پاس ہی دیوار سے لگادی۔ لارڈ صاحب نے اپنے آدمی سے مخاطب ہوکر اپنی زبان میں کہا کہ میر عالم کے بلا علم و اطلاع ان کی لکڑی وہاں سے اٹھالے آدمی نے آنکھ بچا کر لکڑی وہاں سے اٹھالی۔ جب رخصت کا وقت ہوا تو میر عالم کھڑے ہوے اور اپنی لکڑی کو دیکھنے لگے۔ لارڈ صاحب نے تجاہل سے پوچھا "کیا دیکھتے ہو"۔ میر عالم نے جواب دیا "ہاتھ کی لکڑی"۔ لارڈ صاحب نے تھوڑی دل لگی کے بعد یہ کہہ کر کہ آپ کے ہاتھ میں یہ اچھی معلوم ہوگی ایک دارچینی کی لکڑی دی جس کے دستے پر دس ہزار روپے قیمت کے الماس جڑے ہوے تھے

اس واقعہ سے دو امور مستنبط ہوتے ہیں اول تو یہ کہ انگریزی کمپنی کے اعلیٰ عہدہ دار کی یہ خواہش تھی کہ تحفہ تحایف دے دلاکر میر عالم کو اپنا بنائیں تاکہ نظام کے ساتھ اتحاد قایم کرنے میں وہ ان کے مدد ومعاون ہو جائیں اور دوسرے یہ کہ میر عالم انگریزی زبان سے ناآشنا تھے کہ اس گفتگو کو وہ سمجھ نہ سکے جو لارڈ صاحب نے اپنے آدمی سے کی۔

حسن تدبیر | صاحب گلزار آصفیہ نے ارسطو جاہ کی ابلہ فریبی اور میر عالم کی حسن تدبیر کو ظاہر کرنے کے لئے ایک اچھا واقعہ[1] لکھا ہے جو یہ ہے۔

میر عالم کی نظر بندی کے زمانے میں مدار المہام وقت کے پاس اور دربار حضور میں کچھ عرصہ تک مستقیم الدولہ ان کے نائب تھے انھوں نے میر عالم کی طرف سے ان کی رہائی اور بلدہ آنے کے لئے بہت کچھ سعی کی تھی حتیٰ کہ ان کے مخالف حشمت جنگ کو بھی اپنا ہمزبان بنا کر انکی سفارش ان سے کروائی۔ اس پر سے ارسطو جاہ نے خیال کیا کہ مستقیم الدولہ کو اگر اپنی طرف مائل کر لیا جائے تو پھر میر عالم کے ہواخواہوں میں کوئی ایسا نہیں رہیگا جو ان کی ہمدردی کرے انھوں نے مستقیم الدولہ کو پیشکاری[2] کا لالچ بتایا اور میر عالم سے برگشتہ کر کے اپنی طرف مائل کر لیا انھوں نے جب دیکھا کہ مستقیم الدولہ بے رخ سے ہوگئے ہیں تو وہ سمجھ گئے کہ انھیں کوئی سبز باغ دکھایا گیا ہے۔ پس انھوں نے بھی مستقیم الدولہ کے لئے ایک تدبیر کی۔ اس کا ذکر کرنے سے

---

[1] تاریخ گلزار آصفیہ صفحہ ۳۱۱۔

[2] عوام میں یہ امر ذہن نشین ہوگیا ہے کہ پیشکاری کی خدمت اہل ہنود کے ساتھ مختص ہے لیکن یہ غلط ہے اگر ایسا ہوتا تو ارسطو جاہ اس امر کا ذکر بھی نہ کرتے اس سے قبل بھی بعض مسلمان امرا نے اس خدمت کو انجام دیا ہے جن میں سے ایک عوض خاں ہیں۔

پیشتر یہ بتانا ضرور ہے کہ قبل نظر بندی میر عالم نے ایک مجلس میں یہ ذکر کیا تھا "میرے والد
ایک سیفی کے عامل تھے جس دشمن کو مقہور کرنا چاہتے تھے اس سیفی کو پڑھتے اور روٹی اور حلوا
آدمیوں کو کھلاتے چالیس دن تک یہی عمل ہوتا رہتا۔ یہاں تک کہ چالیسویں دن یا اُس کے
اندر اندر دشمن نیست و نابود ہو جاتا۔ میں نے کئی بار والد سے کہا کہ یہ سیفی مجھے بھی بتائیں
مگر انھوں نے نہ بتایا۔ اور کہتے رہے کہ تم جوان آدمی ہو ایسا نہ ہو کہ گرفتار بلا ہو جاؤ" اس واقعہ کو
ارسطو جاہ نے بھی سن پایا تھا اب میر عالم نے مستقیم الدولہ سے کہا کہ بھائی آجکل قحط پھیلا ہوا ہے
لوگ بھوکوں مر رہے ہیں میرا خیال ہے کہ کچھ ثواب کا کام کیا جائے روزانہ دس ٹلیے چاول
خریدا ور مرد، عورت، بچہ میں سے ہر ایک کو فی کس ایک سیر چاول اور چار پیسے تقسیم کر دیا کرو
ارسطو جاہ جب مستقیم الدولہ کو اپنی طرف مائل کر چکے تو پیشکاری کے وعدہ کو ڈھیل میں ڈالا۔
یہاں تک کہ مستقیم الدولہ ارسطو جاہ سے مشتبہ ہو گئے انھوں نے میر عالم کے حکم کے موافق خیرات
شروع کی۔ دو مہینے گزر گئے قحط کم نہیں ہوا۔ اس کے بعد میر عالم نے مستقیم الدولہ سے کہا کہ ابھی
قحط دور نہیں ہوا ہے خام غلہ کی خیرات سے بہتر طریقہ یہ ہے کہ پکا پکایا تقسیم کیا جائے دس ٹلیے
گیہوں کا آٹا لو اور آدھ آدھ سیر کی روٹیاں پکوالو اور روزانہ دو دو روٹیوں کے ساتھ پاؤ پاؤ بھر
حلوا ایک ایک شخص کو دیا کرو اور ہر ایک کو حکم کرو کہ وہیں اُسی وقت کھالے اور اعلیٰحضرت کو
صدق دل سے دعائیں دیتے جائے مستقیم الدولہ نے اس کی بھی تعمیل شروع کی ارسطو جاہ سمجھ رہے
تھے کہ مستقیم الدولہ ان سے کچھ خلاف ہو گئے ہیں جب یہ سُنا کہ وہ روٹی اور حلوا خیرات کر رہے ہیں
تو انھیں یہ گمان ہو گیا کہ وہ میر عالم کے والد کی سیفی ان کے لئے پڑھ رہے ہیں اور یقین کر لیا کہ

اس سے ان کو نقصان پہنچیگا ۔ فوراً ہی ارسطو جاہ نے اعلیحضرت سے معروضہ کرکے مستقیم الدولہ کی نسبت فرمان صادر فرمایا کہ یہ جس حالت میں ہوں اسی حالت میں اپنی جاگیر وگوال پہنچا دئے جائیں وہ وہیں رہیں اور بلا اجازت وہاں سے نہ نکلیں اور نہ کسی سے ملیں چوبدار جس وقت مستقیم الدولہ کے پاس پہنچے ہیں ۔ وہ نان حلوے کی تقسیم میں مصروف تھے انھوں نے ان کو اپنے زنانخانے میں تک جانے کی مہلت نہ دی اور باہر کا باہر پالکی میں سوار کراکے ان کو سیدھا جاگیر بھیجدیا اور وہاں کی روزانہ اخبار کے لئے تین ہرکارے مقرر کر دئے صاحب گلزار آصفیہ نے میر عالم کی حسن تدبیر کے ضمن میں مستقیم الدولہ کی علیحدگی کا یہی سبب بیان کیا ہے لیکن درا صل اس کی یہ وجہ نہیں ہے بلکہ اس کی وجہ ان کی وہی تند و تلخ گفتگو ہے جس کی نسبت ویلزلی نے اپنے مراسلہ نشان (۲۳) مورخہ ۸ جولائی ۱۷۹۹ء میں رزیڈنٹ کرک پاٹرک کو توجہ دلائی تھی اور لکھا تھا کہ ان کو کوئی تنبیہ کی جائے جس کا ذکر ہم نے قبل ازیں کردیا ہے اس کی حقیقت میر عالم کی اس یادداشت سے ظاہر ہوتی ہے جو انھوں نے ۲۷ صفر ۱۲۲۲ھ کو رزیڈنٹ کے منشی کے نام لکھی تھی تاکہ وہ مستقیم الدولہ کے اپنے مقام سے نکل کر یکایک میر عالم کے فرودگاہ میں در آنے اور پھر ان کو ان کے مقام رہایش پر واپس کر دینے کی اطلاع رزیڈنٹ صاحب کو کردیں اس چٹھی کی اصل عبارت یہ ہے ۔

" منشی جیو ۔ از اتفاقات عجیبہ امروز اینکہ مستقیم الدولہ بے اطلاع این جانب بے غرض حضور پر نور دفعۃً وارد باغ فرودگاہ این جانب گردیدند بسبب بعضے قباحت ہا کہ بالمشافہہ مفصل اظہار خواہد شد بہادر مذکور را بے آنکہ ملاقات شود فہمانیدہ دردیہ بود و باش روانہ

کردہ شد و برائے احتیاط ایشاں چند کس معین نمودہ شد برائے اطلاع صاحب عالیشان رقم زد خامۂ وداد گردید۔"

اس رقعہ سے صاف واضح ہے کہ کسی خاص وجہ سے ان کا بلدہ میں آنا یا امرائے سے ان کا ملنا جلنا ممنوع تھا اور اس امتناع کا اصلی باعث اتحاد انگریزی تھا۔ اسی بناء پر میر عالم نے چٹھی لکھی تا کہ مستقیم الدولہ کے آنے اور واپس ہونے پر رزیڈنٹ صاحب کو کوئی سوء ظن نہ پیدا ہو۔ اس رقعہ میں مستقیم الدولہ کی نظر بندی کی خاص وجہ پر روشنی نہیں ڈالی گئی ہے تاہم یہ علانیہ طور پر معلوم ہو سکتا ہے کہ مستقیم الدولہ نے ریاست میسور کی تقسیم ملک و مال کے ضمن میں حسب ایمائے ارسطو جاہ رزیڈنٹ سے بہ حیثیت وکیل جو گفت و شنید کی تھی اسی کے باعث وہ خدمت سے علیحدہ اور نظر بند کئے گئے یہ سب مراعات انگریزی کمپنی کے حق میں اس وجہ سے مرعی رکھی گئی تھیں کہ اُن کے ذریعے باقاعدہ فوج امدادی مہیا کی گئی تھی اور انہیں کے ذریعے اپنے دشمنوں (فرانسیسی مرہٹے، ٹیپو سلطان) سے نظام نے رستگاری پائی تھی۔

اطاعت آقا میر عالم اپنے آقا کے احکام سے سر مو تجاوز نہ کرتے تھے۔ چنانچہ جب حضرت غفراں مآب نے انگریزی فوج کو برخاست کرنے کا حکم دیا تو انھوں نے پیش اندیشی سے معروضہ کیا کہ یہ مصلحت وقت نہیں ہے۔ اس پر بھی برخاست کا حکم ہوا تو فوج کو رخصت کر دیا اور جب نظر بند ہو گئے تو کبھی اپنے آقا کی شکایت نہیں کی اور نہ ان کے خلاف کسی امر کی تحریک کی۔ ایک دفعہ مستقیم الدولہ (جو لارڈ ویلزلی کی خواہش پر غفراں مآب کے حکم سے اپنی جاگیر میں رہنے کے لئے مجبور کئے گئے تھے سکندر جاہ کے عہد میں (جبکہ خود بدولت بغرض سیر باغ قدسیہ میں نہضت افروز تھے)

اپنی جاگیر سے بلا اجازت نکلکر میر عالم کے ڈیرے میں آگئے میر عالم اوس ڈیرے سے حضور پرنور کے منشی اعتصام الملک کے ڈیرے میں چلے گئے اور تاکید کردی کہ وہ یہاں نہ آنے پائیں اور حضور کے پاس معروضہ کیا کہ مستقیم الدولہ اس طرح بے اجازت آگئے ہیں اعلحضرت نے کہا کہ وہ تمھارے عزیز ہیں تم جو چاہو کرو۔ میر عالم نے یہاں قرابت کا بھی کوئی لحاظ نہ کیا اور سلطان میاں مہدوی کو حکم دیا کہ پچاس سواروں کے ہمراہ مستقیم الدولہ کو ان کی جاگیر میں چھوڑ آئیں میر عالم کی نظروں میں اپنے آقائے نعمت کی وہ وقعت و عظمت جو ابتدا میں تھی آخر تک بھی رہی اور وہ چاہتے تھے کہ جس طرح خود آپ اعلحضرت کی تعظیم و تکریم کرتے ہیں۔ اسی طرح اور لوگ بھی کریں گو وہ اہل کمپنی کیوں نہوں حشمت جنگ کی کرنل کرک پیاٹرک کی عادت تھی کہ دربار حضور میں جب جاتے تو خلوت مبارک کے دروازے تک غلام گردش تک اپنی عماری سے نیچے نہیں اترتے جس روز میر عالم خلعت دیوانی سے سرفراز ہوئے یہ اور حشمت جنگ دونوں ملکر حاضر دربار ہوے۔ میر عالم اپنی سواری کے میانہ سے دیوانخانۂ سرکاری کے دروازے پر اتر پڑے (اس دروازہ پر تمام اعلیٰ ادنیٰ امراء اور عہدہ دار معمولاً اپنی اپنی سواریوں سے اتر جاتے تھے) تو حشمت جنگ نے کہا خلوت کے دروازے پر اترو میر عالم نے کہا یہ ہمارے آقائے نعمت کی ڈیوڑھی ہے میرا مقدور نہیں ہے کہ میں اپنی حد سے تجاوز کروں تم مختار ہو جہاں چاہو اترو لیکن میں یہ ضرور کہونگا کہ یہ تمھارے لئے بھی ٹھیک نہیں ہے کہ معمول سے آگے بڑھو۔ اس پر حشمت جنگ بھی اپنی عماری سے وہیں اتر پڑے اور پھر کبھی اپنے ہاتھی کو آگے نہیں بڑھایا۔

حزم و احتیاط و عاقبت بینی

میر عالم جسوقت بہ سبیل سفارت کلکتہ گئے تھے تو نواب آصف الدولہ رئیس لکھنؤ نے ان کے

احوال سے مطلع ہو کر ضیافت کی بڑی بھاری تیاری کر کے اُن کو دعوت دی کہ کلکتہ سے اِدھر ہی تشریف لائیں اور یہاں سے حیدرآباد لوٹیں میر عالم نے معذرت مانگی اور ان کو کہلا بھیجا کہ ہم سرکار دولت مدار آصفیہ کے نمک خوار ہیں بلا اجازت و حکم اعلیحضرت کسی اور رئیس سے ملاقات کرنا ہمارے مناسب حال نہیں ہے اس واقعہ سے میر عالم کا حزم و احتیاط و دور اندیشی و عاقبت بینی کا ثبوت ملتا ہے۔

خوش اخلاقی میر عالم اتنے خوش اخلاق مخیر اور فیض رساں تھے کہ اگر کوئی شخص متواتر دس پندرہ روز تک ان کے دربار میں آتا اور آداب مجرا بجالاتا تو وہ اوس شخص سے اس کی حاجت پوچھے بغیر نہ رہتے اور دریافت کے بعد اس کی حاجت روائی کر دیتے وہ ایسے لوگوں سے بھی سلوک کرتے تھے جو شریف ہونے کی وجہ سے کسی کے آگے دست سوال نہیں پھیلا سکتے تھے۔

غیر معمولی خطاب کی توجیہ میر عالم نے اول تو سید ہونے کی وجہ سے اور پھر خاندانی مجتہد ہونے کے باعث کوئی رسمی خطاب اپنے لئے قبول نہ کیا اسی لئے بندگا نعالی نے ان کو ایک غیر معمولی خطاب[1] سے مخاطب و سرفراز فرمایا۔

خوش اعتقادی وہ بزرگان دین کے نہایت عقیدتمند تھے ان کے نام ادب سے لیتے اور ان کے ذکر اذکار کو نہایت توجہ اور تعظیم سے سنتے تھے ایک دفعہ میر عالم کو یہ اطلاع

---

[1] ان کو میر عالم خطاب چارہزاری منصب دو ہزار سوار و علم و نقارہ کے ساتھ بتاریخ ۲۰ رجب المرجب ۱۲۱۳ھ جلوس شاہ عالم (مطابق ۱۷۹۸ء) مرحمت ہوا اور پھر ۲۶ ذیقعدہ ۱۲۱۳ھ جلوس شاہ عالم (مطابق ۱۷۹۹ء) کو میسور کی تیسری جنگ کے بعد باضافہ پنجہزاری منصب دو ہزار سوار و علم و نقارہ و پالکی جھالردار سے سرفرازی ہوئی۔ اسی طرح کا خطاب ان کے فرزند میر رضی کو بھی ملا تھا چنانچہ اسی ۲۶ ذیقعدہ ۱۲۱۳ھ کو وہ خطاب میر دوران اور سہ ہزاری منصب باضافہ پنجہزاری منصب دو ہزار سوار و علم و نقارہ و پالکی جھالردار سے ممتاز ہوا۔ ان خطابات و مناسب کا اظہار مناسب مقام پر ٹھیک طور سے اس وجہ سے نہ ہو سکا کہ ان کے متعلق بہت دیر میں معلومات فراہم ہوئیں۔

میر عالم کے مکان کے اُس حصہ کی تصویر جو عاشور خانہ کے نام سے مُوسوم ہے

ملی کہ ایک مفلوک الحال شخص کو حضرت مومنؒ نے ایک روپیہ دیا جس کی بدولت اس کو روزانہ دو روپیہ دست غیب میسّر آتے ہیں۔ جس سے وہ خوش حال ہو گیا ہے انھوں نے دریافت کیا وہ کون ہے معلوم ہوا کہ میر شہسوار علی نام ایک سید سبز پوش ہیں جن کو اکثر ذی مقدور لوگ محرم کے ماتمی سبز لباس دیا کرتے تھے۔ جسے وہ سال بھر کی پوشاک بناتے تھے میر عالم نے ان کو پانچ روپیہ ماہوار مقرر کر دی تھی اس اطلاع پر انھوں نے سید صاحب مذکور کو بلوا بھیجا اور تمام حال ان سے دریافت کیا انھوں نے کہا۔

" میں ایک وقت آدھی رات کو میر مومنؒ کے دائرے پر سے اپنے گھر جا رہا تھا دایرے میں اس وقت کوئی شخص موجود نہیں تھا البتہ ایک بزرگ عربی لباس میں نہایت شان و شوکت سے دروازے پر کھڑے ہوئے تھے انھوں نے دفعتاً مجھے آواز دی " میر شہسوار علی اینجا بیا " میں نے یقین کیا کہ خود میر مومنؒ ہیں کمال اشتیاق سے گیا اور عرض کی کہ پیر و مرشد آج کی رات غلام کے لئے گویا معراج کی رات ہے کہ آپ کا دیدار نصیب ہوا حضرت نے فرمایا کہ " احوال شما از اخراجات چگونہ است " میں نے عرض کی کہ قبلۂ عالم با وجود دوستی کے میر عالم صرف پانچ روپیہ دیتے ہیں اسی میں ہم سب آش پکا کر قدح قدح پی لیتے ہیں اس پر فرمایا کہ " اگر شما را یک روپیہ یومیہ باشد بس است " میں نے عرض کی کہ حضرت بہت کافی ہے اس پر انھوں نے ایک روپیہ سلطان محمد قلی قطب شاہ کے زمانے کا اپنی جیب سے نکال کر مجھے دیا اور فرمایا کہ اس روپیہ کو ایک سرخ کپڑے یا کاغذ میں دھاگہ سے باندھ کر ایک قلمدان میں مقفل رکھو احتیاط یہ ہے کہ اور دو پیسوں

میں ملنے نہ پائے اس کے ساتھ تم کو دو روپئے روز ملا کریں گے اُن کو تم ہر روز خرچ
کر دیا کرو اور اس روپیہ کو حفاظت سے رکھو اگر یہ روپیہ تمھارے پاس سے چلا جائے تو
پھر تم کو ایک حبہ بھی نہیں ملیگا۔"

اس واقعہ کو میر عالم نے بڑی توجہ سے سنا اُس روپیہ کو دیکھا اور بوسہ دیا اور
سید صاحب کو مبارک باد دی اور احتیاط سے رکھنے کی ہدایت کی شہسوار علی کی حیات تک
وہ روزینہ برابر جاری رہا جب ان کا انتقال ہوگیا تو وہ روپیہ خود بخود غائب ہوگیا ہمیں
اس واقعہ کی صحت یا عدم صحت اور قرین عقل یا بعید از عقل ہونے سے یہاں کوئی بحث نہیں
ہے ہم نے صرف میر عالم کی خوش اعتقادی بتانے کے لئے اس واقعہ کا ذکر کیا ہے۔

وفات و مدفن

میر عالم دیوان ہونے سے پیشتر فساد خون کے مرض میں مبتلا تھے جس کا ذکر
صاحب تحفۃ العالم نے بھی کیا ہے یہ مرض کہنہ ہوکر جذام[1] کی شکل پکڑا جب یہ دیوان
ہو چکے تو ان کے اس مرض میں اور ترقی ہوگئی اقسام کے علاج کئے۔ حتی کہ ناگ سانپ
تک ڈسوائے اور مرض کے زہر سے ڈسنے والے سانپ مرمر گئے لیکن ان کو کچھ بھی
فائدہ نہیں ہوا۔ طب میں جذام کا بہترین علاج افعی ہے جسے کالا ناگ کہتے ہیں اس کا

---

[1] حیدرآباد میں اس مرض کا نام عام طور پر "میر عالم کا آزار" مشہور ہے ممکن ہے کہ اسکی وجہ تسمیہ یہی ہو کہ میر عالم
اس مرض میں مبتلا تھے اور انہیں کے نام سے یہ مرض منسوب ہوکر اسی عرف سے معروف ہوگیا۔
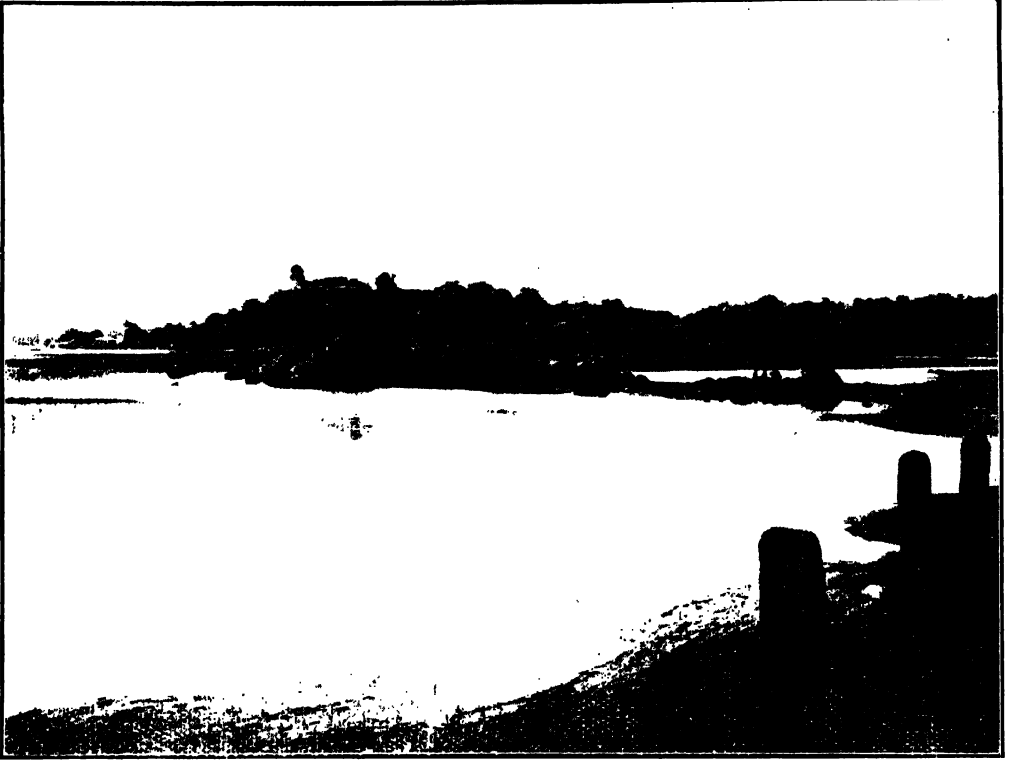
میر عالم کے تالاب کی تصویر

چوکھنڈی کی تصویر جو میر عالم نے اپنی قبر کیلئے پنجہ شاہ
میں تعمیر کرائی تھی

گوشت مریض کو کھلاتے ہیں اس کا ماء اللحم پلاتے ہیں اس کا زہر مریض کے جسم میں پہنچاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جذامی کو افعی ڈستا نہیں اور اگر ڈس جائے تو وہ خود مرجاتا ہے اور مریض چنگا ہونے لگتا ہے بہر حال میر عالم نے علاج میں کسی طرح کی کمی نہیں کی لیکن دوا سے ان کے مرض میں تخفیف نہیں ہوی آخر وقت موعود آپہنچا اور ۲۱ رشوال ۱۲۲۳ھ شب جمعہ میں میر عالم اس دار فانی سے عالم بقا کو سدہارے اور عالم میں اپنا نیک نام یادگار چھوڑ گئے۔ غلام حسین خاں جوہر صاحب تاریخ ماہ نامہ نے تاریخ وفات میں یہ رُباعی کہی ہے۔ مادۂ تاریخ بہت اچھا ہے۔ رُباعی

افسوس کہ آں میر ظہیرِ عالم — با نام نکو رفت وزیرِ عالم
جوہر زِ سنینِ انتقالش گفتا — حقا بہشت جائے میر عالم ۱۲۲۳ھ

صاحب مختار الاخبار نے اپنی کتاب میں میر عالم کی وفات کا مادۂ تاریخ (داخل فردوس گردید) بیان کیا ہے ممکن ہے کہ یہ انھیں کی تصنیف ہو۔

انھوں نے اپنے دفن کے لئے پنجہ شاہ میں جگہ مقرر کر کے وہاں سرائے بھی تیار کروائی تھی اور حوض اور چبوترہ بھی بنوایا تھا اور خواہش وہیں دفن ہونے کی تھی مگر انتقال کے بعد وہ میر مومنؒ کے دایرے میں اپنے والد کے پہلو میں دفن کئے گئے انتقال سے پیشتر وصیت کی تھی کہ قبر پر کوئی گنبد یا مقبرہ تعمیر نہ کیا جائے۔ اسی وجہ سے ان کی قبر پر شان و شوکت کی کوئی علامت نہیں ہے میر کے دایرے کے بڑے دروازہ کے اندر ہی جنوب مغربی جانب اور خود حضرت میر مومنؒ کی جالی کے شمال میں میر عالم

اور اُن کے پائین میں اُن کے صاحبزادے میر دوران کی قبر ہے قبر پر نہ کتبہ ہے نہ اور کوئی ما بہ الامتیاز جس سے یہ شناخت ہو سکے کہ یہ میر عالم ہی کی قبر ہے۔ بہر حال حالت ظاہری کے اعتبار سے دیکھنے والے کو یہ گمان تک نہیں ہو سکتا کہ یہ ایک ایسے مشہور اور قابل وزیر کی قبر ہوگی۔

ہم اس کو دیکھنے کے لئے میر کے دائرے کو گئے تھے ہمارے ذہن میں میر عالم کی قبر کی تصویر ایسی تھی کہ کوئی چوکھنڈی یا جالی ہوگی اس میں نہایت نفیس اور مصفیٰ پتھروں کی قبر ہوگی اس پر کتبے بھی ہوں گے چوکھنڈی اور جالی کوڑے کرکٹ سے پاک وصاف ہوگی لیکن جب ہم دائرے کو پہنچے تو میر عالم کی قبر کا مقام دریافت کرنے کے لئے کچھ وقت صرف کرنا پڑا جب وہاں کے واقف کار دو ایک دائرے کے مجاورہیں نظر آئے تو اُن سے قبر کا ٹھیک نشان ہیں ملا۔ انھوں نے ہمیں لیجا کر قبر کے سرہانے کھڑا کر دیا ہم نے دیکھا کہ میر عالم کی قبر معمولی سنگ رخام کی سلوں سے بنی ہوی ہے اطراف نہ کوئی چوکھنڈی ہے اور نہ کوئی جالی قبر پر نہ کوئی کتبہ ہے ان کی قبر کے سرہانے گچ کا ایک چراغ دان ہے جو ان کی قبر کو بازو کی دوسری قبروں سے ممتاز کرتا ہے اُن کی قبر کے مشرقی سمت ان کے والد سید رضی آرام کر رہے ہیں۔ اور مغربی جانب پائین میں ان کے صاحبزادے میر دوران سو رہے ہیں اور تمام قبروں کے آس پاس کچرا کوڑا پڑا ہے اور اطراف سیتا پھل کے درخت اُگے ہوے ہیں قریب میں املی کے اتنے درخت سایہ کناں ہیں کہ دھوپ دن کے کسی پہر میں بھی نہیں آتی ہوگی ہماری خاص توجہ اور تلاش پر سے ہمارے رہنما مجاورین کو خدا جانے کیا

خیال ہوا کہ انھوں نے املی کے درخت کی ایک شاخ توڑ کر جلدی سے ہمارے سامنے ہی وہاں جاروب کشی کی اور کچھ صاف کیا ہم فاتحہ پڑھتے ہوئے اور دنیا کی بے ثباتی پر ذہنی احساسات کو حرکت میں لاتے ہوئے واپس آئے۔

اپنی مقررکردہ جگہ یعنے پنجہ شاہ میں دفن ہونے کی وجہ یہ تھی کہ جب یہ نظر بند تھے اوران کو غفراں مآب نے اپنے گھر آ رہنے کی اجازت بایں الفاظ دی تھی کہ نہ یہ کسی سے ملیں اور نہ اُن سے کوئی شخص ملے۔ رہیں تو گھر میں رہیں اور مریں تو اپنے بڑواڑے میں دفن ہوں اسی سبب سے وہ میر مومنؒ کے دائرے میں دفن ہوئے اس لحاظ سے بھی ان کا وہاں دفن ہونا مستحسن تھا کہ میر کے دائرے کی مٹی میں خاک پاک کربلائے معلیٰ ملائی گئی ہے۔

اخبارات ہند اور میر عالم

اخبارات ہند کے حوالے سے ریو نے اپنی فہرست مخطوطات برٹش میوزیم میں لکھا ہے کہ دیوان ہونے کے کچھ عرصہ بعد میر عالم نے اپنی خدمت سے استعفاء دیا اور ہجرت کر کے کربلائے معلیٰ میں جا رہے اور وہاں اپنی بے حساب خیرات و مبرات سے ہندوستانی نواب کے نام سے مشہور ہو گئے اس کی تائید کسی اور تاریخ سے نہیں ہوتی۔ یہ واقعہ ایسا نہیں تھا کہ اس کو مقامی مورخین فروگزاشت کر جاتے اس واسطے کہ ایک دیوان کا استعفاء دینا اور ہجرت کر کے چلا جانا ایسا امر نہیں جو راز میں رہ سکتا یا عوام اس سے واقف نہیں ہوتے اگر ایسا ہوتا تو اس عہد کی جتنی تاریخیں ہیں سب میں اس کا ذکر ہوتا اور وجوہ استعفاء پر یا تو بحثیں ہوتیں یا خیال آفرینیاں اس میں شک نہیں کہ میر عالم نے ایک خاص موقع پر استعفاء دیا ہے۔ جس کا ذکر قبل ازیں ہو چکا لیکن وہ منظور

نہیں ہوا۔ بہر حال یہ امر صحیح نہیں ہے کہ میر عالم نے کربلائے معلی کی زیارت یا وہاں ہجرت کی ہم مقامی تاریخوں کے مقابلے میں اخبارات ہند کے بیان کو ترجیح نہیں دے سکتے اس واسطے کہ صاحب اخبارات ہند محمد رضا نجم بن ابوالقاسم طباطبا نجم الدولہ افتخار الملک حسام جنگ اگرچہ اسی عہد کے مورخ ہیں جس میں میر عالم موجود اور وزیر تھے لیکن وہ شمالی ہند کے باشندے اور بریلی کے کلکٹر تھے اُن کا بیان حیدرآباد دکن کی تاریخ یا اس کے عام واقعات کے متعلق اتنا صحیح باور نہیں کیا جا سکتا جتنا کہ خاص حیدرآباد کے مورخ کا اس صورت میں یہ امر البتہ غور طلب ہے کہ اخبارات ہند کے مصنف کو اس خیال کی وجہ تحریک کیا ہوئی۔ اس کی نسبت ہمارا قیاس یہ ہے کہ ایران سے ابھی میر عالم کے خاندانی تعلقات منقطع نہیں ہوے تھے اور علاوہ اس کے اسی زمانے سے کچھ قبل انھوں نے ارسطو جاہ کی طرف سے احداث قلعہ نجف اشرف و تعمیر نہر حسینی کا انتظام کرایا تھا۔ ان وجوہ کی بناء پر میر عالم کا نام وہاں زیادہ مشہور تھا۔ اسی شہرت پر اس مورخ نے یہ باور کر لیا کہ خود میر عالم وہاں پر موجود تھے لیکن اس واقعۂ تعمیر و احداث کو صاحب مختار الاخبار نے اس طرح بیان کیا ہے کہ کربلائے معلی و نجف اشرف پر وہابیوں کے حملہ کی وجہ سے نقصانات عظیم عاید ہو گئے تھے جس کی اطلاع پر میر عالم نے آقا باقر طباطبائی کی معرفت ایک کثیر رقم اُن کی اصلاح کے لئے بھجوائی تھی جس سے وہاں کے قلعے کی تعمیر و ترمیم ہوے اور اس کے برجوں پر توپیں چڑھائی گئیں۔ ہم کو اس واقعہ کے تسلیم کرنے میں عذر ہے اس وجہ سے کہ کربلائے معلی اور نجف اشرف پر وہابیوں کا حملہ ۱۲۱۶ھ میں ہوا اور اس زمانے میں

میر عالم معتوب اور منزوی تھے اور اس قلعہ اور نہر کی تعمیر و احداث سے متعلق انھوں نے جو خط و کتابت میرزا محمد مہدی شہرستانی سے خود اپنی طرف سے اور ارسطوجاہ کی جانب سے کی ہے اس سے ظاہر ہے کہ یہ کام ۱۲۱۶ھ تو کیا ۱۲۱۴ھ سے بھی پیشتر کا ہے، چنانچہ میر عالم کے ایک خط (موسومۂ مرزا محمد مہدی شہرستانی ساکن کربلائے معلیٰ) کے فقرۂ ذیل سے تعمیر کی تحریک کا حال واضح ہو گا:-

"...... کیفیت معاملہ حاجی میر باقر از تقریر مشارٌالیہ و تفصیل تجویز احداث قلعہ نجف اشرف و تعمیر نہر حسینی قدیم علیٰ اشرفہا الوف الصّلوٰۃ والتّسلیم کہ مطمح نظر توفیق اثر امیر اعظم موید من عنداللہ مشیر الملک معین الدولہ ارسطوجاہ دام اقبالہٗ است مفصل زبانی خلاصۃ النجباء العظام آقا سید حسن و آقا کاظم پیرایۂ ایضاح خواہد یافت امید کہ از مترصدان لطفِ عمیم تصور نمودہ ہمیشہ بہ اصدار مفاوضات نامہ جات و بدعائے حسن خاتمہ مختص و مخصوص می فرمودہ باشند۔"

بہر حال یہ واقعہ کوئی اصلیت نہیں رکھتا کہ میر عالم کربلائے معلیٰ کو ہجرت کر گئے تھے یا یہ کہ وہیں جاکر انتقال کیا۔

خدمت دیوانی کا مسئلہ

ان کی وفات کے بعد مدار المہامی کے تقرر میں بڑی حجت پڑی منجانب ریاست امرا میں سے دو امیر منتخب ہوے (۱) شمس الامرا (۲) منیر الملک۔ لیکن شمس الامرا مدت سے خوش نہیں تھے اس لئے یہ بار گراں اُن پر عاید نہیں ہوا گورنر جنرل لارڈ منٹو نے بذریعۂ خریطہ مورخہ ۲۴ ڈسمبر ۱۸۰۸ء مطابق ۶ ذیقعدہ ۱۲۲۳ھ مغفرت منزل کو میر عالم جیسے عدیم النظیر ذہین اور دیانت دار شخص کے گزر جانے پر اظہار افسوس کر کے اس طرف توجہ دلائی کہ ان کے پسماندوں کی

تسلی و استمالت فرمائیں چنانچہ ان کے پسماندوں میں سے ان کے داماد منیر الملک کی استمالت کے لئے سکندر جاہ کو یہ مناسب معلوم ہوا کہ دیوانی کی جائداد پر ان کا تقرر کیا جائے اور اس جائداد پر ان کو ترجیح دینے کی ظاہری وجہ سکندر جاہ نے یہ بیان کی کہ وہ اپنے خسر (میر عالم) کے عہد دیوانی سے امورِ دیوانی و مسائل سرکارین میں واقفیت حاصل کرتے آئے ہیں چنانچہ اعلیحضرت کے خط[1] موسومۂ رزیڈنٹ کپتان سدنہام کے مطالعہ سے یہی ظاہر ہوتا ہے۔

اس تقرر کی اطلاع جب گورنر جنرل کو ہوئی تو انھوں نے اس کے خلاف مہاراجہ چندو لال کے حق میں بڑے زور کے ساتھ سفارش کی کہ امور کلیات دیوانی کی خدمات وہ بجالائیں لیکن چونکہ مہاراجہ میر عالم کے ساختہ پرداختہ تھے اس وجہ سے ان کے متعلقین کی موجودگی میں مغفرت منزل ان کا دیوان ہونا مناسب نہیں تصور فرماتے تھے اور علاوہ ازیں خود بدولت کو بعض اشخاص کی افہام و تفہیم پر مہاراجہ کے طرز عمل سے سوء ظن بھی ہوگیا تھا ان امور کو مد نظر رکھ کر گورنر جنرل نے اپنے اس سفارشی خط میں ان کے ان خیالات کو رفع کرنے کی پوری کوشش کی ہے۔

اس پر زور سفارش کا اثر یہ ہوا کہ منیر الملک بہادر برائے نام مدار المہام رہے مغفرت منزل نے ان کے اختیارات کو محدود کر کے امور کلیات مہاراجہ کے سپرد کئے گورنر جنرل کی اس سفارش اور مہاراجہ کے تقرر سے ریاست کے حق میں جو کچھ اثر مترتب ہوا یہاں ہم اس کا اظہار مناسب نہیں سمجھتے کہ یہ ہمارے موضوع سے خارج ہے۔ مَنْ سَکَتَ سَلِمَ وَمَنْ سَلِمَ نَجیٰ۔

---

[1] خط کی نقل یہ ہے۔ "درینولا بتاریخ بیستم شہر شوال المکرم ۱۲۲۳ھ میر ابو القاسم قضائے الٰہی انتقال نمود ہرگاہ آنجا کہ برائے تقدیم امورات سرکار جہاں مدار شخصے ضرورت بخاطر ما چناں اقتضا می نماید کہ خانہ زاد خیر اندیش منیر الملک بہادر برابر امور دیوانی سرکار دو تمدار کہ از عرصہ پنج سال از امورات کلیات سرکارین واقف اند مامور فرمائیم چوں آں شہامت و معالی پناہ خیر خواہ بلا اشتباہ دولت خواہ واقعی سرکار مابدولت اند لہٰذا نگارش رفت" ۱۲

تمت

ضمیمہ الف

رقعۂ ارسطو جاہ موسوم میر عالم

میر صاحب جلیل المناقب عظیم الاوصاف سلامت

دو قطعہ مکتوب بہجت اسلوب یکے مرقوم شب بست و نہم ذی حجہ ۱۲۱۲ھ ہجری
متضمن کیفیت جنگ کہ سواران سرکار دولت مدار محنت و تردد ہا بعمل آوردند و ترددات
صبح و شام و آوردن معتمد الدولہ و برادر لارڈ بہادر میر دوران بہادر را ہمراہ خود از چین پٹن
بسیرنگ پٹن و بہ اصرار نگاہداشتن بہادران معز بہ میر دوران بہادر کہ بعد ملاقات لارڈ بہادر
روانہ خواہد شد و نوشتن آن جلیل المناقب براجہ روشن رائے بہادر بمشاورہ جنرل ہاریس بہادر
وغیرہ کہ پنج ہزار سوار جاگیردار و پائگاہ وغیرہ خود نگاہداشتہ تتمہ سواران را رخصت
حضور پر نور نمایند و باجمعیت پلاٹن و سواران کوچ نمودہ از راہ گورم کنڈہ روانہ قلعہ گتی
شوند و اینکہ ایں لارڈ نہ مثل لارڈ سابق است و نہ ایں فوج انگریزی مثل فوج سابق
پیشتر کہ ہمیشہ با حیدر علی خاں مقابلہ می شد گاہے از پنج یا ہفت پلٹن زیادہ نبود و الحال
شصت پلٹن معہ سیزدہ پلٹن سرکار دریں مہم حاضر بود و علاوہ ایں فوج و سامان سرانجام عزم بلند
لارڈ بہادر بتحریر نمی گنجد کیفیت آن مفصل وقت ملاقات ظاہر خواہند نمود و بعد آمدن ایں

تہ نامہ جدید در عجب وقت و دولت را دیے اندیشہ کہ ثانی اثنین ٹیپو سلطان تواں گفت
یقیناً دولت خود را برباد می دہد و دولت باجی راؤ اگر دریں صدمہ بشرط حسن تدبیر بالاجی
پنڈت و سخن شنوی ایں جانب کہ از حالا بنیاد آں گذاشتن شرط است بالمرہ برباد نشود
البتہ ضعیف و بے رونق کالمعدوم خود خواہد شد و سوالے کہ از راجہ رگھوجی بھونسلہ بعمل آمدہ
البتہ حشمت جنگ بہادر ظاہر نمودہ باشند یعنے شراکت و یکدلی راجہ مذکور با سرکار دولتمدار
و کمپنی انگریز بہادر اگر راجہ مذکور بصاف دلی اقبال ایں معنی نماید و آیندہ بر جادۂ دولت
خواہی ثابت قدم بماند محفوظ خواہد ماند و اگر مثل سابق بر رویہ خاندان خود قایل طلبی
کند نتیجہ خوب نخواہد دید و دریں باب ایں جانب ہم آنچہ مناسب باشد براجہ مذکور خواہند
نوشت کہ فی الحقیقت ایں سوال مبنی بر سلسلہ جنبانی ایں جانب است کہ بیشتر مکرر دریں
باب گفتہ بودند باید کہ رگھوجی ممنون و مرہون ایں جانب باشد و در براہ نمودن جواب
سوال تقسیم غنیمت کہ ہر روز تکرار ہا می شود و اگر دریں مادہ چیزے از حشمت جنگ بہادر
ہم نو لسانیدہ شود بہتر است معہ نقل خط مثنیٰ مرقومہ بستم شہر شوال فی ثانی محررہ شب پنجم محرم الحرام ۱۲۱۴
مشعر برا اینکہ بعد پنج شش روز باز ناسخ و منسوخ بعمل آمدہ یعنے دریافت موقوفی آمدن
لارڈ بہادر بموجب ممانعت ڈاکٹراں و شروع شدن سوال جواب ہا با مفخر الدولہ بہادر
و بمیان آوردن مذکور گورم کنڈہ و رسانیدن بہادر مغز روز دویم خریطہ لارڈ بہادر معہ نقل
عنایت نامہ موسومہ بہادر موصوف و گفتن اینکہ الحال ایں مقدمہ بعرض حضور رسید و در جہ
پذیرائی یافت دیر و درنگ دریں کار مناسب نیست و نوشتن روز دویم دو مرتبہ شقہ

بانقول آں لہذا بطوری کہ تعلقہ مذکور بجاگیرخان مسطور مقرر نمودہ شدہ از نقل سند موضوح
می گردد و اینکہ لارڈ بہادر رانظر بر درستی کلیات و آں عظیم الاوصاف را مطمح نظر کفایت
سرکار دولتمدار و میر قمرالدین خان بہادر سردار نامی و برخلاف اہل تپن معاملہ فہم و داشتن
حلقہ بندگی حضور در گوش و غاشیہ اطاعت بر دوش و پیام نمودن آں عظیم الاوصاف
بمفخرالدولہ بہادر بتاریخ غرہ محرم کہ اگر انفصال معاملات دریں جامی تواند شد پس وجہ
توقف چہ خواہد بود اگر دریں جانمی تواند شد روانگی مناسب تاکے بہ انتظار می تواں
نشست و جواب دادن بہادر معز کہ در دو روز جواب ایں معنی منقح گفتہ می شود یعنے نقشہ
معاملات ہمیں جا قرار دادہ خواہد شد یا ملاقات با لارڈ ضرور خواہد گردید و رسیدن خطوط
لارڈ بہادر با قرارداد نقشہ بنام بہادران معزز خلاصہ اینکہ جنرل ہاریس بہادر و کرنل کلوس
برادر خود و مفخرالدولہ و کپتن مالکم بہادر را مختار معاملات ساختہ و نقشہ معاملات قرار دادہ
فرستادہ اند انشاء اللہ تعالیٰ از امروز کہ تاریخ چہارم شہر محرم است شروع سوال جواب
خواہد شد و راجہ روشن رائے بہادر بعد رسیدن خط آں جلیل المناقب کہ برائے روانگی
پنج شش ہزار سوار بہ حضور پرنور نوشتہ بودند در جواب نوشتند کہ مردم سپاہ برائے
روانگی حضور یک ماہہ پیشگی می خواہند و زر در خزانہ نیست کہ بہ آں ہا دادہ روانہ نمودہ
شود و در جواب نوشتن آں عظیم الاوصاف کہ باربردار باید فرستاد تا بہ لشکر رسیدہ بندوبست
روانگی افواج نمودہ بازبہ تپن معاودت کردہ آید راجہ معز بعد رسیدن ایں خط و دو سہ کوچ
متواتر نمودند انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب از راہ گورم کنڈہ بہ تعلقہ گتی می رسند۔ روانہ نمودن

تہ نامہ جدید در عجب وقت و دولت رادیے اندیشہ کہ ثانی اثنین ٹیپو سلطان توان گفت یقیناً دولت خود را بربادی دہد و دولت باجی راؤ اگر دریں صدمہ بشرط حسن تدبیر بالاجی پنڈت و سخن شنوی ایں جانب کہ از حالا بنیاد آں گذاشتن شرط است بالمرہ برباد نشود البتہ ضعیف و بے رونق کالمعدوم خود خواہد شد و سوالے کہ از راجہ رگھوجی بھونسلہ بعمل آمدہ البتہ حشمت جنگ بہادر ظاہر نمودہ باشند یعنے شراکت و یکدلی راجہ مذکور با سرکار دولتمدار و کمپنی انگریز بہادر اگر راجہ مذکور بصاف دلی اقبال ایں معنی نماید و آیندہ بر جادۂ دولت خواہی ثابت قدم باند محفوظ خواہد ماند و اگر مثل سابق بر رویہ خاندان خود قابو طلبی کند نتیجہ خوب نخواہد دید و دریں باب ایں جانب ہم آنچہ مناسب باشد براجہ مذکور خواہند نوشت کہ فی الحقیقت ایں سوال ہینی بر سلسلہ جنبانی ایں جانب است کہ بیشتر مکرر دریں باب گفتہ بودند باید کہ رگھوجی ممنون و مرہون ایں جانب باشد و در و براہ نمودن جواب سوال تقسیم غنیمت کہ ہر روز تکرار ہا می شود و اگر دریں مادہ چیزے از حشمت جنگ بہادر ہم فہمانیدہ شود بہتر است معہ نقل خط مثنیٰ مرقومہ بستم شہر شوال فی ثانی محررہ شب پنجم محرم الحرام ۱۲۱۳ھ مشعر بر اینکہ بعد پنج شش روز باز ناسخ و منسوخ بعمل آمدہ یعنے دریافت موقوفی آمدن لارڈ بہادر بموجب ممانعت ڈاکٹراں و شروع شدن سوال جواب ہا با معتز الدولہ بہادر و بمیان آوردن مذکور گورم کنڈہ و رسانیدن بہادر مغز روز دویم خریطہ لارڈ بہادر معہ نقل عنایت نامہ موسومہ بہادر موصوف و گفتن اینکہ الحال ایں مقدمہ بعرض حضور رسید و در جہ پذیرائی یافت دیر و درنگ دریں کار مناسب نیست و نوشتن روز دویم دو مرتبہ شقہ

بالقول آں بهذا البطوری که تعلقه مذکور بجاگیر خان مسطور مقرر نموده شده از نقل سند موضح می گردد و اینکه لارڈ بهادر را نظر بر درستی کلیات و آں عظیم الاوصاف را مطمح نظر کفایت سرکار دولتمدار و میر قمر الدین خان بهادر سردار نامی و بر خلاف اہل پتن معامله فہم و داشتن حلقه بندگی حضور در گوش و غاشیهٔ اطاعت بر دوش و پیام نمودن آں عظیم الاوصاف بمعز الدوله بهادر بتاریخ غره محرم که اگر انفصال معاملات دریں جا می تواند شد پس وجه توقف چه خواهد بود اگر دریں جا نمی تواند شد روانگی مناسب تا کسے به انتظار می تواں نشست و جواب دادن بهادر معز که در دو روز جواب ایں معنی منقح گفته می شود یعنے نقشه معاملات ہمیں جا قرار داده خواهد شد یا ملاقات با لارڈ ضرور خواهد گردید و رسیدن خطوط لارڈ بهادر با قرار داد نقشه بنام بهادران معز و خلاصه اینکه جنرل هاریس بهادر و کرنل کلوس برادر خود و معز الدوله و کپتن مالکم بهادر را مختار معاملات ساخته و نقشه معاملات قرار داده فرستاده اند انشاء الله تعالی از امروز که تاریخ چهارم شهر محرم است شروع سوال جواب خواهد شد و راجه روشن رائے بهادر بعد رسیدن خط آں جلیل المناقب که برائے روانگی پنج شش هزار سوار به حضور پر نور نوشته بودند در جواب نوشتند که مردم سپاه برائے روانگی حضور یک ماهه پیشگی می خواهند و زر در خزانه نیست که به آں ها داده روانه نموده شود و در جواب نوشتن آں عظیم الاوصاف که بار بردار باید فرستاد تا به لشکر رسیده بندوبست روانگی افواج نموده باز به پتن معاودت کرده آید راجه معز بعد رسیدن ایں خط دو سه کوچ متواتر نمودند انشاء الله تعالی عنقریب از راه گورم کنڈه به تعلقه گتی می رسند - روانه نمودن

چہار صد جوان بار تعلقہ میروران بہادر با یک کپتان برائے تھانہ قلعہ گورم کنڈہ مقرر نمودن قلعہ داری قلعہ مذکور بطریق ضبطی بنام سید حسین خان و برائے تعلقداری آنجا کہ براجہ روشن رائے بہادر نوشتہ بود مہر و راجہ معز محمد امین خان بہادر عرب را مقرر کردند الحال کہ تعلقہ مذکور بنام میر قمر الدین خان قرار یافتہ احتیاج بتجویز تعلقدار نماند مگر بتجویز تعلقدار گتی ضرور در صورت اجازت بنام ناگن گوڑا کہ بہ نسبت دیگراں مالگذار و کفایت شعار است مقرر خواہند نمود اطلاع نقشہ تقسیم ملک آنچہ مسموع شدہ باید دید کہ ایں نقشہ ہم قایم می ماند یا تغییر و تبدیل می شود و گفتن آں عظیم الاوصاف در مذکورات بہ اہل کونسل کہ اگر پیسر ٹیپو را برپا نمودن متضمن مصلحت دولت ہا و نیک نامی ہر دو سرکار است و خواہ مخواہ بعمل می آید دریں صورت بقرار نوکری در ہر دو سرکار کہ اگر در سرکار دولت مدار مہم عمدہ رو دہد با تمام جمعیت ہمراہ رکاب یا ہمراہ جمعیت سرکار حاضر باید شد و در تقدیم نوکری و جانفشانی دقیقہ نباید گذاشت و اگر کار جزوی از قبیل تنبیہ زمینداران مفسد رو بکار گردد جمعیت بر طبق حکم فرستادہ ہمراہ تعلقداران سرکار بہ تنبیہ اشرار پردازند و در سرکار کمپنی نیز ہمیں دستور چنانچہ معز الدولہ بہادر و مشیران دیگر جواب دادند کہ بند و بست ایں معنی بعمل خواہد آمد و کیفیت گرفتن قریب شش لک روپیہ بطریق دستگرداں از جنرل ہاریس بہادر بدوازدہم ذی حجہ و رسانیدن براجہ راوشن رائے بہادر و تتمہ چہار لک روپیہ بعد رسیدن خزانہ کہ قریب رائے کوٹہ رسیدہ است و ببدرقہ دو پلٹن متعاقب می رسد براجہ مسطور رسانیدہ می شود و کوچ کردن جنرل ہاریس بہادر بسمت جیتل درگ مع نقل بند و اقرار نامہ میر قمر الدین خان بتاریخ

شانزدہم محرم یکجا وصول آوردہ مسرور خیریت ہا و مطلع مضامین مندرجہ ساخت وہم از
خطوط موسومہ مستقیم الدولہ بہادر کیفیت مرقومہ مشروحاً بوضوح انجامید چون قابل ملاحظہ
وعرض حضور پرنور نبود لہذا شمہ ازآن معروض داشتہ نشد اگرچہ کیفیت تقسیم ملک و غنیمت
ہنوز ناسخ و منسوخ و چیزے قرار نگرفتہ و بدون گرفتن قرار چہ قسم این معنیٰ را یقینی تصور
باید نمود بریں ہم یک لمحہ گو کہ بموجب نوشتہ سامی چیزے ازیں قرین صدق توان نمود
پس ہیچ نیست چرا کہ آن عظیم الاوصاف فواید نامہ جدید مطمح نظر دارند و نوشتہ اند بہ این
نقشہ دریں معاملہ روبکار برعکس تصور می نماید و مراد صاحب را چہ قسم سرخروئی از خداوند نعمت
خود خواہد گشت وہم در ہم چشماں کہ ناتواں بیں اند و در ہر خریطہ موسومہ گورنر جنرل بہادر
ہمیں مندرج است کہ بہ استصلاح واستطلاع واتفاق وصوابدید آن عظیم الاوصاف
کہ از نقیر و قطمیر مکنونات و مرکوزات و از سرا سرار خفی و جلی حضور پرنور واقف و آگاہ اند
بعمل آید و گورنر جنرل بہادر مکرر قلمی نمودہ اند کہ سرسبزی و بہتری سود و بہبود و رونق سرکار
دولت مدار را بعینہ بمنزلۂ سود و بہبود سرکار کمپنی بہادر متصور دارند جوابش مکرر ہمیں درج
گردیدہ کہ بمشاورہ واستصلاح واستحسان آن جلیل المناقب موافق ارقام خود بعمل خواہند
آورد چنانچہ نقول خرایط و در جواب آں بامترشدات مکنونات و مرکوزات سرکار سابق
برایں بہ آن عظیم الاوصاف وہم حسب الاستدعا بہ حشمت جنگ بہادر اطلاع دادہ شد کہ
ذہن نشین گورنر جنرل بہادر نمایند و حالا باز مکرر قلمی می گردد اگرچہ صاحبان کونسل پیش خود
بموجب مرکوزات و مکنونات حضور کہ قانون رؤسائے ماسلف و صلاح دولتین باشد

بعمل آرند یعنی ضابطہ رؤسائے عمدہ در روداد چنیں امورات ہمیں است کہ پسماندہ ہا را
طورے بفراغ معیشت لیکن نوعے کہ آیندہ قابوئے فتنہ پیرائی نماند می دارند چنانچہ در
معاملہ روہیلکار ہم منظور والا ہمیں است کہ خویش واقربائے مخصوصہ ٹیپو سلطان مرحوم را
در ذیل دو کس کہ عمدۂ آن ہا باشند داشتہ یکے را در سرکار دولتمدار و یکے را در سرکار
کمپنی انگریز بہادر جائے بفراغ معیشت نگاہدارند و بہ تجربہ دریافت اوضاع و اطوار
آیندہ اگر قابل ترقی باشند ترقی خواہند یافت و منظور ازیں ہمیں کہ آیندہ زمانہ حادث
مثل وزیر علی خان و غلام محمد خان روہیلہ طاقت فتنہ پیرائی باقی نماند بہتر والا آن جلیل المناقب
دست از استحسان و مسترشدات حضور پر نور نداشتہ جواب صاف بہ اہل کونسل و معز الدولہ بہادر
بدہند کہ صاحبان بفضل الٰہی دانا اند و حکم سرکار بہ استصلاح و استطلاع و استحسان و صوابدید
واتفاق واشتراک و در آنچہ سود و بہبود و سرسبزی و بہتری و رونق و صلاح دولت باشد
بعمل آید صادر گردیدہ است دریں تحریف نمی توان شد و در احکام ہمیں معنی برمی آید اگر
اہل کونسل بگویند کہ گورنر جنرل بہادر دریں معاملہ مختار اند جواب شافی ہمیں باید داد کہ نظر
بر اتحاد و خیری گورنر جنرل بہادر آں ہم بہ اتفاق واشتراک و صوابدید و استصلاح ایں
جانب کہ در آں مفید حال و آیندہ سرکار باشد نہ کہ برخلاف آں تجویز شود چہ قسم بعمل می توان
آورد و ملاقات من با لارڈ بہادر ہر جا کہ باشند ضرور در وانہ پیش لارڈ بہادر باید شد و ایں
ہمہ مراتبات را ذہن نشین باید نمود در صورت اصلاح و استحسان خود نظم و نسق و حصہ مساوات
چہ در غنیمت و چہ در ملک مع حصہ سپاہ خود کہ موافق قانون خود کاربرداز ان سرکار دولتمدار

مختار اند بعمل باید آورد و اگر در آں جا ہم ایں معنی اصلاح و صورت پذیر نگردد ہمیں باید گفت
کہ تا ایں مدت نیک نامی کمپنی مشہور آفاق در تمامی رؤسائے ہند بود تا اینکہ خرائط چنیں
مضمونات حاضر و موجود بر عکس آں تصور می شود پس صاحب ہر چہ خواستہ باشند بکنند
و آں عظیم الاوصاف رخصت شدہ باید آمد و یقین خاطر است کہ مواخذۂ ایں معنی البتہ اہل
ولایت باز پرس خواہند نمود بلکہ در اظہار ہم ایں معنی بعمل آید اولی است چنانچہ ہمیں مراتبات
بہ حشمت جنگ بہادر ہم از طرف خود گفتہ فرستادہ شدہ کہ زبان زد خاص و عام چنیں است
و ہم روز دویم بہ منشی جی زیادہ از آں گفتہ شد کہ ہمیں مراتبات بر آں عظیم الاوصاف نوشتہ
می رود کہ اگر پیش از اطلاع مراتب پوست کندہ احیاناً بخیال مختاری خود بر عکس نوشتجات
و اظہارات چشم پوشی نمودہ کہ دور از قیاس و فہمیدگی کونسلان است بعمل آرند مناط اعتبار
نخواہد بود چنانچہ مراتب مذکور را حشمت جنگ بہادر بگورنر جنرل بہادر و معز الدولہ بہادر زیادہ
ازیں مفصل نوشتہ اند و گفتہ فرستادند کہ انشاء اللہ تعالی موافق مرکوز و مکنون خاطر اقدس
گورنر جنرل بہادر تا بمقدور بعمل خواہند آورد و نیز در مقدمہ گورمکنڈہ کہ از مکنونات سرکار چیزے
کم و زیادہ شدہ است تعجب می نماید چرا کہ گورنر جنرل بہادر در خریطہ حضور پر نور بجانب صاف نوشتہ اند کہ موافق مرکوزات
و مکنونات سرکار بعمل می آید چنانچہ گورنر جنرل بہادر در خریطۂ حضور پر نور نوشتہ اند کہ بلحاظ مراتب مجوزہ سرکار بعمل خواہد آمد و ہمین
صاف ترقیم نمودہ اند بلکہ بقیہ رسم ہائی تعلقات کہ مرکوز داشتن سرکار بود نوشتہ اند ازیں معنی بسیار تعجب رو نمود چرا کہ خریطۂ
جنرل بہادر در حضور پر نور ارسال داشتہ اند در آں مندرج است کہ خود لمبیر صاحب
و جنرل ہاریس بہادر ارقام نمودہ اند کہ مقدمہ جاگیر خان مشار الیہ را بلحاظ مراتب مجوزہ

ومرقوم آن والا قدر درا سرع ازمنہ انفصال سازند و در خریطہ آں عظیم الاوصاف کہ نقل آں برائے ملاحظہ ترسیل واشتہ اند در آں مرقوم است کہ بہ تجویز بہترین نقشہ انفصال آن بذریعہ تصفیہ درخواست میر قمرالدین خان را در اسرع ازمنہ پردازند۔ چنانچہ البتہ درمضمون ہرد و خریطہ بدو طور متصور می شود چنانچہ ہمیں قسم بہ حشمت جنگ بہادر گفتہ فرستادہ شد بہادر موصوف ہم متحیر و متعجب اندکہ با وجود اطلاع دادن من مذکورات سرکار و رسیدن جواب از پیش گورنر جنرل بہادر بہ تفصیل تعلقات یعنی قلعہ معہ قصبہ وسہ تعلقہ یعنی کمار کا لوہ و رائچوتی حسب الاستدعا در سرکار ماندہ تتمہ بجاگیر میر قمرالدین خاں قرار می یابد کہ چنیں بظہور رسیدہ پس قصور صاحبان سیرنگ پٹن می نماید ایں معنی ہم نوشتہ می رود و یقین خاطر ایں جانب است کہ پسران و پسماندگان ٹیپو سلطان را تا مقدور موافق مکنونات سرکار دولت مدار و اظہار میر صاحب خواہند کرد و نصف ملک ہرگز برآں ہا نخواہند داشت اغلب کہ پتن ہم سابق برایں ورکونسل مذکور ہی شدہ بود کہ تمامی ملک را سہ حصہ نمودہ یک حصہ برآں ہا می دارند حالا آں ہم نماندہ است پس وقتیکہ نظم ونسق درست نشود تقرر چنیں شہرت کہ بخیال ہرکس ہر آنچہ می رسد بگوید مناط اعتبار نمی تواں فرمود و یقین تصور دارند کہ گورنر جنرل بہادر بصوابدید و رضامندی میر صاحب چناں بعمل خواہند آورد کہ سرخروئی ایں جانب و میر صاحب در حضور پر نور زیادہ از منشو خاطر خواہد گردید یقین تصور داشتہ ہیچ تاملے دریں باب بخاطر راہ باب نفرمایند۔

از دریافت ارقام شریف کہ ملک ہفت لک ہون بحصہ سرکار آید در آں دولک ہون

بابتہ گورم کنڈہ جاگیر میر قمرالدین خان نہار رفتہ باقی ماند پنج لک ہون اگر ملکے کہ در آں وقت اظہار زیادہ محاصل زبان زد بودہ باشد قریب دہ لک ہون خواہد بود بنظر غور تامل نمایند کہ بعد اخراجات قلعجات و عمالان و متصدیاں و سہ بندی محال وغیرہ چہ قدر در سرکار باقی خواہد ماند کہ در آں توقع نگاہداشتن ایں پلاٹن ہا و ایں رجمنٹ ترپ سواران نمودہ آید از وقتیکہ ایں خبر دریافت گردید در تاملات عمیق متحیر چہ قسم عہدہ برائی اخراجات و کدام رو بصاحب و ایں جانب در حضور خواہد ماند ملحوظ ایں مراتب زیادہ ازیں جانب بہ آں عظیم الاوصاف مطمح نظر است باز ہم برائے اطلاع شمہ از آں قلمی گردید چرا کہ پیش از مفتوح شدن قلعہ جنرل ہاریس بہادر نسبت فرستادن پیام بہ ٹیپو سلطان زبانی کپتان مالکم بہادر بریں معنی کہ در صورت دادن دو کرور روپیہ و نصف ملک صلح نمودہ آید از آں عظیم الاوصاف مشاورہ نمودہ بودند و آں جلیل المناقب نظر بر فواید و لتیین تجویز یورش و مورچال جواب دادند بفضل الہی حسب دلخواہ قلعہ مفتوح گردید باید کہ زیادہ از آں فواید حاصل شود نہ اینکہ برعکس آں اظہار از آں طرف گردد و دیگر اینکہ آنچہ آنہا می خواہند کہ بجد و کد تمام لک ہون از مال غنیمت بحصہ سپاہ سرکار مع آں عظیم الاوصاف و میر دوران بہادر وغیرہ تجویز می کنند در آں ارادۂ آں جلیل المناقب ایں است کہ نصف را جواہر کہ بکفایت بدست می آید و نصف نقد بگیرند تعجب تہر از تعجب رو نمود غنایم معہ خزانہ وغیرہ کہ مکرر گورنر جنرل بہادر کرو رہا سیوائے توشکخانہ و آلات حرب و ضرب محفوظ است نوشتہ اند پس در ہمہ چیز حصہ مساوی باشد موافق قرارہ و مدار و اگر بگویند کہ جمعیت ما زیادہ است و جمعیت سرکار کم

بقدر آں می و ہم ہمیں باید گفت کہ پس شراکت مساوی کجا ماند و خلاف نوشت و خواند بعمل می آید پس چہ قدر بدنامی طرف کمپنی عاید حال توانند شد زینہار زینہار اقبال گرفتن مبلغ مذکور نخواہند نمود و قطع نظر ازیں دوستی ہا شماتت دیگراں تصور باید کرد و دیگر اینکہ اہل کمپنی می گویند کہ روئیہ سپاہ ما ایں است کہ غنیمت حق سپاہ است پس اسیران ٹیپو سلطان و وابستگان آنہارا کہ نصف ملک و خزانہ وغیرہ می خواہند کہ برآں ہا تجویز بحالی دارند چرا نمی گویند کہ ایں حق ماست ازیورش قلعہ را مفتوح کردیم و آنہا و اہل اسیران کہ حکم فرانیسان دارند مگر بقدر قوت لایموت آنہا بقدر مناسب تجویز باید نمود و تتمہ در ہمہ چیز حصہ مساوی شود ورآں دو حصہ سپاہ خود اہل کمپنی مختار اند و بدستور در حصہ سپاہ سرکار کارپردازان سرکار دولتمدار موافق قانون خود مخیر اند چنانچہ ایں مراتب ہم بہ منشی جی و حشمت جنگ بہادر اطلاع دادہ شد آنہا ذمہ گرفتہ اند کہ ہمیں مراتب بگورنر جنرل بہادر نوشتہ شدہ است ازیں معنی مطمئن خاطر باشند کہ ہمیں قسم بعمل خواہد آمد و ایں مراتب را ذمہ خود گرفتہ اند کہ حصہ سپاہ سرکار حوالہ آں عظیم الاوصاف خواہد گردید آیندہ کارپردازاں سرکار مخیر اند و از تعداد خزانہ و جواہر و اثاثہ و آلات حرب و ضرب وغیرہ نقد و جنس گو پیر کا ہے باشد خود واقف گشتند و بسرکار اطلاع نداد ندایں کدام نیک طینتی و نیک نامی و حق پرستی است در عالم شراکت کہ حصۂ مساوی در ہمہ چیز باید آمد شریک نہ کردن غیر از نفسانیت امر دیگر در نظر دوربیناں متصور نمی گردد و اینکہ منفخر الدولہ بہادر اظہار می کنند کہ امر جزوی و کلی ایں مہم بہ سپہ سالار ڈ بہادر راست جواب باید داد کہ تا مہم بودن آں ہم بہ استصلاح و صوابدید آں عظیم الاوصاف و نظر بر عالم یگانگت

و دریافت مضمون خرایط گورنر جنرل بہادر باز ہم از سرکار بدیں مضمون در ہمہ خرایط درج گردیدہ
کہ در ہمہ چیز بصوابدید و استحسان آن عظیم الاوصاف بعمل آمد چنانچہ حشمت جنگ بہادر قائل ایں
معنی اند مفخر الدولہ را ہم ہمیں مراتب پوست کندہ جواب باید داد کہ در آں جا زیادہ ازیں مراتب بہ حشمت جنگ بہادر
ابلاغ شدہ البتہ آگاہی دادہ باشند و نیز بہ ایں جانب حکم رسیدہ لہٰذا اظہار نمودہ می شود و در صورتیکہ
در ہمہ باب استحسان خاطر آں جلیل المناقب باشد اولیٰ و الا ہیچ وجہ من الوجوہ قبول نباید کرد۔

آنچہ در مقدمہ سخن شنوی ایں جانب بالاجی پنڈت مرقوم خامہ وداد بود دریافت
گردید ترقیم ایں معنی کہ از قبیل الہام متصور گشت پیش ازیں بہ بالاجی پنڈت نویسانیدہ
شدہ بود کہ قیام و استقلال خود و باعث رونق دولت باجی راؤ از چشم داشت بندگان عالی
و دوستی ایں جانب متصور دارند پس سرکار بندگان عالی نظر بصلاح و فلاح دوستی بہ اہل کمپنی
نوشت و خواند فرمودہ اند بدون اطلاع کمپنی انگریز بہادر در ہیچ باب بکشادہ پیشانی چیزے
نمی تواں نمود و ایں قسم تا کے پس بہتر آنست کہ مفید دولت و ابستہ موافقت بہ اہل کمپنی نمودہ
بند و بست مقدمات خانگی وغیرہ خود بعمل آوردن اولیٰ است کہ باعث آسایش و رفاہ خلائق
و اتحاد سرکارین گردد چنانچہ دریں روز ہا بالاجی پنڈت از شیشادری پنڈت نویسانید
نظر بر صلاح سرکار دولت مدار از چندے چنیں مراتب ذہن نشین باجی راؤ می نمودند
چنانچہ چیزے رو براہ آوردہ ام و چیزے می آرم دریں روز ہا کہ کرنیل پالمر بہادر را اپا جی راؤ
بہ تقریب شادی چمنا اپا برادر خود باز ضیافت نمودند وقت برخاست گفتند کہ بعضے
مراتب بہ بالاجی پنڈت گفتہ شدہ است خواہند دریافت چنانچہ بوے اظہار پنڈت مذکور

ازیں بر می آید بہ حشمت جنگ ازیں معنی آگہی دادہ شدہ بود منشی جی ہم اظہار کردند کہ از اجا
ماہم چنیں بدریافت می رسد کہ روبراہ و تہ نامہ جدید مطابق سرکار شاید بعمل خواہند آورد و
سوالے کہ اہل کمپنی از رگھوجی بھونسلہ نمودہ اند از اظہار حشمت جنگ بہادر مجملی معلوم گردید آنچہ
قرار گیرد بہ استرضائے حضور پرنور خواہد شد چنانچہ از سابق سلسلہ جنبانی این معنی بہ اہل کمپنی بود
دریں مادہ بہ رگھوجی نوشتہ شدہ بود حالا باز حشمت جنگ بہادر درخواست دارند کہ یک احکام
بنام رگھوجی متضمن استرضائے حضوری خواہند نوشتہ دادہ اطلاع آں بہ آں عظیم الاوصاف
نمودہ خواہد شد بیش از دو سہ روز خط پسر رامچند پنڈت متوفی رسیدہ خلاصہ مضمون اینکہ بعد عشرۂ
محرم الحرام آنچہ سوال جواب کمپنی قرار می گیرد دریافتہ حاضر حضوری می شوم - چون منتقیم الدولہ بہادر
از قبیل ذکر از طرف خود بہ حشمت جنگ بہادر و منشی جی بمیان آوردہ بودند روز دوم کہ برادر منشی جی
میران اللہ پیش بہادر رند کور آمدہ اظہار کردند و روبرے ایشان قلمبند شدہ است نقل آن
با نقل خریطہ گورنر جنرل بہادر باز احتیاطاً ترسیل داشتہ شد موضوح می گردد غرض آنچہ سوال
جواب خاطر خواہ باشد زیادہ از اطلاع اینجا در ہمہ باب بعمل خواہند آورد -

در باب تجویز تعلقداری گتی بنام ناگن گوڑا کہ مناسب ترقیم نمودہ اند بہ راجہ روشن رائے نوشتہ پیشتر
مشارٌالیہ باید نمود بعد ازیں بعرض حضور پرنور رسانیدہ خواہد شد -

تجویز جاگیر میر قمر الدین خان مناسب وقت و مضمون سند و چلکہ بسیار مستحسن از مکنونات و مذکورات حضور
کہ دو سہ تعلقہ متعلقہ گورم کنڈہ بود تفویض خان مذکور گردیدہ کیفیت تکرار آں از نوشتہ حشمت جنگ بہادر
از مفخر الدولہ خواہند دریافت کہ قصبہ کہار و کالوہ و راجوتی در سرکار می باید -

ہموارہ از ترقیم خیریت مسرور می نمودہ باشند زیادہ چہ تعلم آید والسلام بمیر دوران بہادر م - سلام

ضمیمۂ ب
شجرۂ میر عالم
شیخ الاسلام ابو عبداللہ سید نور الدین ابن سید نعمت اللہ الموسوی
سید عبداللہ
سید نعمت اللہ آغائی
سید حسین
سید محمد
سید فرج اللہ
سید مرتضیٰ
سید طالب
سید رضی
1
2
3
4
سید ابوالقاسم میر عالم
سید زین العابدین
مریم بیگم منسوب بہ بہرام الملک
سکینہ بیگم منسوب بہ مستقیم الدولہ
میر رضی میر دوران منسوب از نورجہاں آرا بیگم دختر بہرام الملک
نفیسہ بیگم منسوب بہ منیر الملک
صاحب بیگم منسوب بہ منیر الملک
خیر النساء بیگم منسوب بہ محمد تقی خاں
عبداللہ شجیع الدولہ
مرزا محمد علی
دختر کلاں منسوب مرزا محمد حسین ابن مرزا احمد علیخاں برادر عمزاد میر عالم
دختر کوچک منسوب بہ عاقل خاں فرزند بہرام الملک
سید باقر
میر زمان خاں
میر عاشق حسین خاں
دختر منسوب بہ عزت خاں پسر بہرام الملک
محمد علیخاں شجاع الدولہ منسوب دختر سید کاظم علیخاں مختار الدولہ
عالم علیخاں سراج الدولہ
غلام علیخاں بہرام جنگ منسوب از دختر شاہ یار جنگ
عاقل خاں منسوب از دختر کوچک مستقیم الدولہ
عزت خاں منسوب از دختر سید زین العابدین
نورجہاں آرا بیگم منسوب بہ میر دوران
دختر دیگر منسوب بہ میر کاظم علیخاں
تراب علیخاں سالار جنگ شجاع الدولہ مختار الملک
عماد السلطنہ میر لائق علیخاں سالار جنگ منیر الدولہ مختار الملک
میر سعادت علیخاں منیر جنگ شجاع الدولہ منیر الملک
میر یوسف علی خاں سالار جنگ

اشاریہ

پ

ت

ش

ص

ہ

ی

صحت نامہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۴	۳	یہ زندگی میں	زندگی ہیں
۵	۷	تذکرۃ البلاد والحکام	فتح المجاہدین
۱۶	۵	جس	جن
۲۰	۱۳ حاشیہ	بکاری	بخاری
۲۱	۱۴	فرانسیسی اس	اس فرانسیسی
۳۱	۸	جیغہ ورسر بند	جیغہ اور سر بند
۳۸	۲	موقع	مواقع
۵۵	۱۲	واپس سے ہوے	واپس ہوے
۵۶	۱۱	چاہتے تھے	چاہتی تھی
۷۵	۱۳	آماہ	آمادہ
۸۰	۴	سلیماں جاہ کے	سلیماں جاہ ان کے
۹۶	۹	کمپنی کے بہادر	کمپنی بہادر کے
۹۷	۱۰	اور اور	اور
۹۹	۹	اور	•
۱۰۵	۷	بھی	کئی
۱۱۴	۱۱ عنوان	رائے	رام
۱۱۶	۱۸ حاشیہ	سب ڈی اے ری	سب سی ڈی اے ری
۱۲۱	۱۴	اسی	اس
۱۲۲	۱۷	اراجہ کو	راجہ کو
۱۲۴	۴	سرفرار	سرفراز
۱۲۷	۱	متعلقہ	متعلق
؍؍	۱۵	میر عالم باغ	میر عالم کے باغ
۱۳۰	۱۰	تھی	ہے

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۴۱	۱۴	لائق	لایق
۱۴۹	۵	پاورچیخانہ	باورچیخانہ
۱۵۱	۱	اور منڈی کے شمال رخ پر واقع تھا	۔
۱۵۵	۱۴	دروازوں	درزوں
۱۵۷	۱۵	عرق	غرق
۱۶۲	۱۳ حاشیہ	مجرٰی	مجرے
۱۷۶	۱۱	کیا	کی
۱۷۷	۳	علیہ السلام	علیہا السلام
۱۷۹	۱۷	طبیعتاً	طبعاً
۱۸۵	۱۰	تھا	۔
۱۸۶	۳	اس کے وہ	اس کے کہ وہ
"	۵	پڑھتے	بڑھتے
۱۹۲	۴	وودر	دور
۱۹۲	۱۸ حاشیہ	مناسب	مناصب
۱۹۳	۱	حضرت مومنؒ	حضرت میر مومنؒ
۱۹۵	۴	سنہ ۱۳۲۳	سنہ ۱۲۲۳
"	۱۱	فرووس	فردوس
"	۱۵	ہوے	ہوی